عمر شریف ۹۱ سال تاریخ کمال یا کامل۔

سنینش کامل و ۔ عاشق ۔ تولد ÷ وصالش داں ۔ زمعشوق الٰہی ۔

آپ کے اساتذہ حسبِ ذیل ہیں۔

اصول و عقائد کے :۔ ابو الوفا علی بن عقیل و ابو الخطاب محفوظ بن احمد الکلوذانی و ابوالحسن محمد بن الفراء و ابو سعید بن علی المخزومی

حدیث کے اساتذہ :۔ ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی ۔ ابو سعید محمد بن عبدالکریم ۔ ابو الغنائم محمد بن علی البرسی ۔ ابو بکر احمد بن المظفر ۔ ابو محمد جعفر القادری السراج ۔ ابو القاسم علی بن احمد الکرخی ۔ ابو عثمان اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی ۔ ابو طالب عبدالقادر ۔ ابو قاہر عبدالرحمٰن ۔ ہبۃ اللہ المستقلی وغیرہ۔

اور ادب کے اساتذہ :۔ ابو ذکریا یحیٰی بن علی التبریزی ہیں۔

آپ کے پیر صحبت ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس ہیں۔

آپ کے پیر بیعت جن سے آپ نے خرقہ پہنا ابو سعید مبارک بن علی المخزومی ہیں جن کی جگہ پر آپ قائم مقام اور مدرسہ کے متولی ہوئے۔

طریقت میں سیدالطائفہ ابی القاسم الجنید بن محمد البغدادی سے حسبِ ذیل سلسلہ ملتا ہے۔

سیدنا عبدالقادر الجیلانی عن ابی سعید مبارک بن علی المخزومی والخرمی ۔ عن الشیخ ابی الحسن علی بن احمد بن یوسف القرشی الہکاری عن الشیخ ابی الفرح محمد بن عبداللہ الطرطوسی عن الشیخ ابی فضل عبدالواحد بن عبد العزیز عن الشیخ السید الطائفہ ابی القاسم الجنید بن محمد البغدادی عن ابی الحسین سری السقطی عن الشیخ ابی المحفوظ معروف بن فیروز الکرخی عن الشیخ ابی سلیمان داؤد الطائی عن الشیخ محمد حبیب العجمی عن الشیخ حسن البصری عن الامام علی بن ابی طالب عن حبیب رب العالمین سید الانبیاء و المرسلین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔

سیدنا معروف الکرخی سے ایک اور سلسلہ ذہب ملتا ہے۔

عن سیدی معروف الکرخی عن الامام علی رضا عن الامام موسیٰ الکاظم عن الامام جعفر الصادق عن الامام محمد الباقر عن الامام زین العابدین علی عن الامام سید الشہداء الحسین عن الامام علی بن ابی طالب عن سیدالانبیاء و امام الاصفیاء محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام جعفر الصادق سے ایک اور سلسلہ چلتا ہے۔

عن الامام جعفر الصادق بالحق الناطق عن الامام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ عن سیدنا سلمان الفارسی عن خلیفۃ رسول اللہ بالتحقیق ابوبکر الصدیق عن امام الثقلین نبی الحرمین محمد صلی اللہ علیہ و سلم۔

• آپ کے ہم عصر شیوخ حسبِ ذیل ہیں۔

سیدی احمد الکبیر الرفاعی البطائحی ۔ ابو النجیب ضیاء الدین عبدالقاہر الصدیقی السہروردی ۔ اور ان کے بھتیجے اور مرید شیخ شہاب الدین عمر السہروردی ۔ ابو بکر بن ہوارا۔ شعیب ابومدین المغربی ۔ علی بن مسافر الاموی ۔ تاج العارفین ابو الوفا۔ قضیب البان الموصلی ۔ عثمان بن مرزوق البطائحی ۔ ابو محمد الشنبکی ۔ رسلان الدمشقی ۔ الشیخ علی بن ہیتی ۔ ابو العزائم مقدام بن صالح اور العلامۃ المحدث ابن الجوزی ہیں۔ اور الخواجہ معین الدین حسن السنجری نے بھی آپ کا زمانہ پایا۔ علمائے عظام و اولیائے کرام

حضرت کے تقدم اور امتیاز کے بیان میں رطب اللسان ہیں ۔ دیکھو بہجۃ الاسرار اور قلائد الجواہر وغیرہ ۔

آپ مقتدر باللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور المستظہر باللہ اور المسترشد باللہ ، راشد باللہ ، المستقی لاسرار اللہ کے زمانہ میں رہے اور المستنجد باللہ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا۔

بغداد شریف پایہ تختِ خلفائے عباسیہ تھا۔ علماء فضلاء ، امراء کا مرکز اور تمام سلاطین اسلام کا مرجع تھا۔ اس پایہ تخت سلطنت اسلامیہ میں اولیائے عظام کی بھی کثرت تھی ۔ مشاہیر عالم اس میں جمع تھے ۔ ان میں وہی شخصیت ممتاز ہوسکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم میں سے برگزیدہ کرلیا ہو ۔ آپ حاجی تھے ، حافظ تھے ، قاری تھے اور آپ عالم تھے ، ولی تھے ، سید تھے ، آپ کی تجارت کے جہاز بھی چلتے تھے ۔ غرض کہ کوئی طرہ فضیلت ایسا نہ تھا جو آپ کے زیبِ دستار نہ ہو ۔

حضرت کیا ہیں ؟ جد امجدؐ کے کمالِ عبدیت کی مکمل تصویر ، وہی متانت آمیز دلربائی ، وہی رزانت آمیز خوش ادائی ، وہی اعتدال آمیز حلق ہے ۔ وہی توسط آمیز خلق ۔ جلال کی بجلیاں بھی کوندتی ہیں ۔ جمال کا مینہ بھی برستا ہے ۔ رحم ہے تو اپنے محل پر غضب ہے تو اپنے موقعہ پر ۔ جہاں سے دادا کا قدم اٹھتا ہے وہیں پوتے کا قدم پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جد امجد کا نام ہے وہاں اس فرزند ارجمند کا بھی نام ہے ۔

جلالت کی یہ شان کہ خلیفہ عباسی حاضرِ دربار پر انوار ہوتا ہے تو لرزاں و ترساں رہتا ہے ۔ بڑے بڑے اقطاب و ابدال نہاکر خطرات سے دل کو پاک صاف کرکے اس مقدس بارگاہِ فلک پائیگاہ میں داخل ہوتے ہیں تو عرض کرتے ہیں الامان یا سلطان الزمان ۔ الامان یا امام الزمان ۔ آپ نہایت مرحمت سے فرماتے ہیں لکم الامان تب بیٹھ جاتے ہیں ۔ بڑے بڑے کاملین ، کسی ولی ، کسی قطب کو آپ کے منبر پر جگہ مل جاتی تو اس کے لئے باعثِ امتیاز ہوجاتا ۔ آپ کا فیض عام ہے ۔ اس میں نہ عرب کی خصوصیت ہے نہ افغانستان نہ ترکستان کی ، نہ مصر کو کچھ اختصاص ہے نہ ہندوستان و بلوچستان کو ۔ اس دریائے بے پایاں سے کوئی صراحی بھرلیتا ہے ، کوئی سبو اور کوئی نالہ کاٹ کرلے جاتا ہے ۔ غرض ہر شخص حسبِ استطاعت فیضیاب ہورہا ہے ۔

ایک دفعہ جامع مسجد میں آپ کو چھینک آگئی تو مسجد میں ایک شور برپا ہوگیا۔ خلیفہ مستنجد باللہ مقصورہ یعنی حجرہ میں تھا ۔ پوچھا یہ کیا شور ہے ؟ لوگوں نے عرض کیا " شیخ عبدالقادر کو چھینک آگئی ہے تو لوگ ان کو یرحمک اللّٰہ کہہ رہے ہیں تاکہ شیخ یھدیکم اللّٰہ کہیں اور یہ اُن کی دعا میں شریک ہوں "۔

آپ کے مواعظِ حسنہ کو آویزہ گوش ہوش بنانے کے لئے جوق جوق لوگ آتے ہیں ۔ بغداد جیسے عظیم الشان شہر میں وعظ کے لئے جامع مسجد بھی کافی نہیں ہوتی ۔ شہر کے باہر جنگل میں ممبر لگایا جاتا ہے ۔ علماء کرام و اولیاء عظام ممبر کو گھیرے ہوئے ہیں ۔ ہزارہا مخلوق اپنے دامن استفادہ کو در مواعظ سے بھرنے جمع ہے ۔ ابھی وعظ شروع نہیں ہوا ۔ اور لوگ ہیں کہ وجد کررہے ہیں ۔ ایک صاحب کے دل میں خطرہ آتا ہے کہ ابھی وعظ شروع نہیں ہوا تو پھر لوگ کیوں وجد کررہے ہیں ۔ آپ فوراً فرماتے ہیں " ایک شخص شام سے ایک قدم میں بغداد آرہا ہے کہ میرے ہاتھ پر توبہ کرے یہ اُس کی ضیافت ہے " پھر اس کے دل میں خطرہ آتا ہے " جب وہ ایسا ہوگیا ہے کہ ایک قدم میں شام سے بغداد آسکتا ہے تو اس کو توبہ کی کیا ضرورت ہے ؟ آپ فرماتے ہیں " ایک قدم میں آنے کی وجہ سے ہی توبہ لیتا ہوں " یعنی ترک تصرف و اتباع ارادہ خداوندی کی تعلیم دیتا ہوں " فرائض و محرمات میں اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہی

کب ہے ؟ مباحات میں البتہ اختیار دیا گیا ہے ۔ ارادہ و اختیار ہی معیارِ تکلیف ہے ۔ اس طریقہ عالیہ میں فرائض و محرمات میں خلاف ارادہ الٰہی تو کیا عمل کیا جائے گا ، مباحات میں بھی استفتاءِ قلبی و استخارہ روحانی سے سلب اختیار و ترکِ ارادہ پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ذمہ داری اور شرک فی الارادہ سے نجات اور توحید و اخلاصِ عمل حاصل ہو ۔ بندگی و عبدیت متحقق ہو اور فرائض ثابت ۔ وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون ۔

وعظ شروع ہوتا ہے ابن الجوزی علیہ الرحمہ مع فرزند شریکِ مجلس ہیں ۔ حضرت ایک آیت کی تفسیر فرما رہے ہیں ۔ آٹھ معنوں تک ابن الجوزی اپنے فرزند سے فرماتے ہیں کہ میں بھی جانتا ہوں ۔ حضرت اس آیت کی تفسیر چالیس وجوہ تک پہنچاتے ہیں ۔ اہلِ بصیرت دیکھتے ہیں کہ جوِّ سما میں ارواحِ طیبہ مجتمع ہیں بعض کے کپڑوں کو آگ لگ جاتی ہے ۔ صاحبزادے سیدی عبدالرزاق سر اٹھا کر دیکھتے ہیں ان کی کلاہِ مبارک میں بھی آگ لگ جاتی ہے ۔ مجلس کے قریب سے خواجہ خضر گزرتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں " یا اسرائیل ! اسمع کلام المحمدی " ۔

تاثیر کا یہ عالم کہ ہر وعظ میں بیسیوں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں ۔ اور سینکڑوں ہزاروں آدمی فسق و فجور سے تائب ہوتے ہیں ۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ پانچ سو سے زائد یہود و نصاریٰ آپ کے دستِ حق پرست پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ چور بدمعاش لوگوں نے توبہ کی اور لباسِ تقویٰ پہنا ۔ اور ہزارہا عباد و زہاد دستارِ ولایت سے سرفراز ہوئے اور خرقہ خلافت سے ممتاز ۔

ایک دفعہ آپ کے فرزند سیدی عبدالرزاق نے جو بڑے علامہ تھے ، منبر مبارک پر وعظ کہا ۔ لوگ خاموش سنا کئے ۔ کوئی کیفیت اور وجد پیدا نہ ہوا ۔ پھر آپ سیدی غوث الاعظم منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور صرف اتنا فرمایا " کل رات ان کی ماں (مادر سید عبدالرزاق) نے چھینکے پر انڈے رکھے تھے ۔ جب اتارنے لگیں تو انڈے گر گئے ۔ اور بلی لے کر بھاگ گئی " ۔ اتنا سننا تھا کہ لوگوں کو سخت وجد ہو گیا ۔ اور سروپا کی خبر نہ رہی ۔

کیفیت کا یہ رنگ ہے کہ عمامہ مبارک کا ایک پیچ کھل جاتا ہے تو تمام لوگ سر سے عمامے اور تن پر سے چادریں اتار کر پھینک دیتے ہیں ۔ جب حواس درست ہوتے ہیں تو ہر ایک اپنا عمامہ اور چادر اٹھا لیتا ہے ۔ ایک اوڑھنی رہ جاتی ہے ۔ حضرت فرماتے ہیں " اسے دے دو " ۔ کوہ نہاوند سے ایک بہن وعظ سن رہی تھیں ۔ انہوں نے بھی اپنی اوڑھنی پھینک دی ہے ۔ اوڑھنی کاندھے پر ڈال لی ۔ تھوڑی دیر میں وہ اوڑھنی غائب ہو گئی ۔

استغراق کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ آپ رضا بالقضاء اور توکل پر تقریر فرما رہے تھے ۔ استنے میں ایک سانپ آیا ۔ گلے کے اطراف پھر کر آستین میں گھسا اور دوسری آستین میں سے نکلا ۔ حضرت کی تقریر میں کسی قسم کا فرق نہ آیا اور نہ آپ جگہ سے ہلے ۔ نہ زبان میں لغزش ، نہ جسم میں جنبش اور نہ دل میں حرکت ۔ پھر وہ سانپ چل دیا ۔

حضرت سیدی حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ ایک تاجر کو سفر سے منع فرماتے ہیں " جاؤ گے تو لٹ جاؤ گے " اور قتل کر دیئے جاؤ گے " حضرت فرماتے ہیں " جاؤ اور نہ ڈرو " آپ دستِ دعا دراز کرتے ہیں ۔ محبوب کی دعا سے تمام آفات خواب میں مبدل

ہوجاتے ہیں۔ لایرد القضاء الا لدعاء۔ یمحوا اللّٰہ مایشآء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔ الحکم یغیر والعلم لایتغیر۔
ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دریائے رحمتِ الٰہی جوش میں آتا ہے فرماتے ہیں۔ مانگو کیا مانگنا چاہتے ہو۔ کوئی دین دنیا مانگتا ہے۔ وہ ولی کامل ہوجاتا ہے۔ کوئی قوتِ حافظہ طلب کرتا ہے۔ اُس کو اپنی کتابوں کی حاجت نہیں رہتی انھیں بیچ کر دیتا ہے۔ کوئی خشیت اللہ چاہتا ہے۔ وہ ہمیشہ خون کا پیشاب کرتا ہے۔ کوئی حفظِ وقت اور دوامِ حضور کے لئے التماس کرتا ہے۔ اُس کا کوئی سانس بے یادِ الٰہی نہیں گزرتا۔ قضائے حاجت کو جاتا ہے تو کھونٹی پر تسبیح گردش کرتی رہتی ہے۔ کوئی استغراق کے لئے التجا کرتا ہے۔ اس کو ماسواء اللہ کی خبر نہیں رہتی۔ وہ عامۃ الناس کی نظروں سے مخفی ہوجاتا ہے۔ غرض کہ جس کے دل میں جو ہے مانگ لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ اپنے محبوب کے ہاتھ سے دلوا دیتا ہے۔ رب اشعث اغبر لو اقسم علی اللّٰہ لابر۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں۔ کلا نمد ھٰؤلآء وھٰؤلآء من عطآء ربک وما کان عطآء ربک محظورا۔

دیتا ہی چلا جاؤں ہر شخص کو جو مانگے
تو اپنے خزانے سے یارب مجھے اتنا دے (حسرت صدیقی)

غرض آپ کی شان ہے بینی و بینکم و بین الخلق کلھم بعد ما بین السماء والارض انا وراء عقولکم فلا تقیسوا علیّ احد اولا تقیسوا احد اعلیّ۔

کیا ملک میری حقیقت کو سمجھتے علویؔ ÷ جن کا استاد نہ سمجھا وہ معمہ ہوں میں

ظاہر بین خوارق عادات کو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور دقیقہ شناس للّٰہ الواحد القہار کی طرف۔ یہ مردگی ترکِ ارادہ ہے۔ عبدیت اپنا انتہائی کمال بتلاتی ہے۔ ایک مرتبہ مجلسِ وعظ گرم ہے۔ تمام اولیاء، اقطاب و ابدال جمع ہیں۔ زبانِ معجز بیان رطب اللسان ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ۔ تمام اولیاء نے اس قول کو سنتے ہی اپنی اپنی گردنیں جھکادیں۔ روئے زمین پر اس وقت جتنے اولیاء جس جس جگہ تھے سب نے اس پر عمل کیا اور سرفراز ہوئے۔ ذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

وما قلت ھذا القول فخرا و انما
میں نے اس قول کو کسی فخر سے نہیں کہا
تکلم ربی فی لسان الحقیقۃ
میرے رب نے زبانِ حقیقت میں کلام فرمایا ہے

★ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیفِ لطیف سے چند امور بیان کردیئے جاتے ہیں تاکہ طریقہ علیہ قادریہ کی تعلیم کا اجمالی خاکہ پیشِ نظر ہوسکے۔

آپ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ اہلِ مجاہدہ و محاسبہ و اولوالعزم افراد کے دس خصائل ہیں جن کو انھوں نے آزمایا ہے کہ جب باذن اللہ ان عادات کو قائم کرلیا اور ان کو مضبوط و مستحکم کرلیا تو وہ بلند درجوں کو پہنچ گیا۔

۱۔ کبھی خدا کی قسم نہ کھائے ۔ نہ سچ پر نہ جھوٹ پر ۔ نہ جان کر نہ انجان ۔
۲۔ جھوٹ سے اجتناب کرے جھوٹ نہ دل لگی میں ہو نہ قصداً ۔
۳۔ کسی شئے کا وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرنے سے ڈرے ۔
۴۔ کسی مخلوق کو لعنت کرنے یا کسی چیونٹی یا اس سے بھی زیادہ حقیر شئے کو ایذا دینے سے اجتناب کرے ۔
۵۔ کسی مخلوق کو بددعا نہ دے اگرچہ وہ ظلم کرے ۔
۶۔ کسی اہلِ قبلہ کو قطعی طور پر مشرک یا کافر یا منافق نہ کہے ۔
۷۔ گناہوں کی طرف نظر کرنے سے اجتناب کرے ۔ اپنے ہاتھ پیر کو ان سے روکے ۔
۸۔ کسی شخص پر اپنا کم یا زیادہ بار ڈالنے سے احتراز کرے ۔
۹۔ آدمیوں سے امید کو توڑ دے ۔
۱۰۔ خوش حالی و بدحالی دونوں حالتوں میں تواضع و عاجزی اختیار کرے ۔

اگر چھوٹے کو دیکھو تو کہو کہ اس نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں اور میں نے تو گناہ کئے ہیں ۔ اگر بڑے کو دیکھو تو کہو اس نے مجھ سے پہلے سے عبادت کی ہے ۔ اور اگر عالم کو دیکھو تو کہو کہ خدا نے اس کو ایسی شئے عطا کی ہے جسے میں نے حاصل نہیں کیا وہ عالم ہے میں جاہل ہوں ۔ وہ عالم باعمل اور میں جاہل مطلق ۔ اگر جاہل کو دیکھو تو کہو اس نے نادانستہ گناہ کیا ہوگا اور میں نے دانستہ اگر کافر کو دیکھو تو کہو کیا معلوم شائد وہ اسلام لائے اور نیک عمل پر اس کا خاتمہ ہو ۔

حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں ۔ جب بندہ کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو اول وہ خود بخود حرکت کرتا ہے ۔ اگر اس سے خلاصی نہ ملے تو خلق سے مدد لیتا ہے ۔ اگر اس سے بھی چھٹکارا نہ پائے تو اپنے رب کی طرف دعا کے ساتھ رجوع کرتا ہے ۔ پھر جب خالق کے پاس سے بھی نصرت نہ ملے تو اس کے سامنے ہمیشہ سوال ، دعا اور عاجزی کرتا ہوا پڑجاتا ہے ۔ پھر اگر اس پر بھی خالق عز و جل دعا سے بھی عاجز کردے اور اس کو قبول نہ فرمائے حتیٰ کہ وہ ظاہری و باطنی تمام اسباب سے جدا ہوجائے تو اس وقت تقدیرِ الٰہی نافذ ہوتی ہے اور آئندہ تمام اسباب و حرکات سے فنا ہوجاتا ہے اور اب وہ روح ہی روح رہ جاتا ہے ۔ وہ تقدیر کے ہاتھ میں ایسا ہوجاتا ہے جیسا شیر خوار بچہ دایہ کے ہاتھ میں یا مردہ غسال کے ہاتھ میں یا گیند شہسوار کے چوگان کے سامنے ۔

ایک بات قابلِ غور ہے کہ حکم کی پیروی دو قسم پر ہے ۔
۱۔ جس کا حکم شرع آگیا ۔ اس میں شرع کے ذریعہ سے حکمِ خدا کی اتباع کی جائے ۔
۲۔ جس میں حکم شرع نہ ہو ، اس میں امرِ باطن ہے ۔ جس میں امرِ باطن نہ ہو وہ تو مجرد فعلِ حق ہے ۔ یہ فنائے افعال اور تسلیم و رضا کی حالت ہے ۔ اور اگر تو حالتِ حق میں ہو اور محو فنا ہو تو اس حالت میں واجبِ اتباع یہ ہے کہ تیرا ارادہ و ہمتِ دلی کسی شئے سے قطعاً متعلق نہ ہو ۔ نہ دنیا کے کام میں نہ عقبیٰ کے ۔

ایماندار کو خدائے تعالیٰ اپنا مقرب و برگزیدہ فرماتا ہے ۔ تو اس کے دل کی آنکھوں کے سامنے رحمت و منت و انعام کا دروازہ

کھول دیتا ہے۔ جب بندہ کو اس پر اطمینان ہوجاتا ہے تو اس پر بلاؤں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ظاہر پر نظر کرتا ہے تو وہ حال دیکھتا ہے جو اس کو ناگوار گزرتا ہے۔ اور باطن کی طرف نظر کرتا ہے تو ایسا حال دیکھتا ہے جو اس کو محزون کر دیتا ہے۔ خدائے تعالیٰ سے سوال کرتا ہے تو اجابت کو نہیں پاتا۔ خواب دیکھتا ہے تو تعبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر خلق کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہے تو ادھر بھی راستہ نہیں ملتا۔ اگر کوئی جائز بات نظر آتی ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو فوراً سزا مل جاتی ہے۔ مخلوق کے ہاتھ اس کے جسم پر ان کی زبانیں اس کی آبرو پر کھل جاتی ہیں۔ اگر بلا پر راضی ہوجاتا ہے اس پر خوش ہوتا ہے اور اس سے لذت اٹھانا چاہتا ہے تو وہ بھی نہیں ملتی۔ تو اس وقت اس کا نفس گداختہ ہونا شروع ہوتا ہے۔ خواہشات زائل ہوتے اور آرزوئیں رفع ہوجاتی ہیں۔ دو جہاں مٹنا شروع کرتے ہیں۔ پھر جب بندہ اخلاقِ انسانیہ اور صفاتِ بشریہ سے فنا ہوجاتا ہے اور روح ہی روح باقی رہ جاتی ہے تو پھر اس پر رحمت و ناز کے دروازے کھول دیتا ہے۔ بادشاہوں اور اربابِ دولت کو اس کا مسخر کردیتا ہے۔ اور اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو اس پر کامل کردیتا ہے اور اس امر کو اس پر بقائے ذوالجلال تک باقی رکھتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا تقویٰ اپنے پر لازم سمجھو، خدا کے سوائے کسی سے نہ ڈرو نہ امید ہی کرو۔ اپنے تمام حاجات کو اسی سے مانگو۔ ماسوا اللہ پر تکیہ و توکل نہ کرو۔ توحید کو اختیار کرو۔ ایک توحید سب کو جامع ہے۔

اولیاء کئی طریقہ کے ہوتے ہیں، بعض دین کی حمیت و غیرت رکھتے ہیں۔ مخالفین پر تیغ برہنہ رہتے ہیں۔ ان اولیاء کو "نوحی المشرب" کہتے ہیں۔ بعض جوشِ محبت سے بھرے رہتے ہیں۔ رونا، تڑپنا، بے قرار رہنا ان کا کام ہے۔ ان کو "موسوی المشرب" کہتے ہیں۔ بعض کا کام رضا و تسلیم ہے۔ بڑے سے بڑے امتحانات میں سے ہنستے بولتے خوش و خرم نکل جاتے ہیں۔ ان کو "ابراہیمی المشرب" کہتے ہیں۔ بعض توحید میں ڈوبے ہوئے رہتے ہیں ان کو ان کے محبوب کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ ان اولیاء کو "عیسوی المشرب" کہتے ہیں۔ بعض اقتضائے وقت کے مطابق رہتے ہیں۔ ان کا کوئی ارادہ ہوتا ہے نہ کوئی مقصد، نہ یہ اپنے ارادہ سے کہتے ہیں نہ اپنے ارادے سے کوئی کام کرتے ہیں۔ جو دکھایا دیکھا جو سنایا سنا، کسی سے ملتے ہیں تو حکم کی وجہ سے۔ لڑتے ہیں تو حکم کی بناء پر۔ خدائے تعالیٰ کو دینا ہوتا ہے تو ان کے ہاتھوں سے دلاتا ہے۔ کہنا ہوتا ہے تو ان کو گویا کردیتا ہے۔ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ ان کے حسبِ حال ہوتا ہے۔ ان اولیاء کو "محمدی المشرب" کہتے ہیں۔

ایک اور بات قابلِ یادداشت ہے۔ نفل نمازیں اپنی خوشی و ارادے سے پڑھی جاتی ہیں اور فرض نمازیں حکمِ خدا سے۔ اگر ایک شخص رات بھر نوافل پڑھے، صبح کے وقت سوجائے اور فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھے اور دوسرا رات بھر سوئے اور صبح کی دو رکعتیں فرض ادا کرے تو مقدم الذکر سے موخر الذکر افضل ہے۔ جو شخص اپنی خوشی سے ریاضتیں کرتا ہے، نیک کام کرتا ہے خدا بھی اس کے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ جو چاہو ہوتا ہے۔ اس کو "صاحبِ قربِ نوافل" کہتے ہیں۔ جو شخص تحتِ حکم رہتا ہے نہ اس کا کوئی مقصد ہے نہ مراد، اس کا صرف یہی مقصد ہے کہ خدا کے مقصد کو پورا کرے ایسا شخص خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ اس سے سب کو امداد ملتی ہے۔ نام اس کا ہے کام خدا کا۔ ایسے شخص کو "صاحبِ قربِ فرائض" کہتے ہیں۔

ایک اور بات یاد رکھو! جب تک کوئی شخص ذاتِ حق میں فنا نہ ہو وہ ولی ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ زہاد و عباد میں رہتا ہے۔

جو ولی ذاتِ حق میں فنا ہو یعنی "عبدالحق" ہو اور حیاتِ الٰہی نمایاں نہ ہو۔ وہ گویا ایسا بےہوش ہے جو بستر پر کروٹیں لیتا ہے مگر سیاہ سپید کی کچھ خبر نہیں۔ جو اثر رنگ علمِ الٰہی بن گیا ہو مگر قدرت تک نزول نہیں کیا، گویا جس میں علمِ الٰہی کا انعکاس ہو اور ایک طرح کا ام الکتاب بن گیا ہو یعنی عبدالعلیم ہو، وہ گویا ایسا اپاہج اور زمین گیر ناتوان ہے جو اٹھ سکتا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے۔ نہ چل سکتا ہے نہ پھر سکتا ہے۔ لیکن جس میں قدرتِ الٰہی بھی نمایاں ہوجائے وہ مظہرِ اتم ہے۔ انسانِ کامل ہے وہی "عبدالقادر" ہے وہی حقیقۃً "عبداللہ" ہے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ طریقہ قادریہ کا اصلِ اصول عدمیت اصلی پر رہنا، بے ارادہ جینا، بےمقصد گزارنا، نہ کسی چیز سے اعراض نہ کسی چیز پر اصرار۔ اقتضائے وقت کا سمجھنا اور اس کے مطابق ہوجانا، تحتِ حکم چلنا، اپنے یا کسی اور کے ارادہ کو دخل نہ دینا ہر چیز میں اخلاص رکھنا، عبدیت کو اپنا سرمایہ ناز سمجھنا ایک قادری کا اہم فرض ہے۔ قادری کا ہر فعل تحتِ حکم ہونے کی وجہ سے "قربِ فرائض" میں داخل ہے۔ سیدی عبدالقادر کا حکم ہے کُن کالمیت فی ید الغسال تو ایسا ہوجا (یعنی خدا کے ہاتھ میں) جیسے میت نہلانے والے کے ہاتھ میں و کالکرۃ تحت صولجان الفارس۔ اور جیسے گیند پولو کھیلنے والے کے چوگان کے نیچے وکا لولد الرضیع فی حجر ظئرہ اور جیسے دودھ پیتا بچہ انا کی گود میں۔

توحید، فقر، عبدیت، ترکِ ارادہ، اخلاص، زندگی میں مردگی اور عدمیتِ اصلی اس طریقہ علیہ کے مرکز ہیں جو بظاہر مختلف لفاظ و امفاہیم ہیں مگر ان کا مصداق ایک ہی۔ وہ ہے عبدیت اور صرف عبدیت۔ یہاں نہ ذاتی ارادہ ہے، نہ اپنے ارادے سے تصرف، تصرف تو کجا ترکِ تصرف بھی بالارادہ نہیں۔ ذاتی ارادہ تو موجب ذمہ داری ہے نہ کہ امتثالِ امرالٰہی۔

جب تک نہ وہ کہے کبھی کہتا نہیں ہوں میں
یوں اس کی بزم میں ہوں کہ گویا نہیں ہوں میں (حضرت صدیقی)

یہاں عبدیت و اطاعت ہے نہ کہ فرمائش و آرزو۔ قربِ فرائض ہے۔ قربِ نوافل نہیں۔ خدائے تعالیٰ کو کسی کو دینا ہوتا ہے تو اپنے محبوب کے ہاتھ سے دیتا ہے۔ کہنا ہوتا ہے تو اپنے پیارے بندہ کے منہ سے کہتا ہے۔ یہ ماینطق عن الھوی ان ھو وحی یوحیٰ کا وارث ہے۔ یہ لوکشف الغطاء وما ازددت یقیناً کا سلالہ ہے۔ یہی عبدیت تھی کہ حضرت سے خوارق عادات ایسے متواتر، متوالی نمایاں ہوتے ہیں جیسے کسی محبوب کے گلے سے موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا ہو۔ یا کسی زاہد کے ہاتھ سے تسبیح۔ یہ کثرتِ خوارق نہ ریاضتِ شاقہ کا نتیجہ ہیں نہ عدمِ نزول اس کا سبب۔ یہ محبۃ الحق علی الخلق ہے جس کو خدائے تعالیٰ خوارق سے تائید دے رہا ہے۔ یہ مصالحِ خداوندی کا تقاضا ہے۔ یہ تجلیِ اعظم کا اقتضاء ہے۔ تقادیرِ الٰہی کا جریان ہے۔ اور ارادہ حق کا سریان۔

موج دریائے ارادہ ہوں میں
حیرت انگیز روانی میری (حضرت صدیقی)

غرض آپ کیا ہیں؟ تفصیل جاننے کے لئے آپ کے تصانیف فتوح الغیب، الفتح الربانی۔ غنیۃ الطالبین۔ الہامات غوثیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ ان کے علاوہ بہجۃ الاسرار، قلائد الجواہر، الفتح المبین، میں بھی حضرت کے بعض ارشادات مذکور ہیں فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر پھر جو چاہے یقین کرے اور جو چاہے انکار کرے۔

تخلیقاتِ شعری

دوست دشمن نے داد دی حسرت
شعر میں تیرے کیا صفائی ہے
(حسرت صدیقیؒ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تصوف اور شاعری کا بڑا گہرا تعلق ہے ۔ فارسی اور اردو کے بیشتر شعرا صاحبِ حال صوفی بھی رہے ہیں ۔ اور بیشتر اکابرِ صوفیا باکمال شاعر بھی گذرے ہیں ۔ فارسی میں سعدی ۰ رومی ۰ عراقی ۰ خسرو ۰ جامی اور بےدل ۔ اور اردو میں سراج اورنگ آبادی ۔ شاہ حاتم ۰ خواجہ میر درد اور اصغر گونڈوی صوفی بھی تھے اور شاعر بھی ۔

حضرت حسرت قدس سرہ ۰ کو اور تمام علوم وفنون کے شعراء ادب سے بھی گہرا لگاؤ رہا ہے ۔ صوفی شعراء میں حضرت کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اردو کے ساتھ ساتھ عربی ۰ فارسی اور ہندی زبان میں بھی شاعری کی ہے ۔ اور ہر زبان میں وہی قدرتِ بیان قائم ہے جو ان کی زبانِ مادری میں ملتی ہے ۔ جہاں تک اصنافِ سخن کا تعلق ہے کوئی صنفِ سخن ایسی نہیں جس میں حضرت نے طبع آزمائی نہ کی ہو ۔ اپنے علمی وقار اور مذہبی سنجیدگی کے باعث ہجو کہنا ان کے لئے بہت مشکل تھا ۔ لیکن ہجوگوئی کے لئے بھی حضرت کی جودتِ طبع نے اپنا راستہ نکال لیا ۔ دورِ حاضر کے نام سے اپنے عہد کی تہذیبی خرابیوں کو ہجو کا نشانہ بناکر اس صنفِ سخن کی بھی تکمیل کردی اور تعلیم و رہبری کے منصب کا حق بھی ادا کردیا ۔

حضرتِ حسرت کے ابتدائی کلام میں یوں تو مختلف شعراء کا ملاجلا اندازِ سخن ملتا ہے لیکن حضرت کی شاعری نے خصوصیت کے ساتھ غالب کا بڑا گہرا اثر قبول کیا ہے ۔ لیکن بعد کو حضرت کی شاعری کا ایسا انفرادی اسلوب و آہنگ پیدا ہوگیا جو حضرت ہی کے ساتھ مخصوص ہے حضرت کے کلام میں علم و عرفان بھی ہے ۔ درد و سوز بھی ہے نصیحتیں بھی ہیں ۔ دین و تمدن کی تعلیم بھی ہے ۔ حسن و عشق کی کرشمہ سازیوں ۰ جذبہ و تاثیر ۰ عاشق و معشوق کے رمز ۰ بےتابی اور اضطراب کی کیفیت ۰ جراتِ رندانہ ۰ رندی و مستی کا اظہار بھی ہے ۔

شاعری میں جذبہ و فکر کا امتزاج ذرا مشکل کام ہے ۔ محدود الفاظ اور ترکیبوں میں وسیع مطالب و معانی کو گرفت میں لانا زبان و بیان میں قدرت کے بغیر ممکن نہیں ۔ حقیقت و مجاز کا فرق اور ان کا حق کیا ہوتا ہے اس کو پوری طرح سے کھول دینا یہ سوائے صوفی کے دوسرے کے بس کی بات نہیں ۔ واردات کے اظہار میں یقین کی جو قوت پڑھنے والے کو ملتی ہے وہ بغیر واردات کے خیالی طور پر مضمون باندھنے میں نہیں پائی جاتی ۔ خواہ اس کمی کو زبان ۰ اظہار اور اسلوب کے طلسم سے لاکھ پورا کرنے کی کوشش کی جائے آواز کھوکھلی ۰ بےاثر اور بے روح ہی رہے گی ۔ اور سامع پر اثر پیدا نہ کرسکے گی ۔

بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جن کو صرف محسوس کیا جاتا ہے ۰ بیان نہیں کیا جاسکتا ۔ مگر حضرت طرزِ ادا ۰ سے ندرت سے ۰ جو کہنا ہے بہر صورت کہہ دیتے ہیں اور اپنے اندرونی احساسات میں اپنے ہم مشربوں کو شریک کرلیتے ہیں ۔ رازدار بنالیتے ہیں ۔ بعض شعر تو ایسے بھی ہیں کہ اس کا مطلب بادی النظر میں جہاں جاکر ختم ہوتا ہے دراصل وہیں سے شروع ہوتا ہے اور بڑا ہی معنی خیز ہوتا ہے ۔ اور اپنے میں عجیب تاثیر اور احساسات پنہاں رکھتا ہے ۔

فکر کی گہرائی ۰ معنی و مفہوم کے مقابلہ میں حضرت لفظوں کی تراش خراش استعارے کی نزاکت اور تراکیب کی موزونیت کو ثانوی حیثیت ضرور دیتے ہیں مگر جمالیاتی پہلو کو نظرانداز نہیں ہونے دیتے ۔

حضرت کا ذوقِ شاعری پڑھنے والے کو صرف ادبی تحفہ دینے کا آرزومند نہیں بلکہ حال و مقام کی خبر دیتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو احساس اور جذبہ کی گہرائیوں تک پہنچاتا ہے احساس اور جذبہ کی شدت ہی شعر میں جادو جگاتی ہے اور تاثیر پیدا کرتی ہے ۔

حضرت کے پاس شاعری گو ضمنی تھی مگر باوجود اس کے اس کے ذریعہ اشاروں اشاروں میں ایسے ایسے رموز بے نقاب کئے ہیں جو صرف عارفِ کامل کا حصہ ہوسکتا ہے۔ اس بات سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قلبی کیفیات اللہ کی دین ہیں۔

حضرت نے ہمیشہ اپنے روحانی تجربات اور کیفیات اور سلوک و معرفت کے نازک مسائل اور مقامات کو شعر کی زبان میں بیان فرمایا ہے اور ایسے ایسے اسرار و رموز کو واشگاف کیا ہے کہ کم سے کم اردو کی صوفیانہ شاعری کے سرمائے میں اس کی مثل نہیں ملتی مثلاً۔

آئینہ رو کے سامنے ہم بن کے آئینہ — حیرانیوں کا ایک تماشا کریں گے ہم

بقدرِ وسعِ آئینہ ہوا آئینہ گر ظاہر — بناکر آئینہ خانہ وہی محوِ تماشا ہے

اس کی تصویر کے سوا حسرت — کوئی ویسا نظر نہیں آتا

ایک گردش ہے صورتِ پرکار — اور ٹھکانہ نظر نہیں آتا

نہ ٹالے سے ٹلے گی ہے بلائے آسمانی — مرا اعتبار حسرت مرا اعتبار ہوتا

بے وجہ نہیں دلکشیِ صورتِ باطل — باطل میں بھی ہے حق کا تماشا رے آگے

اعتباریت، غیریت، اسماء و صفات کا پردہ منہ پر ڈال کر حق نمایاں ہوتا گیا۔ صفاتاً نمایاں ہوتا گیا تو ذاتاً پنہاں ہوتا گیا۔ اس کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

پردہ میں نمایاں ہے بے پردہ و پنہاں ہے ÷ پیدائی ہے پنہانی، پنہانی ہے پیدائی

حضرت کا ارشاد ہے "چونکہ عالم ذاتِ حق پر ایک حجاب ہے، پردہ ہے۔ لہذا انسان باوجودیکہ وہ جامعِ حقائق و مفرداتِ عالم ہے۔ وہ حق تعالیٰ کو ایسا ادارک نہیں کرسکتا جیسا کہ وہ خود اپنے آپ کو ادراک کرتا ہے۔ وہ اپنی احتیاجِ ذاتی کی وجہ سے تنزیہہ ذاتِ حق کو ادراک نہیں کرسکتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے اور رہے گا اور تنزیہہ تک ممکن کی رسائی نہیں۔ اس خیال کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

طلب محبوب کی لازم اور اس کو دردِ مجوری
خیالِ فرقتِ محبوب ہی پھر وجہِ فرقت ہے
وصالِ یار اچھا ہے نہ ہوتا یہ تو بہتر تھا
وصالِ یار کی صورت میں بھی فرقت کی صورت ہے
ترے دردِ دل کی دوا کہیں نہ ملے گی حسرتِ بے نوا
تو تڑپ تڑپ کے تمام ہویوں ہی نالہ ہائے گداز میں
نہ ٹھکانہ ہے ہمارا نہ کوئی جائے قرار
عمر بھر راہِ طلب میں تری برباد رہے

فرمایا "وجودیوں میں بعض کا خیال ہے کہ خود حق تعالیٰ اپنے تعینات میں نمایاں ہے۔ حق کے تعینات اعیانِ ثابتہ کے حقائق و ماہیت کے تقابل سے پیدا ہوتے ہیں مگر ان کا قول ہے "ہمہ اوست" اس خیال کو یوں پیش فرماتے ہیں۔

مرآتِ حقائق ہے یہ دنیا مرے آگے
ہر ایک میں ہے یار کا جلوہ مرے آگے

بے بود ہے نمود عدم ہے مرا وجود
میں چشمِ اعتبار میں محض اعتبار ہوں

اے نمودِ بے حقیقت کچھ نہیں تیرا وجود
ہم کو دھوکا ہوگیا تھا ہم کو دھوکا ہوگیا

جو نظر آیا نہ تھا جو تھا نظر آیا نہیں
بے حقیقت میں حقیقت کا تماشا ہوگیا

اے جذبہ عشق تیری کیا بات — لیلیٰ باہر نکل ہی آئی
مجنوں کا لباس زیبِ تن تھا — لیلیٰ جس وقت باہر آئی
مجنوں نے جو دیکھا آئینہ کو — لیلیٰ کی شکل اس میں پائی
دیکھا تو وہ چیز اور ہی تھی — کچھ اور ہی تھی سنی سنائی

فرمایا ۔ بعض وجودیوں کا خیال ہے کہ معلوماتِ الٰہیہ یا اعیانِ ثابتہ پر اسمائے الٰہیہ کا پرتو پڑتا ہے تو موجوداتِ خارجیہ پیدا ہوتے ہیں یا یوں کہئے کہ علم و قدرت کے اجتماع سے ایک تیسری ہی چیز یعنی موجودِ خارجی پیدا ہوتا ہے ۔ ان کے خیال میں دنیا علمِ الٰہی کا ایک تماشا ہے اور اہلِ دنیا خیالی پتلے جن سے اسماء وصفات کا ظہور ہورہا ہے مگر ان میں سے کوئی ذاتِ حق سے جدا اور اس سے باہر نہیں ۔ ان علمی پتلوں کے احکام ذاتِ عالم و حقیقتِ حقہ پر نہیں لگتے اور ان کے تغیر سے ذاتِ عالم و ذاتِ حقہ میں تغیر لازم نہیں آتا ۔ اس خیال کو اس طرح بیان فرماتے ہیں ۔

نمودِ جنبشِ نوکِ قلم ہیں ساری تحریریں
عوالم کیا ہیں علمِ ذات کی ہیں چند تفسیریں
تماشا گاہ ہے عالم کسی استادِ کامل کا
یہ ہم تم کیا ہیں گویا سنیما کی چند تصویریں

مری بودہی کی نمود ہے یہ حقیقت اور مجاز میں
میں دکھا کے لاکھوں نمائشیں ہوں ہنوز پردہ راز میں

سیستی میں ظہورِ ہستی ہے ٭ اک تماشا نہیں تو کیا ہیں ہم

حضرت کا ارشاد ہے ۔ تعین چونکہ ایک اعتباری چیز ہے جو حقیقی چیز یعنی وجود میں نمایاں ہے اور وہ وجود کی وجہ سے نظر آرہا ہے مگر ہے اعتباری ۔ ہم اپنے کو دیکھیں تو اعتباری اور خدا کو دیکھیں تو حقیقی ۔ چنانچہ لکھتے ہیں ۔

حجابِ دیدہ مجنوں خیال روئے لیلیٰ ہے
اگر ابطال باطل ہو تو تحقیقِ حقیقت ہے

اسی کی ذات ہے بالذات قطعاً ٭ تماشا یار کا ہے میں نہیں ہوں

فرمایا ۔ وجود تو ایک ہی ہے مگر نمائش اعیان کے استعداد کے عین مطابق ہے ۔ اپنی اپنی استعداد ہے ۔ فرماتے ہیں ۔

ہر جام کا رنگ جدا ہے پر مئے سے ہے کون جام خالی
بدکون ہے اور نیک ہے کون تو در ہر شان باکمالی
ہے غیر ترا معدوم اور غیب میں تو مکتوم پھر جلوے یہ کس کے ہیں یارب مجھے بتلادے

فرمایا ۔ وجودِ حقیقی بے کیف و بے رنگ بے چوں و چگونہ ہے مگر ہے خارج میں لہٰذا جو صورت اس میں نمایاں ہوگی خارج میں معلوم ہوئی ۔ نادان کسی صورت کو وجودِ خارجی میں دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ صورتِ موجود بہ وجودِ خارجی ہے ۔ مگر عارف سمجھتا ہے کہ صورت موجود فی الخارج نہیں بلکہ وہ علمِ الٰہی سے آئی ہے بلکہ علمِ الٰہی میں ہے اور خارج میں صرف وجودِ خارجی ہے جو بالذات موجود ہے ۔ وہی علم و عالم و معلوم ہے ۔ وہی شہود و شاہد و مشہود ہے اس جناب میں غیریت کو رسائی نہیں کیونکہ غیر علم میں ہے نہ کہ عین میں ۔ اسی خیال کو اشعار میں اس طرح پیش فرماتے ہیں ۔

جو نہ ہو اسی کی نمود ہو نہ نمود اصلِ وجود ہو
کوئی کیا بتائے کمال جو ہے خیالِ شعبدہ باز میں

خود نہاں اور عیاں اس سے نہاں ہائے جہاں حیرت انگیز ہے پیدائی کا پنہاں ہونا
ہے پیشِ نظر خیال تیرا ٭ ہرچند ہوں پیکرِ خیالی

حضرت نے ایک جگہ لکھا ہے ۔

عینِ ثابتہ اور تجلی میں جو اس کو نمایاں کرے گی اور جس کو صوفیا ۔ رب ۔ کہتے ہیں توافق و تطابق ہے جیسا عین ویسا ہی اس کا رب اور جیسا رب ویسا ہی اس کا عین و مظہر ۔ ہر تجلی اپنے مظہر کو چاہتی ہے اور ہر مظہر اپنے رب کو جو تجلیِ خاص ہے چاہتا ہے ۔ اگر وہ تجلی جو کسی عین سے خاص ہے نہ ہو تو وہ عین موجود ہی نہ ہوگا ۔ مخلوق ہی نہ ہوگا ۔ اگر یہ عین نہ ہوگا تو اس سے وہ اسمِ الٰہی جو خاص ہے اور اس کا رب ہے بےاثر ہوگا ۔ بے مظہر ہوگا اور چونکہ وہ اسمِ الٰہی و تجلی و رب بےاثر و بے مظہر ہوجاتا اگر یہ عین نہ ہوتا لہٰذا اس کا رب اس لئے راضی ہے اور وہ اپنے رب کے پاس مرضی و پسندیدہ ہے ۔

ان مسائل کو جو نہایت نازک ہیں حضرت اشعار میں اس طرح ظاہر فرماتے ہیں ۔

ایک شجر کے دونوں ثمر ہیں

کون اچھا کون برا میں کیا جانوں

دونوں جانب ایک لگن ہے

کس نے کس کو چاہا میں کیا جانوں

دوڑ کے دونوں مل گئے باہم

کون جیتا کون ہارا میں کیا جانوں

ایک صورتیا میں دو دو مورتیا

کون مولا کون بندہ میں کیا جانوں

ایک خیالی برقع پہن کر

کون پردے سے نکلا میں کیا جانوں

محی الدین ابن عربی شیخ اکبر نے اپنی کتاب " فصوص الحکم " میں ایک جگہ لکھا ہے ۔ مظہرِ تام کو انسان اور خلیفہ کا نام دیا ۔ چونکہ حقائق عالم کو حاوی ہے اور وہ حق تعالیٰ کے لئے بلاتشبیہ ایسا ہے جیسا آنکھ کی پتلی ۔ آنکھ کی پتلی ہی سے دیکھا جاتا ہے اور انسان آنکھ کی پتلی کو کہتے ہیں گویا انسان ہی کے توسط سے حق تعالیٰ ۔ اپنی مخلوق کو ملاحظہ فرماتا ہے اور اسی کو وجود عطا کرتا ہے ۔ کیونکہ مقصود تخلیقِ انسان ہے ۔

حضرت فرماتے ہیں :

مقصودِ خلق جہاں مرآتِ اسماء وصفات

زینت افزائے سریر وافسرِ شاہانہ ہم

آفرینِ آفرینش زیبِ اورنگِ شہی

نورِ چشم صاحبِ خانہ چراغ خانہ ہم

حضرت کا ارشاد ہے اگر ذات حق کو تمام نسبتوں اور اضافتوں سے قطع نظر کر کے دیکھیں اور صرف ذات ملحوظ رہے تو اس اعتبار میں اللہ ہے نہ بندہ ہے ۔ حضرت کا شعر ہے ۔

در محفلِ یکتائی اغیار نمی گنجد

اغیار چساں گنجد چوں یار نمی گنجد

آگے ارشاد ہوتا ہے کبھی لفظ اللہ کہتے ہیں اور ذاتِ حقہ مراد لیتے ہیں ۔ اس وقت اسم اللہ ۔ اسمِ ذات ہوتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں رہتا ۔

حضرت لکھتے ہیں :- ہے عجب رہِ حقیقت کہ نہیں نشانِ خلقت ✤ یہ کہاں مجالِ باطل کہ وہاں دو چار ہوتا

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آسکے

آئینہ کیا مجال جو صورت دکھا سکے

آگے ارشاد ہوتا ہے ۔ اور کبھی اللہ کہہ کر شانِ الوہیت مراد لیتے ہیں ، جس کے مقابل بندہ ہے ۔ ہم بندے ہیں تو وہ اللہ ہے ۔ ہم مربوب ہیں تو وہ رب ہے ۔ ہم عابد ہیں تو وہ معبود ہے ۔ ہم محب ہیں تو وہ محبوب ہے ۔ بیٹا نہ تھا تو باپ نہ تھا ۔ غلام نہیں تو آقا بھی نہیں ۔ رب کو مربوب چاہیئے اور آقا کو غلام ۔ اس خیال کو اشعار میں اس طرح پیش فرماتے ہیں ۔

نہ نیاز تھا تو نہ ناز تھا نہ درِ کمال ہی باز تھا
مری جانِ جاں تھا نہاں رہا ترا ناز میرے نیاز میں

دنیا کی کشمکش ہے سب تیرے دم سے حسرت
سارا فساد تیرا جھگڑا تمام تیرا

بربادیٔ عاشق سے کب رہتی ہے معشوقی
سب دم سے ہمارے ہے معشوقی و شیدائی

نہ دنیا کی مجھے حاجت نہ عقبیٰ سے مجھے مطلب
الٰہی تیری ہی خاطر مرا جینا ہے مرنا ہے

آئینہ تا بانم از بر برایم دل
زنہار کہ پیشِ من با ناز چنیں آئی

دادِ کمال و جمال ملے یہی تو وجہِ خلقت ہے
میری مجھی میں مخفی یار کی محبوبیت ہے
میں بھی نکلا کام ہی کا مجھ میں مرآتیت ہے
فقرِ گدایاں سے ظاہر ہوتی جود و سخاوت ہے

کیا فرشتوں کو خبر تھی کہ یہ خاکی پتلا + جان پڑتے ہی طلسمات کا پتلا ہوگا

حضرت کا ارشاد ہے : " محمدیوں کی دعا ہے زدنی فیک تحیرا خدایا مجھے تجھ میں حیرت بڑھا ۔ حیرتِ محمود میں چیز کے وجود کا تعین رہتا ہے مگر تعلیل و توجیہہ میں حیرانی ہے کیونکہ نظامِ عالم عقل سے پرے ہے " ۔ حضرت مقامِ حیرت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں :

غایتِ معرفت و علم ہے ناداں ہونا سرمہ دیدہ تحقیق ہے حیراں ہونا

سرگشتہ مثلِ مجنوں پایا تری گلی میں گر ہوش مند کوئی پہنچا تری گلی میں
دیوانگی پہ میری ہنستے ہیں عقل والے تیری گلی کا رستہ پوچھا تری گلی میں
ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا کچھ بھی پتہ نہ پایا مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں

ہر طرف نگاہوں کی لاکھ کد و کاوش کی پر نہیں ملا حسرت آج تک نشاں اپنا

فرمایا۔ "اللہ اپنے سوا کسی اور سے ہماری پرورش نہیں کر رہا ہے، اپنی ذات سے کر رہا ہے مجھے الجھن نہیں پیدا ہوتی زیادہ بڑھیں گے تو حیرت ہوگی مگر الجھن نہیں"۔ چنانچہ حضرت کا شعر ہے

یہ وادیٔ حیرت ہے تسلیم سلامت ہے ۔۔۔ اس جائے نہ اے حسرت کچھ چون و چرا کرنا

حضرت کا ارشاد ہے۔ "حیرتِ محمود والوں پر واحدیتِ اسماء وصفات کی تجلی ہوتی ہے تو کچھ توجیہہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور جب احدیت اور ذاتِ بےرنگ و بےچون و چگونہ کی تجلی ہوتی ہے تو حیران و بےخود کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ان کو نہ سر کی خبر رہتی ہے نہ پاؤں کی۔ صاحبِ محبت، حیرانِ محبت تو گھومتا رہتا ہے۔ قطبِ محبت کے اطراف حرکتِ دوری کرتا رہتا ہے۔ محبوب کے صدقے ہوتا رہتا ہے۔ محبوب کو چھوڑ کر جائے گا کہاں؟ جو سیدھا چلتا ہے حقیقتاً وہی ٹیڑھا راستہ چلتا ہے وہ مقصد سے دور ہے۔ حالانکہ جس کا طالب ہے اس سے وہ خود معمور ہے۔ اس کے لئے مبداء بھی ہے منتہیٰ بھی ہے، دونوں کے درمیان فاصلہ بھی ہے۔ جو حرکتِ دَوری کرتا ہے وہ ذات کا بندہ ہے۔ نہ اس کے کمال کی ابتداء ہے نہ اس کے کمال کی انتہاء"۔ اس خیال کو اس طرح پیش فرماتے ہیں۔

ایک گردش ہے صورتِ پرکار ÷ اور ٹھکانا نظر نہیں آتا

حضرت کا ارشاد ہے۔ "کیا عبد و رب میں کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ تعلق ہے تو کیا دونوں عین ایک ہیں؟ عین ایک ہیں تو ایک قدیم اور ایک حادث کیسا؟ اس الجھن کے سلجھانے میں ہر ایک نے حتی المقدور کوشش کی مگر اس کی معرفت میں جاہل کو بھی حیرت ہے اور عارف کو بھی حیرت ہے۔ اس تعلق سے فرماتے ہیں:

تو ہم ہے تو ہم ہے نہ قلت ہے نہ کثرت ہے ۔۔۔ نہ سمجھیں یہ تو حیرت ہے جو سمجھیں یہ تو حیرت ہے

جانتا ہوں میں کچھ ہوں بےشک ۔۔۔ پر یہ معلوم نہیں کیا ہوں میں
وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ۔۔۔ وہی سب کچھ ہے تو پھر کیا ہوں میں

دیکھا تو کچھ نہ پایا سوچا تو بس یہ سمجھا ۔۔۔ اک نام رہ گیا ہے میرا تری گلی میں

نیستی میں ہوں نہ ہستی میں ہوں ۔۔۔ بےنشانی ہے نشانی میری

زباں نے کچھ نہ دیکھا اور آنکھیں کچھ نہیں کہتیں ۔۔۔ جو دیکھا آنکھ نے قاصر رہی اس میں زباں میری

حضرت کا ارشاد ہے۔ "وجودِ حقیقی جزئی حقیقی ہے۔ ناقابل تکثر ہے۔ اس کے مقابل کوئی شئے نہیں۔ اگر کوئی شئے ہوسکتی ہے تو وہ عدمِ محض، نیستیِ محبت وہ تو مفہومِ بلا مصداق ہے۔ کوئی شئے دائرہ وجود سے خارج نہیں۔ وہی ذات ہے، وہی موجود ہے، وہی نور ہے وہی حیات ہے، وہی علم ہے، قدیم اور بالذات موجود ہے۔ وجود باوجود بسیط ہونے کے تمام صفاتِ متضادہ کا منشاء ہے۔ بعدِ انتزاع علم میں کثرت ہے اور اس کا منتزع عنہ صرف وحدت ہے۔ اس خیال کو شعر میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں

دائرے سے منتزع ہیں مرکز و قطر و محیط ÷ شانِ وحدت سے ہوئی ہے شانِ کثرت آشکار

یعنی حقائق الٰہیہ و اسماء وصفات کی کثرت سے متعدد ذوات کا موجود فی الخارج ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اسماء الٰہیہ امورِ انتزاعیہ ہیں اور ان سب کی ایک ہی ذات ہے اور وہ ذات واجبہ وہویت حقہ ہے۔

فرمایا: "اللہ سے سب کو نسبت ہے مگر ایک نسبت کا حکم دوسرے پر نہیں لگاسکتے۔ تعین بولتے ہی اطلاق چھوٹ گیا۔ میں بولتے ہی گھٹے، متعین ہوگئے۔ اس کے بعد فنائیت کہاں؟ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تجھ سے مرتبط ہیں، تیری وجہ سے قائم ہیں، ہم بالذات ہیں ہی نہیں"۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

مجھ کو مری بندگی مبارک — تجھ کو تری شانِ کبریائی
حسرت کے پاس کیا دھرا ہے — اک جان سو وہ بھی ہے پرائی
میں ہوں بھی سہی اور نہیں ہوں بھی سہی — حسرت بخدا عجب تماشا ہوں میں

فرمایا۔ اللہ نے اپنی ذات پر تجلی کی تو اعیانِ ثابتہ نمایاں ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سمجھا اس کا علم آیا یعنی صفات، حیات کے بعد (فیضِ اقدس)۔ پس حقیقت میں، خارج میں وجود ایک ہی ہے۔ اس بات کو مثال کے ذریعہ اس طرح سمجھایا۔ ایک لیمن کا شیشہ منھ بند ہے تو اس وقت ہم کو کیا نظر آئے گا؟ صرف لیمن۔ مگر لیمن کے اندر بلبلے ہیں۔ منھ کھولو تو وہ بلبلے پیدا ہوتے ہیں۔ اب لیمن کہاں ہے؟ بلبلوں میں۔ بلبلے لیمن میں تھے، عینِ لیمن تھے۔ کھلنے کے بعد بلبلے ظاہر ہوگئے۔ لیمن کہاں ہے؟ بلبلوں میں، عینِ بلبلے ہیں۔ اسی خیال کو شعر میں اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

پہلے ہم تھے وحدت میں — اب تو ہم میں وحدت ہے

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم میں لکھتے ہیں۔ خدا کے اسمائے حسنیٰ بے حد و بے حساب ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے چاہا کہ اعیانِ اسماء اور حقائق اور صورِ علمیہ کو ملاحظہ فرمائے۔ یا یوں کہو کہ وہ اپنے آپ کو ملاحظہ فرمائے۔ مگر کس طرح۔ ایک موجود خارجی میں، جو جامع ہو اسرار کا اور مظہر تام ہو اسمائے الٰہیہ کا۔ ایسا ملاحظہ کیوں؟ اس لئے کہ کسی کا اپنے آپ کو خود ہی اپنے میں دیکھنا ایسا نہیں، جیسا کہ اپنے آپ کو آئینے میں دیکھنا۔ یہ ملاحظہ آئینے کے حسبِ حیثیت ہوگا جو سامنے پیشِ نظر ہو۔ یہ ملاحظہ ہرگز نہ ہوتا جب تک آئینے پر وہ اپنی تجلی نہ ڈالتا اور آئینے میں اس کا انعکاس و ظہور نہ ہوتا۔

اسی خیال کو حضرت نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے

بقدرِ وسعِ آئینہ ہوا آئینہ گر ظاہر — بناکر آئینہ خانہ، وہی محوِ تماشا ہے

شیخ اکبر ابن عربی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ جب یہ ٹھیرا کہ حسبِ استعداد عینِ ثابتہ تجلیِ حق ہوتی ہے۔ تو متجلی یعنی دیکھنے والا مراتِ حق میں اپنی صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اس نے ذاتِ حق کو اور شانِ تنزیہ کو ہرگز نہیں دیکھا اور ہرگز دیکھ ہی نہیں سکتا۔ ہاں اس کو اتنا علم ضرور ہے کہ وہ حق میں خود کو دیکھ رہا ہے۔ جیسے تم آئینے میں اپنی صورت یا دوسروں کی صورتیں دیکھتے ہو تو کیا آئینے کو بھی دیکھتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ آئینے کا کام دکھانا ہے نہ کہ دکھائی دینا۔ آئینہ اگر نظر آجائے تو وہ آئینہ نہ ہوا بلکہ ایک شیشے کا ٹکڑا ہوا۔ مگر اتنا ضرور سمجھتے ہو کہ میں آئینے ہی میں خود کو دیکھ رہا ہوں"۔

حضرت لکھتے ہیں:

آئینہ کہے گا کیا، کیا تجھ میں ہے رعنائی — پوچھ اس سے تری قیمت تیرا جو ہے شیدائی

اس موقع پر حضرت کا ایک اور شعر ملاحظہ فرمائیے

میں جلوہ محبوب میں بُت بن کے کھڑا ہوں — وہ بھی ہیں کھڑے محوِ تماشا میرے آگے

حضرت ہی کا ایک دوسرا شعر ہے

آئینہ رو کے سامنے ہم بن کے آئینہ — حیرانیوں کا ایک تماشا کریں گے ہم

مندرجہ بالا اشعار میں حضرت نے یہ بتلایا ہے کہ ہمارے اپنے آپ کو دیکھنے کا آئینہ حق تعالیٰ ہے اور حق تعالیٰ کے اپنے اسماء اور ظہورِ احکام کے دیکھنے کا آئینہ ہم ہیں۔

فرمایا۔ - الاول تو احدیت ہے۔ والاخر واحدیت ہے۔ والظاہر واحدیت ہے۔ والباطن احدیت ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ پہلے احدیت اور پھر واحدیت بولے اور اس کے بعد واحدیت کو پہلے اور احدیت کو بعد لائے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک تھا۔ اپنے کمالات بتلانے کے واسطے واحدیت میں آیا۔ تنزل کرکے ہم تک پہنچا۔ تم ترقی کرکے اس تک پہنچو۔ تم ترقی کیسا کریں گے ؟ یہ تمام صفات کے جھگڑوں کو چھوڑ دو اور واحدیت سے احدیت کی طرف جاؤ۔ جب تک یہ صفات کے جھگڑے نہ چھوڑیں احدیت کو نہیں جاسکتے۔ حضرت کا شعر ہے :

جس کا ہے اُس کو دے دے واجب ردِ امانت ہے

فرمایا۔ "وہ" "مو" بنا، حلق سے ہونٹوں تک آیا۔ اب تم ہونٹوں سے حلق تک پہنچو۔ "وہ" ہو۔

فرمایا۔ "اول اللہ چھپا ہوا تھا، کوئی جانتا نہ تھا۔ اب اس نے اپنے اوپر ایک پردہ ڈالا یعنی تعین لیا۔ تو اب اس تعین کے لحاظ سے ایک حکم ہے اور اس عدم تعین کے لحاظ سے دوسرا۔ تو پردے کے اندر کا معشوق اور پردے کے باہر والا عاشق"۔ فرماتے ہیں :

اس شوقِ تماشا نے اُس کو بھی کہاں چھوڑا

پردے سے نکل آیا خود بن کے تماشائی

فرمایا۔ اب عاشق جیسا جیسا پردے اٹھاتا جائے گا، تعین ویسا ویسا کم ہوتا جائے گا اور اتنی ہی معشوقیت اُس عاشق میں بھی آتی چلی جائے گی۔ پس تعین کا کمال یہی ہے کہ تعین سے نکل کر اس بے رنگی میں جاملے۔ پردے اٹھانے کے لئے طلب کی ضرورت ہے اور طلب عشق ہے۔ سب وہی ہے دوسرا ہے کہاں ؟ جو اُس کا عاشق بنے۔ لکھتے ہیں :

اے جذبہ عشق تیری کیا بات لیلےٰ باہر نکل ہی آئی

مجنوں کا لباس زیبِ تن تھا لیلےٰ جس وقت باہر آئی

مجنوں نے جو دیکھا آئینے کو لیلےٰ کی شکل اُس میں پائی

دیکھا تو وہ چیز اور ہی تھی کچھ اور ہی تھی سنی سنائی

فرمایا۔ "اللہ میاں میں دو باتیں ہیں۔ اجمال، تفصیل۔ تفصیل یہ چاہتی ہے کہ میں اجمال میں جاکر فنا ہوجاؤں اور اجمال چاہتا ہے کہ خود کو تفصیل میں دیکھوں یہ دونوں خدا کی شانیں ہیں۔ اجمال میں محبوبیت اور تفصیل اُس کی عاشق۔ اجمال میں وہ پکارتا ہے کہ، ہے کوئی مجھے دیکھنے والا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

دریا پکارتا ہے ادھر دیکھ اے حباب + تیرے لئے میں تیری طرح بے قرار ہوں

فرمایا۔ اس کے بعد تفصیل میں ہر ایک کہتا ہے کہ میں ہوں تیرا عاشق چنانچہ لکھتے ہیں

تو کمالِ حسن سے سرفراز مجھے تیرے عشق سے امتیاز

نہ تری نظیر ہے ناز میں نہ مری نظیر نیاز میں

وہ باندھ کے بیٹھا ہے دامن ترے دامن سے

دیوانہ پہ قرباں ہے داناؤں کی دانائی

حسن و عشق کی کرشمہ سازیوں کے بارے میں لکھتے ہیں :

سیر گہ میں دل کسی لے لے لیا — کیا تماشے میں تماشا ہوگیا
آنکھ ملنے کا بہانہ ہوگیا — دل پہ اس ظالم کا قبضہ ہوگیا
یاں ہماری ہوگئی مٹی خراب — اور ان کا اک تماشا ہوگیا
آنکھ ملتے ہی ہمارے دل پہ اک بجلی گری — کچھ خبر ہم کو نہیں باقی کہ پھر کیا ہوگیا

حسن و عشق کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں، لب و لہجہ واردات کا پتہ دیتا ہے

عشق ہے اک بلائے جاں حسن ہے آفتِ جہاں
وادیِ حسن و عشق میں جان کے کوئی جائے کیوں
عشق ہے دل لگی نہیں کھیل نہیں ہنسی نہیں
دل کو خود اپنے ہاتھ سے دے کے یہ ہائے ہائے کیوں

مرضِ عشق کو وہ کیا جانے — اس میں جو مبتلا نہیں ہوتا
عاشقی ہے حوصلہ مندوں کا کام — یہ بھی کیا کچھ کھیل ٹھٹا ہوگیا
جان دینے کا محبت نام ہے — عشق کرنے کو کلیجہ چاہیے
عاشقی کیا ہے اک گناہِ عظیم — زندگی بھر عذاب ہوتا ہے
بلا خیز ہے عشق کی سرزمیں — وہاں عاشقِ بے جگر جائیں گے
مجلسِ عشق میں ہوگی حسرت — خوب ہی مرثیہ خوانی میری
مکتبِ عشق میں معلوم نہیں لے گا کون — درسِ افتادگی و درسِ فنا میرے بعد

دردِ دل کی قیمت کا یوں اندازہ کراتے ہیں

مضغۂ گوشت سے سوا نہ ہوا — دل اگر درد آشنا نہ ہوا
دو جہاں بیچ کر حسرت اسے حاصل کرلے — لذتِ درد جو مل جائے کہیں تھوڑی سی

درد تو لاعلاج بن او شبِ غم دراز ہو
میں رہوں اور بے کسی کوئی نہ چارہ ساز ہو
سینہ میں دل کباب ہو آنکھوں میں سیلِ آب ہو
نغمہ طرب فزا نہ ہو، نغمہ فزا نہ ساز ہو

لذتِ درد پہ میں جیتا ہوں — کونسی مجھ کو اور راحت ہے
دل کا میرے درد وہی میری آہ سرد وہی — میرا جینا اور مرنا لا الہ الا اللہ
دردِ محبت ہے ایک نعمت — ہو کیوں نہ پیارا رہی رہی

عبداللہ

محبت کے تعلق سے جو محبوب و محب کو ایک کرتی ہے لکھتے ہیں۔

اگر اڑ جائیں کوئے دلربا میں دھجیاں میری — میں عینِ کامرانی اس کو سمجھوں راہِ الفت میں
محبت میں گھل گھل کے مرجائیں گے — محبت سے ہرگز نہ پھیریں گے منھ
تو کیا چیز ہے جس سے ڈر جائیں گے — محبت میں مرنے کو تیار ہیں
تو اک دن جہاں سے گذر جائیں گے — محبت کی گر ہے یہی صبح و شام
عوض خوں کے خیالِ یار ٹپکے گا جو دل چیریں — محبت نے نہ چھوڑا جز خیالِ یار کچھ دل میں

محبوب سے مخاطبت ملاحظہ ہو

آمرے دل میں کہ غیروں کا نہیں اس میں گذر
پردہ غیروں سے اگر تجھ کو ہے کرنا منظور
یہ جھروکا تمہیں منظور کہ یہ گھر مطلوب
آنکھ میں رہنا ہے بہتر کہ مری جاں دل میں
اس سے بہتر نہیں پردہ کا کوئی اور مقام
تم کو چھپنا ہو تو چھپ جاؤ مری جاں دل میں

داد لینی ہے تو پردہ سے نکلنا ہوگا — خود ستائی کے تو قائل نہ کبھی ہم ہونگے
تمہیں جن نگاہوں سے ہم دیکھتے ہیں — بھلا آئینہ میں کبھی تم نے دیکھا
آئینہ ہاتھ میں اور دعویٰ ہے تنہائی کا — دیکھو کیا کہتے ہو دنیا میں ہے مجھ سا کوئی
کہیں چھپتی ہیں پیار کی آنکھیں — لاکھ نیچی نظر رکھو اپنی
گلے سارے دل کے اتر جائیں گے — نگاہِ محبت سے گر دیکھ لو

حضرت کا ارشاد ہے۔ " اہلِ توحید یہ فرماتے ہیں کہ موجود بالذات صرف خدائے تعالےٰ ہے اور جس قدر جتنے موجودات ہیں وہ سب خدا کی صورتیں ہیں، امتیاز کے لئے مختلف نام رکھ دیئے گئے ہیں۔ یعنی تمام موجودات عینِ حق ہیں۔ پس خدا کے سوا بندے کو بھی موجود سمجھنا شرک ہے۔ بھلا کس کی مقدور ہے کہ خدا کے سامنے اپنے موجود ہونے کا دعویٰ کرسکے "۔

اسی خیال کو رباعی میں اس طرح پیش فرمایا ہے

ناداں یہ ادعائے ہستی کب تک — زعمِ باطل کی بادہ مستی کب تک
ظالم یہ شرک و خود پرستی کب تک — تو بھی موجود اور حق بھی موجود

حضرت کا ارشاد ہے۔ " دیکھو خدائے تعالےٰ فرماتا ہے، ھوالاول و الاخر و الظاھر و الباطن۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ سنو ؛ قاعدہ یہ ہے کہ جب اضداد بیان کئے جاتے ہیں جیسے روز و شب، لیل و نہار خورد و بزرگ، زن و مرد تو اس سے کل اور سب افراد مراد ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب خبر پر ال یعنی الف لام آتا ہے تو حصر کے معنیٰ پیدا ہوتے ہیں۔

لہذا آیت کے معنیٰ یہی ہوئے کہ وہی اول ہے ، وہی آخر ہے ، وہی ظاہر ہے ، وہی باطن ہے ۔

اسی خیال کو اشعار میں اس طرح پیش فرمایا ہے ۔

وحدت میں اس کی حرف دوئی کا نہ آسکے ۔۔۔ آئینہ کیا مجال جو صورت دکھا سکے
وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ۔۔۔ وہی سب کچھ ہے تو پھر کیا ہوں میں
جانتا ہوں کہ میں کچھ ہوں لیکن ۔۔۔ پر یہ معلوم نہیں کیا ہوں میں
ہم نے تو لاکھ ڈھونڈا کچھ بھی پتہ نہ پایا ۔۔۔ مجنوں کدھر چھپا ہے لیلیٰ تری گلی میں
ہے غیر ترا معدوم اور غیب میں تو مکتوم ۔۔۔ پھر جلوے یہ کس کے ہیں یارب مجھے بتادے
مرآتِ حقائق ہے یہ دنیا مرے آگے ۔۔۔ ہر ایک میں ہے یار کا جلوہ مرے آگے
نیرنگیٔ اشکال ہے نیرنگِ مرایا ۔۔۔ سو رنگ میں ہے ایک ہی جلوہ مرے آگے

ایک مرتبہ درس میں فرمایا ۔

" آپ آنکھوں سے جو دیکھ رہے ہیں ، کانوں سے جو سن رہے ہیں یہ سب خدائے تعالیٰ کی تجلیات ہیں ۔ یاد رکھو ! خدائے تعالیٰ کی تجلی ہمیشہ تشبیہ میں ہوگی ۔ کیونکہ تنزیہ ذات میں دوئی کی گنجائش ہی نہیں تو اسے دیکھنے والا کہاں سما سکتا ہے ۔

اسی خیال کو اشعار میں اس طرح پیش فرمایا ہے ۔

جب وہ نہوں تو میں ہوں نہوں میں تو وہ رہیں
حسرت یہ رنگ ہو تو میں کیا کامگار ہوں
ہوگئے مدہوش پہنچی ہم کو جب بوئے شراب
یعنی پہنچے بھی نہیں تھے تادرِ میخانہ ہم
جستجو میں ان کی ہم خود کھوگئے ۔۔۔ چاہتے کیا تھے مگر کیا ہوگیا
حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد ۔۔۔ رہ گئے ہائے مرے دل کے سب ارماں دل میں
درِ یار پر شہادت یہ کہاں تھی میری قسمت ۔۔۔ مجھے بامزہ تھا مرنا جو ہزار بار ہوتا
مرے حصہ میں شب و روز جگر کاوی ہے ۔۔۔ مری قسمت میں کہاں یار کا مہماں ہونا

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اہل درس سے فرمایا ۔ " یہ بات یاد رکھو کہ جو چیز اوپر کے عوالم سے ہو کر عالم شہادت میں آئے گی اس عالم کے آثار کے ساتھ آئے گی اس طرح دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے خدائے تعالےٰ کی تجلیات ہی کا ظہور ہے "۔ " میں یہاں ہوں "۔ آپ نے مجھے دیکھا ۔ وہ کیا چیز ہے جس پر آپ کی نظر پڑی ؟ آپ کی نظر " ہے " یعنی وجود پر پڑی اور وجود بالذات تو اللہ ہی کا ہے ۔ اللہ کی ایک صفت ھو الظاھر بھی ہے ۔ جو اللہ کو ظاہر نہ سمجھے اس کے ایمان میں نقص ہے ۔

چنانچہ فرماتے ہیں

جس طرف دیکھتا ہوں تو ہی ہے ۔۔۔ غیر تیرا نظر نہیں آتا
پُرگشت دل و جانم از جلوہ جانانم ۔۔۔ در چشم من اے حسرت بزیار نمی گنجد

ترا جس کا ہو ارادہ وہی روبرو ہو پیدا　　ترا قصدِ یار ہوتا تو وہ تیرا یار ہوتا

حضرت کا ارشاد ہے : میں پوچھتا ہوں وجود سے پہلے کیا ہے ؟ کچھ نہیں ۔ وجود کے بعد کیا ہے ؟ کچھ نہیں ۔ بس ۔ ہے ۔ کے ساتھ وجود آجاتا ہے ۔ اچھا جوازلی و ابدی ہو ۔ جو سب کی اصل ہو ۔ وہ کیا ہے ؟ وہ ۔ حق ۔ ہے اللہ ہے لا الہ الا اللہ ۔ یہ سب باتیں کس نے سکھائیں ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ پس خدا کے سوا کسی اور کو موجود سمجھنا شرک فی الوجود ہے اور شرک فی الوجود سے بدتر کیا بات ہوگی ۔ ذاتِ باری میں اس کی احدیت میں کسی ممکن کا کیا دخل ہے ۔ بندہ تو وہی ہے جو کچھ نہ رکھے ۔ یاد رکھو جتنا خالی ہوتے جاؤ گے اتنا ہی بھرتے جاؤ گے ۔ کچھ نہ رکھو گے تو سب کچھ ہو جاؤ گے ۔ اللہ بس باقی ہوس ۔ یہ لوگ وجود الوجود اور ہمہ اوست کے قائل ہیں ۔

اسی خیال کو اشعار میں بطور تعلیم پیش فرمایا ہے ۔

یہ کہاں کی غیریت ہے کہ بنی حجابِ وحدت　　اسے گر سمجھتے ظاہر تو وہی دو چار ہوتا
دل سارے جہاں سے اٹھادے　　جو غیرِ خدا ہو بھلادے
خود اپنے کو بھی مٹادے　　بس یار کو تونے پایا رے
مری ہستی ہی کیا ہے میں نہیں ہوں　　وہی جلوہ فزا ہے میں نہیں ہوں
خیال اس یار کا ہے میں نہیں ہوں　　وہ کیسا بتلا رہا ہے میں نہیں ہوں
وہ چھپ سکتا نہیں ظاہر وہی ہے　　وہی اک برملا ہے میں نہیں ہوں
اسی کی ذات ہے بالذات قطعاً　　تماشا یار کا ہے میں نہیں ہوں
میں پہلے ہی کہاں تھا جو فنا ہوں　　فنا میں کیا دھرا ہے میں نہیں ہوں
خدا کے سامنے ہستی کا دعویٰ　　سوا باطل کے کیا ہے میں نہیں ہوں
نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں　　خدا ہی ہے خدا ہے میں نہیں ہوں
کہاں تک یہ خودی باطل پرستی　　یہی اس کی دوا ہے میں نہیں ہوں
خدا کو جس نے پایا وہ کہاں ہے　　وہ کھو کر کہہ رہا ہے میں نہیں ہوں
جو بندہ ہے وہ ہے اک وہمِ باطل　　یہ باطل جانتا ہے میں نہیں ہوں

نہیں معلوم حسرت کو کوئی بات
پر اتنا جانتا ہے میں نہیں ہوں

منظور منظور اے اہلِ دنیا　　اللہ میرا باقی تمہارا
اے ذاتِ تو مجمع الکمالات　　میں بھی ہوں کمالِ بے کمالی

حضرت فرماتے ہیں ۔ یاد رکھو : تین مفہوم ہیں ۔ واجب بالذات ، ممکن بالذات ، ممتنع بالذات ۔ واجب کا وجود ضروری ہے ۔ ممتنع کا وجود محال ہے ۔ ممکن بالذات معدوم ہے ۔ وہ وجودِ واجب تعالیٰ سے موجود ہوتا ہے ۔ لہذا واجب بالذات نہ ممکن بالذات ہوسکتا ہے نہ ممتنع نہ ممکن واجب ہوسکتا ہے نہ ممتنع ۔ نہ ممتنع واجب ہوسکتا ہے نہ ممکن ۔ ورنہ انقلابِ حقائق لازم آئے گا ۔ بہرحال ممکن اور بندے سے وجوبِ ذاتی و استغنائے ذاتی کبھی نمایاں نہ ہوں گے ۔ بندہ ہمیشہ سرافگندہ ۔

چنانچہ لکھتے ہیں ۔

جو کچھ ہے وہ آقا کا کچھ بھی نہیں بندے کا — حسرت ترا بندہ ہے وہ تجھ کو بھلا کیا دے
نازش حسرتِ بیچارہ کہ بیچارہ رہے — کبریا تیری ردا فخر ہے جامہ تیرا
دے کے اس کا مال اس کو ہم نے اس کو لے لیا — کیسے ہیں دادوستد میں عاقل و فرزانہ ہم
للہ الارض وَالسّمٰوات — میری ہر چیز ہے پرائی
مجھ کو مری بندگی مبارک — تجھ کو تری شانِ کبریائی
حسرت کے پاس کیا دھرا ہے — اک جان سو وہ بھی ہے پرائی

حضرت کا ارشاد ہے ۔ • کمالات وجودِ واجب تعالیٰ کی وجہ سے نمایاں ہوتے ہیں نقائص • عدم اور امکانِ ذاتی کا تقاضہ ہیں ۔ تو بندے کو چاہئیے • عیوب و نقائص میں خود کو اللہ کی سپر بنائے اور ذاتِ حق تک نقائص کو پہنچنے نہ دے اور کمالات و محامد میں ذاتِ حق کو اپنی سپر بنائے یعنی کمالات کو اس کی طرف منسوب کرے ۔

حضرت کے چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

نہیں نقدِ عمل کچھ بھی مرے جیب و گریباں میں — مگر دل میں ہیں یارب تیرے محبوبوں کی تصویریں
میں سراپا ہوں گنہ گار مگر — یا الٰہی ترا بندہ ہوں میں
مردِ خدا رسیدہ ہے ایک ہی برگزیدہ ہے — جس پہ جہاں کو ناز ہو اس کو نہ کوئی ناز ہو
حسرت کی جھولی خالی ہے — مانگے گا نہ کیوں سائل ہی تو ہے
کام کا کچھ نہیں ہوں میں یارب — بخش دے اپنی مہربانی سے
ظاہر خیر و شر سب کا — کرتا رب العزت ہے
بُرا بھلا ہم کرتے ہیں — منشاء کیونکہ طبیعت ہے

حضرت کا ارشاد ہے ۔ • ارادے کے بعد جو افعال ہیں ان میں اختیار ہے خواہ ارادہ اور ارادہ سے پیشتر جو امور ہیں ان میں اختیار نہیں ۔کیونکہ اگر ارادہ بغیر ارادہ کے نہ ہو بلکہ ارادہ سے ہو تو ارادہ کے لئے ارادہ اور اس کے لئے ارادہ لازم آئے گا جو مستلزم تسلسل ہے ۔

اسی خیال کو اشعار میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے

قبلِ ارادہ ہیں مجبور — بعدِ ارادہ قدرت ہے
کامل علت ہے عاجز — ناقص میں کچھ قدرت ہے
نظمِ جہاں میں عاجز ہیں — جزئی طور سے قوت ہے
مقصد مرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا — میں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں
جب اس کا ارادہ چلتا ہے — پھر اپنا ارادہ کون کرے
قربِ فرائض گر پوچھو — اور ہی ترکِ ارادت ہے
ترکِ ارادی اور ہے شئی — اور ہی ترکِ ارادت ہے

اندازِ فکر اور نقطہ نظر

اندازِ فکر و نقطہ نظر

صفحہ

پارٹی بندی اور لیڈری کی وباء ۔ گندم نما جوفروشی ۴۵۵

لیڈرانِ قوم کو مشورے اور ہدایات ۴۵۶

منافق ۔ قوم ۔ قومیت کا رشتہ اتحاد ۴۵۷

نظامِ تمدنِ اسلام ۴۵۸

دنیا جنگ کی راہ پر ۴۵۹

احساسِ برتری ۔ اعتدال ۔ رائے شماری ۔ اسلامی حکومت ۴۶۰

دارالشوریٰ ۴۶۱

اُصولِ نفاذِ قوانینِ اسلام ۔ اجماعِ اُمت ۔ اسلام دشمنی ۴۶۲

تعصب اور عصبیت ۔ حفاظتِ تمدن ۔ طوائف الملوکی ۴۶۳

خیرِ دارین ۔ اُصولِ اسلام ۴۶۴

اقتضائے وقت ۴۶۵

عملِ صالح ۔ عملِ قلبی ۔ تبلیغ ۔ ضبطِ تولید ۴۶۷

تعدادِ ازدواج ۔ سخاوت و شجاعت ۔ جہاد ۴۶۸

وارفنڈ یا جزیہ ۔ غلامی ۴۶۹

حقوق العباد ۴۷۰

اسلامی تہذیب و تمدن، حکومت و سیاست
کے عنوانات پر حضرت کا اندازِ فکر اور نقطہ نظر

قرآن و حدیث پر گہری بصیرت رکھنے کی وجہ سے حضرت، شریعت کی روح اور ساتھ ساتھ اپنے زمانہ کے مزاج سے بھی خوب واقف تھے۔ جس کا نتیجہ تھا کہ علماء، فقراء، مشائخین، صاحبانِ ثروت و عزت سب کے لئے قابلِ قبول اور محترم ہستی تھے۔ علمائے دین، پیشوایانِ ملت، لیڈران قوم ہر ایک حسب حیثیت اس پیکر علم و عمل سے مستفید ہوتا تھا۔ اس مضمون کے مطالعہ سے جہاں اسلامی تہذیب و تمدن، حکومت و سیاست کے عنوانات پر حضرت کے اندازِ فکر اور نقطہ نظر کا تھوڑا بہت اندازہ ہوجائے گا وہیں تازہ احساسات اور رجحانات کے صحیح ادراک کے ساتھ ہماری موجودہ زندگی کے خد و خال آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ قوم کی حقیقی روح کا بہترین عکس بھی پیشِ نظر ہوجائے گا۔ اور قوم کے قوائے فکر و عمل کو پھر سے مجتمع کرکے ملی جمعیت کو مستحکم بنانے کا شعور بھی بیدار ہوگا۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں کی درستی کے لئے موجودہ ماحول میں راستہ متعین کرنے میں مدد ملے گی۔

پارٹی بندی اور لیڈری کی وبا حضرت کے معتقدین، مریدین، ملاقاتیوں اور شاگردوں کا نہایت وسیع حلقہ تھا۔ مگر آپ نے کبھی کسی سیاسی تحریک میں حصہ لیا نہ کوئی پارٹی اور جماعت تشکیل دی، اور نہ کسی پارٹی سے کوئی تعلق رکھا۔ کیونکہ آپ کی افتادِ طبیعت پارٹی بندی کی وباء سے ہمیشہ کراہت کرتی رہی۔ چنانچہ پارٹی بندیوں کو ملت واحد کے حق میں باعثِ افراق سمجھتے تھے۔ اتحاد المسلمین کو ضروری خیال کرتے تھے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے "آج کل کے مسلمان نہ کام کے نہ کاج کے۔ پارٹی بازی ہے، خودمختاری ہے نہ ان کا کوئی پیشوا ہے نہ لیڈر۔ ہر ایک لیڈری کا مدعی ہے اور فالوور ندارد۔ سب امام ہیں بغیر مقتدی کے۔ عمل سے کوسوں دور۔ غیر مسلم منظم ہیں، برسرکار ہیں، صنعت و حرفت، علم وکمال کی تحصیل میں منہمک ہیں۔

گندم نما جوفروشی حضرت ان لیڈروں و پیشواؤں سے متنفر تھے جن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جاہل اور جذباتی عوام کو برانگیختہ کرکے اپنی ہوس رانیوں کا آلہ کار بنائیں۔ ایسے اشرار جن کی زندگی کا نہ کوئی مقصد تھا اور نہ صحیح نصب العین، وہ اٹھے، رسوا ہوئے اور چل بسے لیکن ملت کو نقصانِ عظیم پہنچا گئے۔ ایسے خود غرض لیڈروں، گندم نما جوفروشوں کا آپ نے خوب نقشہ کھینچا ہے۔ مختلف اصول سے، مختلف ناموں سے، مختلف مقاصد کو پیش کرکے قوم سے چندہ حاصل کرنا، سارا پیسہ پنڈالوں کی تیاری میں فرسٹ کلاس کے کرایوں میں، کچھ اپنے معین و مددگاروں میں، جو حقیقت میں ان کے قرابت دار ہیں، صرف کردینا لیڈری کے لوازم سے ہے۔ غریب مولوی، مشائخ جن کو وہ اپنے لئے مانع و مزاحم سمجھتے ہیں ان پر لعنت کروانا، تبرا کروانا، رات دن ان کی غیبت کرنا، مذہب کو مانع ترقی سمجھنا اور پھر مذہب ہی کا نام لے کر مسلمانوں کو برانگیختہ کرنا، عملی کام پوچھو تو خاک نہیں۔ شور پکار بہت ہے۔ نہ حقیقی حبِ قومی ہے نہ دین و مذہب کی حمیت۔ غرض دین ہے تو پیسہ ہے اور عزت ہے تو پیسہ ہے۔ خدا محفوظ رکھے اس لیڈری سے اور اس کے شر سے "۔

لیڈرانِ قوم کو مشورے اور ہدایات

ان اصحاب کو جو سیاست میں حصہ لیا کرتے اور ملاقات کو آتے حضرت ہر وقت یہی تاکید فرماتے کہ کسی امر میں فیصلہ کرنے سے پیشتر اخلاص سے ہزار بار مل کر سوچو۔ جب فیصلہ کر چکو تو باہم ایک ہوکر اس پر مضبوطی سے قائم ہوجاؤ و اذا عزمت فتوکل علی اللہ ۔ باتوں کی جمع خرچ اور خیالی منصوبہ بندیوں کی مذمت فرماتے ۔ ان سے پوچھتے ۔کچھ معلوم ہے ؟ تمہارے محلہ میں کتنی بیوائیں ،کتنے یتیم بچے ہیں ؟ کتنے لونڈے آوارہ گردی کررہے ہیں ؟ کچھ ان کی تعلیم و تربیت کا بھی خیال ہے ؟ ان کو متنبہ فرماتے کہ اہلِ کتاب و مشرکین دونوں کے میٹھے میٹھے الفاظ پر نہ جاؤ۔ ان کے وعدوں پر اعتماد نہ کرو۔ یہ کبھی نہیں چاہتے کہ تم کو کسی قسم کی بھلائی پہنچے ۔ اللہ کی اطاعت کرو ،آپس میں اتفاق پیدا کرو ، باہم قابلِ اعتماد بنو ۔ بے منشاء پرتشدد مظاہروں کی مخالفت فرماتے ۔گذشتہ کے ان تلخ تجربوں کو جن کو مسلمان اٹھا چکے تھے اور جو بے سوچے سمجھے سیاست میں کود پڑنے کا نتیجہ تھے ، بیان فرماتے ۔ باقاعدگی ، نظم و ضبط ، مناسب تربیت ، رازداری اور وقت کی مناسبت سے کام کرنے کا مشورہ دیتے ۔ ہر قسم کے امکانات پر غور و فکر کرنے کی تاکید فرماتے ۔ اور ہر کام میں مستحکم لائحہ عمل کی ضرورت پر زور دیتے تھے ۔ مختلف تاریخی مثالوں سے ظاہر فرماتے کہ قربانی کے بغیر کوئی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا ۔ مگر بے سوچے سمجھے قربانی محض حماقت ہے ۔ مہمل ہے ۔ لیڈری آسان نہیں ۔ اس کو معلوم رہنا چاہئیے کہ کہاں رکنا ہے ؟ کہاں بڑھنا ہے ؟ کہاں اقدام کرنا ہے اور کہاں صرف مدافعت کرنی ہے مسلمانوں کی جان نہایت قیمتی ہے ، خدا کی امانت ہے ، کھیلنے کے لئے نہیں ہے ۔ دشمن سے ہر وقت ہوشیار رہنے کی تاکید کرتے ۔ قائد کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ، ماضی کے بیش بہا ورثہ کی یاد دلاتے ۔ ہر جزئی امر اور ہر معمولی عمل کو زیرِ نگاہ رکھنے کی افادیت سمجھاتے کہ معمولی جزئیات آئندہ امور کے خد و خال بناتی ہیں ۔ آج کی فکر میں فرد اسے غافل نہ ہونے کی ہدایت فرماتے ۔ اندھی تقلید کو ناپسند کرتے ۔ اتحاد پر زور دیتے کہ اتحاد میں قوت ہے ۔ اصل سیاست قوت ہے ۔ قوت کے بغیر سیاست ناممکن العمل اور بے کار ہے ۔ فرمایا کرتے :- پارہ نقطہ اعتدال پر رہے ۔ گرمی زیادہ ہوئی تو حرارت اور موت ، گرمی کم ہوجائے تو ضعف اور موت ۔ ارشاد فرماتے : یاد رکھو ! قوم کے گنہگار مت بنو ۔ قومی گناہ کروگے تو تمام افرادِ قوم کے گنہگار بنوگے ۔ ناجائز طور سے ایک پیسہ قوم کا لینا تمام قوم کے افراد کو بازپرس کرنے کا حق دینا ہے ۔

حضرت کیا چاہتے تھے ؟ حضرت چاہتے تھے کہ مسلمان کسی حالت میں رہیں ، لاکھ پستی میں رہیں ، لیکن ان کی روح بیدار رہے ، مضطرب اور بے قرار رہے ، حرکت میں رہے ۔ ان کا مخصوص مزاج قومی متاثر نہ ہونے پائے تاکہ وہ پھر سے اٹھ کھڑے ہوسکیں ۔ نام رجسٹر مردم شماری میں مسلمانوں کی فہرست میں لکھا دینے سے کیا ہوتا ہے ۔

حضرت کو ہر وقت یہی فکر رہتی کہ مسلمانوں میں نئی قوت پیدا ہوجائے اور ان کی کھوئی ہوئی حیثیت پھر سے واپس آجائے ان کا مقام بلند اور مستحکم ہوجائے ۔ مسلمانوں کی اقتصادی ، تعلیمی ، مذہبی اور سیاسی پستی اور ان کی زبوں حالی کا شدید احساس تھا ۔ اور اس سلسلہ میں جب بھی ارشادات ہوتے حضرت کے وفورِ غم کے ترجمان ہوتے ۔ مسلمانوں کی ترقی ، خوشحالی اور ان کے درخشاں مستقبل کے لئے ہر وقت رب العزت سے دست بدعا رہتے ۔ دعا کرتے کہ اللہ مسلمانوں کو منافقین کے شر سے بچائے ۔

منافق حضرت نے حال کے منافقوں کے چہروں کو اس طرح بے نقاب کیا ہے۔ "قدیم منافق کہتے تھے مسلمان بڑے بھولے ہیں۔ اپنے خیر و شر کو نہیں سمجھتے۔ دین کی حمیت، پیغمبر کی حمیت میں جان قربان کرنے تیار ہوجاتے ہیں۔ ان کو ڈپلومیسی سے کیا تعلق؟ سیاست سے کیا تعلق؟ ہم سیاست مدن کے ماہر ہیں۔ ہم فلسفہ سیاست سے واقف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری جان و مال بھی بچے اور کامیابی بھی اس کے ساتھ رہے۔ عاقل وہی ہے جو حکمت عملی سے اپنا مقصد حاصل کرے۔ ہم مسلمانوں سے بھی ملتے ہیں اور منکران اسلام سے بھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں لڑائی بھڑائی نہ ہو۔ امن چین حاصل رہے۔ کافر اگر جہالت کرتے ہیں تو ہم کو جہالت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ عقلمند وہ ہے جو ایک ضرب سے دو فاختے گرائے۔ خیر یہ تو زمانہ نبوت کے منافق تھے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اب کیا ہورہا ہے؟ ان ہی کے نظریئے ان کے سر میں ہیں ان ہی کے اصول ان کے دل میں ہیں۔ پہلے اپنے کو مسلمانوں کا بڑا ہمدرد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قومی معاملات میں چندے دینے سے دریغ نہیں۔ مسجدوں میں نعرہ تکبیر لگانے میں بڑے مستعد مگر اس کے ساتھ ساتھ کافروں کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ۔ ان کی ہاں میں ہاں ملانے اور ان کے پاس جھوٹی عزت حاصل کرنے میں بڑے شوق مند۔ مسلم اور منکرِ اسلام کا معاملہ پڑے تو بڑے روادار یعنی مسلمانوں کو کٹوانے اور غیر مسلموں کی تائید کرنے میں بڑے مستعد۔ واہ ری رواداری! مسلم، غیر مسلم کے تقرر یا گتہ دینے کا مسئلہ آتا ہے تو غیر مسلموں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مسلمانوں سے کام لینے کا حوصلہ نہیں مگر ان کو نا اہل ثابت کرنے کے لئے بڑے تیز زبان، ساری زبان آوری اور فصاحت، تمام آریئی مسلمانوں کی ہجو میں صرف ہوتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردی میں کہا گیا۔ مسلمانوں کی جان و مال کو کھوٹے داموں منکرانِ اسلام کے ہاتھوں بیچ ڈالا جاتا ہے۔ وشروہ بثمن بخس دراهم معدودة۔ برادرانِ یوسف نے یوسف کو چند کھوٹے داموں پر بیچ ڈالا۔ یہ انھیں کی اتباع کرتے ہیں۔ یہ خود کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں مگر ہیں یہ بدنصیب، سخت بے وقوف، نہایت نادان، بالکل جاہل۔ قوم سے اسس کے ارکان کی عزت ہے۔ جب قوم ہی نہیں تو افراد کدھر؟ اللہ مسلمانوں کو عقلِ سلیم، قلبِ صمیم، فہم مستقیم عطا کرے۔" (ماخوذ از تفسیرِ صدیقی)

قوم حضرت نے قوم کی تعریف اس طرح فرمائی ہے۔ "جو لوگ باہمی تعاون اور معاہدات سے ایک دوسرے کی حفاظت اور اعانت کرتے ہیں وہ سب ایک قوم سمجھے جاتے ہیں۔ جن لوگوں میں اس قسم کا اتحاد نہیں اور ان کا مرکزِ تعاون الگ ہے وہ دوسری قوم خیال کئے جائیں گے۔ اسلام نے چونکہ فرقِ اسلامیہ کو باہمی تعاون کی تاکید سے ایک کردیا ہے اس لئے تمام مسلمانوں کی ایک ہی قوم ہے۔ (ماخوذ از "دینِ فطرت" مصنفہ مولانا عبدالقدیر)

قومیت کا رشتہ اتحاد حضرت لکھتے ہیں۔ "اس وقت دنیا میں بیسیوں قومیں آباد ہیں۔ مگر ان کی قومیت کا رشتہ اتحاد کہیں ہم قبیلہ ہوتا ہے، یا ہم وطن، یا ہم زمین ہوتا ہے، یا ہم رنگی یا ایک زبانی۔ ہر شخص اپنی قوم کو اعلیٰ و برتر سمجھتا ہے اور دوسری قوم کو ادنیٰ اور ذلیل جانتا ہے۔

ہندوستان میں لاکھوں کرسچین ہوگئے ہیں۔ کیا ان میں کوئی یوروپینوں کے گرجے میں جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ نازی، فاسسٹی کوئی اپنی مفتوحہ رعایا کو اپنی قومیت میں شریک کرلیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ رڈ انڈین فنا تو کئے جارہے ہیں مگر امریکہ کی قومیت

میں ہرگز شریک نہیں کئے جاتے ۔ آرین کئی ہزار سال سے ہندوستان میں ہیں مگر ہیں آرین ، غیر ملکی ، بدیسی ، نہ روٹی نہ بیٹی ۔ یہ بدیسی قومیں ملکیوں کو شودر اور نیچ کہتی ہیں ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرتی ہیں ۔ رسوئی کے پاس سے کتا گزرے پروا نہیں مگر کوئی مسلمان یا اچھوت نہ گزرے ، نہ پانی لے جانے والے کو ہاتھ لگائے ۔ جاہل بدکار برہمن بھی عالم نیکوکار ملکیوں سے اعلیٰ و افضل سمجھا جائے گا ۔ اونچ ذات والوں کا ظلم ہے کہ نیچ ذات والوں کو مردم شماری میں اپنی تعداد دکھانے کے لئے ہندو شمار کرتے ہیں ، اپنے میں ملاتے ہیں ۔ اور جب سلوک کا ، حقوق کا وقت آتا ہے تو پھر وہی شودر وہی نیچ ۔ وید پڑھنے کی نیچ ذات والوں کو اجازت نہیں ۔ وہ لاکھ نیک بنیں ، عالم ہوجائیں ، مذہبی پیشوا نہیں بن سکتے ۔ یہ تعصبات نہ کبھی امن ہونے دیئے ہیں نہ ہونے دیں گے ۔ جب تک رنگ زمین وغیرہ کی عصبیت ہے اتحاد و اتفاق کی کوئی صورت نہیں ۔ جب کسی قوم میں اس کی قابلیت نہیں کہ روئے زمین کے بنی آدم کو بلا لحاظ رنگ ، قبیلہ ، زمین ، زبان اپنی قوم میں شریک کرے کیونکہ ساری دنیا کی زبان ایک نہیں ہوسکتی نہ کسی ایک ملک میں ساری دنیا کے لوگ آباد ہوسکتے ہیں ۔ نہ ایک قبیلے کے بن سکتے ہیں ۔ نہ سب ایک رنگ کے ہوسکتے ہیں تو آخر ان سب کے ایک ہونے کی سبیل ؟ سب لوگوں کا خدا ایک ہے ۔ اوّل درجہ تمام دیوتاؤں کا ایک صدر دیوتا تو متفق علیہ ہے ، خواہ بطور پریسیڈنٹ کے ہو خواہ ڈکٹیٹر کے ۔ اللہ اکبر میں تو کسی کو اختلاف نہیں ۔ مختلف دیوتاؤں کے ماننے سے آپس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے ۔ ہر ایک اپنے معبود کی طرفداری کرتا ہے ، جس کا انجام فساد ہے ، جنگ ہے ۔ آمر و حاکم کے اختلاف سے بھی اختلاف پیدا ہوتا ہے ۔ لہٰذا خدا ایک ہے ۔ اس کے سوا کسی اور کو آمر بننے کا ، حکم دینے کا حق نہیں ۔ تمام عصبیتیں توڑکر خدائی رشتہ میں داخل ہوجاؤ پھر امن ہی امن ہے ۔ جہاں آمرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے وہاں اس نے جزئیات میں اجتہاد کرنے کی بھی اجازت دی ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔ ان بیسیوں ازموں میں صرف اسلام ہی خدائی ازم ہے ۔ اسلام ہی تمام بنی نوعِ آدم کو اپنی قومیت میں شریک کرلیتا ہے ۔ اس میں حریت و مساوات ہے ۔ امن و امان پیدا کرنے کی صرف ایک صورت ہے ۔ اسلام ، اسلام ، اسلام ۔ ◦

حضرت فرماتے ہیں " جب سے ہمارا خاندان اور اعلیٰ و افضل کا مسئلہ چھڑا ، مسلمانوں کی بھی تباہی ہونے لگی ۔ دوسرے رشتوں کی طرفداری سے خدائی رشتہ ہاتھ سے نکل گیا ۔ اختلاف و تفریق پیدا ہوگئی ۔ وفاق گیا نفاق آگیا " ۔

نظامِ تمدنِ اسلام

حضرت لکھتے ہیں ◦۱ اسلام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کو مناسب طریقہ سے جمع کرتا ہے ۔ اس طرح کہ سب کمانے میں ایک حد تک آزاد ہیں مگر نہ اس قدر کہ غریب تباہ ہوجائیں ، مفلوک الحال بن جائیں ۔ اسلام نے تقسیم دولت اور غریبوں کی امداد کے لئے جو اصول بتلائے ہیں ان میں کچھ تو مذہبی حیثیت کے ہیں ، کچھ اخلاقی اور کچھ قانونی ۔ زکوٰۃ کے نام سے ہر سال دولت کا چالیسواں حصہ غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ۔ کفارہ گناہ میں بھی غریبوں کی امداد کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے ۔ اسلام ہمیشہ غریبوں کی امداد کے لئے مالداروں کو ترغیب دیتا ہے ۔ قرابتدار اگر نادار ہوں یا بے کار ہوں تو ان کا نفقہ بھی مالداروں پر واجب کرتا ہے ۔ اصولِ توریث سے مرنے کے بعد تمام دولت ورثاء میں تقسیم ہوجاتی ہے ۔ اسلام ، اور دوسری قسم کے ٹیکس بھی حسبِ ضرورت عائد کرتا ہے ۔ جو لوگ فوجی کاموں میں شریک نہیں ہوتے ان سے بھی ایک قسم کا ٹیکس لیا جاتا ہے ۔ جس کا نام گزیہ ،

◦۱ ماخوذ از رسالہ ابلیس ازم ، مصنفہ حضرت عبداللہ یر صدیقی ۔

جزیہ حق حفاظت یا وارفنڈ ہے ۔ اسلام سود کو ہرگز جائز نہیں رکھتا، جو سرمایہ داری کی جان ہے اور تمام مظالم کی جڑ ہے ۔ اس کو قطعاً حرام کردیا ۔ اسلام ساہوکاروں کو مفت خوری کی اجازت نہیں دیتا ۔ سود لینے والوں کو اس سے غرض نہیں کہ دوسرا جئے یا بھوکا مرے ۔ سود اور سود درسود کی وجہ سے دولت کھنچ کر سرمایہ دار کے پاس چلی جاتی ہے اور مزدور نادار و مفلس ہوجاتا ہے ۔ اسلام نے صرف سود کو منع کیا ہے ۔ دوسرے قسم کے معاملات اسلام میں جائز ہیں ۔ بیع سلم کی اجازت ہے یعنی روپیہ کاشتکار کو پہلے دینا اور جنس بعد وصول کرنا ۔ اسی طرح مضاربت و مشارکت بھی جائز ہے ۔ یعنی ایک کا روپیہ اور ایک کی محنت ۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بغیر سود لئے مالی معاملات چل ہی نہیں سکتے ۔ کس کی مقدور ہے کہ جس کو خدا حرام کرے وہ اس کو حلال کرے ۔ خدا ان تحلیل حرام کرنے والوں کو اعلانِ جنگ کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ خدا اور رسول سے لڑنے تیار ہوجاؤ ۔ یہ خدائی الٹی میٹم بڑا سخت ہے ۔ خبردار ہوجاؤ ۔ نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ۔ تمہارا ضمیر بآوازِ دہل کہتا ہے کہ تم سود لے رہے ہو اور صرف بےجا تاویلات سے حقائق کو بدلنا چاہتے ہو ۔

بعض سود خوار سلطنتیں بھی جن کا مقولہ " تجارت آزاد ہے " تھا، سرمایہ داروں کی زیادہ نفع طلبی اور خود غرضی کی وجہ سے خود اشیائے تجارت خریدنے لگی ہیں ۔ اور راشن قائم ہوگیا ہے ۔ اور حسبِ ضرورت کوپن تقسیم ہوتے ہیں ۔ جس سے غریبوں کو بہ سولت اور گونہ کم قیمت پر اشیائے مایحتاج میسر ہوجاتے ہیں ۔ غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ تحدیدِ تجارت نظامِ تمدنِ اسلام کا ایک شعبہ ہے ۔ ۱۰

حضرت لکھتے ہیں " صاحبو! مجھے ذرا یہ تو بتاؤ کہ غلامی کس کا نام ہے ؟ بے اختیاری ۔ کسی ذاتی چیز کا نہ رکھنا غلامی نہیں تو کیا ہے ؟ پہلے چند غلام ہوتے تھے ۔ اب قوم کی قوم غلام ہے ۔ چند حاکم تو ذاتی رائے رکھتے ہیں ۔ جس نے ان کی رائے کے خلاف کیا اور اپنی رائے ظاہر کی تو گولی مار دی گئی ۔ ظلم سے روکنے والی چیز مذہب ہے اور خدا کا ڈر ہے ۔ لوگ مذہب کے خیال کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے ۔ مظالم کا ایک سلسلہ ہے کہ بندھا ہوا ہے پھر اشتراکیت کہاں ؟ ۲۰

دنیا جنگ کی راہ پر | ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں " ایک طرف اشتراکیئین اور ایک طرف سرمایہ دار ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے منتظر ہیں ۔ آپ کہتے ہیں ہر طرف آرام ہے، میں کہتا ہوں ہر طرف بے چینی ہے اور سب اس وقت سے خائف ہیں کہ یہ ایٹم بم، ہیڈروجن بم کب کام میں لائے جائیں گے اور یہ دنیا اور اس کے رہنے والے کب کتم عدم میں آرام سے سو جائیں گے ۔ دنیا میں تو راحت و اطمینان معدوم ہے اور تباہی کے بادل تمام لوگوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں ۔ ۳۰

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں " ہر ایک یہ دعویٰ کررہا ہے کہ ہم سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل سے راکٹ بھیج کر دوسروں کو تہس نہس کرسکتے ہیں ۔ دو طرف کے سائنس اور علوم کے جاننے والوں کا یہی مشغلہ ہے کہ نہتوں اور کمزوروں کو جلاکر خاکِ سیاہ کردیں ۔ کوئی ایسی ایجاد نہیں کرتا کہ یہ سب ایٹم بم اور ہیڈروجن بم وغیرہ غیر موثر ہوجائیں اور لوگوں کو امن و امان نصیب ہو ۔

۱۰ ماخوذ از رسالہ نظامِ تمدنِ اسلام، سرمایہ داری اور اشتراکیت، مصنفہ حضرت عبدالقدیر صدیقیؒ ۔
۲۰ ماخوذ از " اصولِ اسلام " مصنفہ حضرت عبدالقدیر صدیقیؒ ۔
۳۰ ماخوذ از رسالہ " صلائے عام " مصنفہ حضرت عبدالقدیر صدیقیؒ ۔

عداوت اور کینے کی آگ سب کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔ اور منتظر ہیں کہ کب یہ قہرِ خدا کے بم پھٹیں گے اور لوگ آنجہانی ہوجائیں گے۔ لوگ ایک دوسرے پر حملہ کرنے کے لئے مستعد ہیں ان کی ساری دانشمندی لڑائی کے حیلے ڈھونڈنے پر صرف ہوتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر بدامنی کی آگ پھیلانے والے محبت اور اتحاد کے باغ لگاتے اور ان سے راحت و آرام کے پھل کھاتے۔

احساسِ برتری صاحبو! تاریخ کے اوراق الٹو! ان پر خوب غور کرو کہ جو عملِ صالح نہیں کرتے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ خسر الدنیا والاخرہ کے مصداق ہوتے ہیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ آدمی جتنی بلند سیڑھی سے گرے گا اتنی اس کی ہڈیاں بھی زیادہ ٹوٹیں گی۔ فرعون، نمرود کو چھوڑو نپولین اور ہٹلر پر غور کرو! وہ اپنی برتری کے کیسے نقارے بجاتے تھے مگر ان کا انجام کیا ہوا؟ وہی ذلت و خواری، وہی ملک کی بربادی۔

اعتدال صاحبو! مطلق برتری صرف خدا کو ہے۔ سب میں کم زیادہ بھلائی بھی ہوتی ہے اور برائی بھی۔ جو اعتدال سے رہتا ہے خیر حاصل کرتا ہے، شر سے بچتا ہے اس کے سر پر نام آوری کا سہرا باندھا جاتا ہے۔ ورنہ بے اعتدالی اور بے عزتی کے پہاڑ سے گرتا ہے اور پھر اٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔

تمہارے خیالات کا مرکز اعتدال ہو، اعتدال۔ اعتدال پر تمہاری بھی زندگی اور دوسروں کی زندگی کا انحصار ہے۔ دیکھو! دنیا برا بولے، بولنے دو، تمہارا ضمیر تم کو برا نہ کہے۔ ضمیر کی ملامت، بدترین ملامت ہے۔ ضمیر کی تاریکی بدترین ظلمت ہے۔ ضمیر کی طہارت، عزت ہے حرمت ہے۔ آرام ہے، راحت ہے۔

رائے شماری صاحبو! جب میں سنتا ہوں کہ رائے شماری میں انتخابات کئے جانے کے لئے فلاں صاحب کے اتنے ہزار صرف ہوئے اور فلاں صاحب کے اتنے ہزار تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آراء خریدے جاتے ہیں۔ جس نے زیادہ روپیہ دیا اس نے آراء کو خرید لیا۔ ایسی آراء کی خریدی سے سچی برتری کس طرح حاصل ہوگی؟ اور ایسا شخص قوم کے کس کام آئے گا؟

یورپ اور امریکہ کی بڑی حکومتوں میں عام طور سے تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ سو (۱۰۰) میں پانچ بھی جاہل نہیں۔ وہاں رائے شماری کا معیار، بائیس سال کی عمر شرط ہے۔ ایسے ملک میں رائے شماری کا معیار بائیس سال کی عمر لگانا بالکل درست نہیں جس ملک میں تعلیم یافتہ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ میرا لڑکا جو ایف اے پاس تھا اور اکیس سال کا تھا اور ہمارے گھر کی خادمہ جو بالکل ان پڑھ تھی اور وہ بائیس سال سے معمر تھی۔ اکیس سال کا ایف اے پاس رائے نہیں دے سکا، ناخواندہ خادمہ رائے دے سکی۔ اس واقعہ پر اہلِ علم و عمل غور کریں۔ ہماری رائے میں رائے دینے کے لئے گریجویٹ نہیں تو کم از کم میٹرک ہونا چاہئیے ورنہ یہ کام بچوں کا کھیل بن جائے گا۔ کوئی سنے نہ سنے ہم جس چیز کو حق سمجھتے ہیں کہیں گے اور ضرور کہیں گے۔ آج کل سب کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہے۔ اب صحیح بات معلوم ہو تو کس طرح، قابلِ قبول بزرگی حاصل ہو تو کیوں کر؟ •

اسلامی حکومت مولف عرض پرداز ہے۔ انسان کی صورت شکل جہاں ایک دوسرے سے علٰحدہ ہے وہیں ان کی طبیعتیں بھی جدا جدا ہیں۔ سیرتوں کے اختلاف کی وجہ سے امن متاثر ہوتا ہے۔ قیامِ امن کے لئے حقوق و فرائض کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں کے تمام گوشوں میں ہر قسم کے مراحل کا ایسا حل تلاش کرنا پڑتا ہے جو بنی نوعِ انسان کے تعلقات کو پر امن بناسکے۔

• ماخوذ از "المعارف" احساسِ برتری، احساسِ کمتری اور اعتدال۔ مصنفہ حضرت عبدالقدیر صدیقی"۔

اس مقصد کے لئے کن حالات میں کس قسم کی حکومت کی ضرورت ہے ؟ حکومت کے لئے کن اختیارات کا کس حد تک حاصل ہونا ضروری ہے ؟ ممالک میں باہم کس قسم کے تعلقات ضروری ہیں ؟ ان تعلقات کو کن اصولوں پر مبنی ہونا چاہئیے ؟ انسان کی انفرادی حیثیت کہاں تک آزاد ہے ؟ انسان کی سماجی حیثیت کن امور کا مطالبہ کرتی ہے ؟ انسان کی نفسیات ، رجحانات اور فطری جبلتوں کو جان کر اس کے مطابق ان کو کہاں تک آزاد رکھا جاسکتا ہے ؟ اور کہاں تک ان پر پابندی عائد کرنے کی ضرورت ہے ؟ یہ وہ اساسی مباحث ہیں جن پر سیاسیات کے میدان میں غور و فکر کیا جاتا ہے ۔

اسلام میں اس سلسلہ میں جو راستہ متعین کیا گیا ہے اس کی بنیاد خالص فطری اور خیر کثیر کے اصولوں پر مبنی ہے ۔ شریعتِ اسلامی اگلی شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے کیونکہ اگلی شریعتیں خاص زمانے اور خاص قوم کے لئے تھیں ۔ مگر شریعتِ اسلامی فطرت کے دائمی اور عالمگیر قوانین کو پیشِ نظر رکھ کر مدون کی گئی ہے جو فرد و جماعت کی زندگی کے لئے ایسے اصول پیش کرتی ہے جو تاقیامت کام دے سکیں اور جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں ۔ جس میں کمی و بیشی کرنے سے حل نہ ہونے والے مسائل اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ اسلام کی تعلیم کا اصل ماخذ قرآن ہے اور ثانوی ماخذ پیغمبر آخر الزماں خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے اقوال کا مجموعہ ہے جسے حدیث کہتے ہیں ۔

دنیا میں جہاں متعدد نظامِ تمدن ہیں ، اسلام کا بھی ایک نظام ہے جو احکم الحاکمین ، مالک الملک کے منشاء کو پیشِ نظر رکھتا ہے ۔

جہاں تک مقننہ کا تعلق ہے ، قرآن نے اصول قانون کا تعین کردیا ۔ اسلامی ریاست کا تصورِ قرآنی یہ ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ دراصل خدا کا ہے ۔ اسلامی ریاست اس معنیٰ میں الٰہی ریاست ہے ۔ خلیفہ یا امیر المسلمین اس کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق حکومت کرتا ہے ۔ تغیر پذیر حالات میں حالات کا لحاظ کرتے قانون کی تعبیر اجتہاد کہلاتی ہے ۔ جو ان علماء کے تفویض کی گئی ہے جو قرآن و حدیث پر عبور رکھتے ہوں اور شریعت کی روح اور اپنے زمانہ کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتے ہوں ۔ (للمؤلف)

اسلامی حکومت کے بارے میں حضرت تحریر فرماتے ہیں :۔

" اسلام کا نظام دوسرے نظاموں سے بالکل جدا ہے ۔ اسلام میں ان الحکم الا للّٰہ ہے اور اللہ تعالیٰ واحد ، احد ، مشخص و معین ہے ۔ اس حیثیت سے اسلامی حکومت کو شخصی کہنا چاہتے ہو تو کہو اور شاورھم فی الامر ۔ (اور ان سے کام میں مشورہ لیجئے " ۔ امرھم شوریٰ بینھم (اور کام کرتے ہیں آپس کے مشورے سے) ۔ لہٰذا اگر تم اس کو جمہوری کہنا چاہتے ہو تو کہہ سکتے ہو ۔ مشورے غیر منصوص احکام میں ہوتے ہیں ۔ منصوص کے سامنے چون و چرا کی گنجائش نہیں "۔ ● ۱

دارالشوریٰ | حضرت تحریر فرماتے ہیں ۔ مجلس ملی ، دارالندوہ دارالشوریٰ میں ایسے لوگ شریک ہوں اور ان لوگوں سے مشورہ لیا جائے جو اہل الرائے ہوں ، تجربہ کار ہوں ، زمانے کے نشیب و فراز کو جانتے ہوں ، معاملہ فہم ہوں ۔ جاہلوں کا جمع ہونا ، نہ سمجھنا نہ بوجھنا ، رائے شماری کے وقت ہاتھ اٹھا دینا ، کوئی چیز نہیں ۔ سب سے اہم ، رائے دینے والوں کی حبِ قوی اور دیانتداری ہے ۔ خود غرضی ، حبِ جاہ ، جھوٹی نمائش رکھنے والے کیا خاک کام کریں گے ۔ قوم کو تباہ کرنے والے یہی امور ہوتے ہیں ۔ ● ۲

● ۱ ماخوذ از رسالہ " اسلامی حکومت " مصنفہ حضرت عبداللہ یر صدیقی ۔ ● ۲ ماخوذ از تفسیر صدیقی

اصولِ نفاذِ قوانینِ اسلام حضرت تحریر فرماتے ہیں۔ نظامِ اسلام اس طرح قائم ہوا ہے: ماہرین، علماء، فقہا، مجتہدین، قرآن و حدیث کو دیکھتے ہیں اور ان سے احکام استنباط کرتے ہیں۔ پھر ان مجتہدین کے اجتہاد کئے ہوئے احکام کو اسلامی سلطنتوں کے قاضی، واقعات پر منطبق کرکے احکام دیتے ہیں۔ یہ قاضی کیا تھے؟ حاکم عدالت، جج اور حاکم فوجداری مجسٹریٹ کا کام کرتے تھے۔ ۱●

مشورہ: آئندہ کے لئے مسلمانوں کے پیشواؤں کو مشورہ دیتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو! زمانہ بدلتا جارہا ہے۔ مختلف ضرورتیں پیدا ہوتی جارہی ہیں۔ اس واسطے ہر زمانہ میں مسلمان سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنے زمانے کی ضرورتوں کے لئے قرآن و حدیث اور اقوالِ ائمہ سے استنباط کردہ احکام جاری کریں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ زمانہ ترقی کرتا جارہا ہے اور حسبِ ضرورت قوانین بدلتے جارہے ہیں۔ بھلا تمام زمانوں میں ایک ہی قانونِ اسلام کیوں کر کام دے سکے گا؟ ان نادانوں کو یہ سمجھنا چاہئیے کہ بعض قوانین اصولی ہوتے ہیں وہ ہرگز نہیں بدلتے۔ ان اصولی اور کلی قوانین پر اسلام مشتمل ہے۔ اور اسلام کے سوا کوئی مذہب کوئی سلطنت ایسا دعویٰ کرنے کی جرات نہیں کرسکتی۔

ائمہ، قوانینِ اسلام کے جاننے والے ہیں۔ اور ان ہی اصول ~~توضیحی~~ کی روشنی میں تمام جزوی قوانین کو استنباط کرتے ہیں۔ کوئی رومن لا کے اصول اور اسلام کے اصول کا مقابلہ کرکے دیکھے۔ اسلام نکھرے گا اور اپنی چمک دمک دکھائے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی شخص کی قوتِ مدرکہ و ممیزہ ہی خراب ہو، وہ سونے اور پیتل میں تمیز نہ کرسکتا ہو، یا الماس اور کانچ میں فرق نہ کرسکتا ہو۔ ایسے شخص کو خود اپنی عقل پر رونا چاہئیے اور اپنے ضعف بصارت پر افسوس کرنا چاہئیے۔ روشن ہو اے شمعِ اسلام! اور ان ضعیف البصر و البصیرت افراد کو حق بات دکھادے۔ ان کی آنکھوں میں کحل الجواہر بن جا اور ان کی آنکھوں کے پردے کو قدح کردے۔ ۲●

اجماعِ اُمت اجماع کے تعلق سے حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تمام مسلمان (مجتہدین اور علمائے دین) کسی حکمِ شرعی پر اتفاق کرلیں تو اس کو اجماع کہتے ہیں۔ اجماع ہوجانے کے بعد دوسرے مسلمانوں کو اس سے اختلاف نہ کرنا چاہئیے۔ حدیث میں آیا ہے لا تجتمع امتی علی ضلالۃ ابدا۔ یعنی میری امت کبھی گمراہی پر اتفاق نہ کرے گی۔ مگر ہر اجماع کا ایک ماخذ ہونا چاہئیے۔ یعنی وہ مسئلہ قرآن و حدیث یا قیاس سے ثابت ہو۔ اجماع کا فائدہ یہ ہے کہ وہ حکم تاکیدی اور یقینی ہوجاتا ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ بعض ائمہ کا خیال ہے کہ اجماع کا ثابت کرنا بہت مشکل کام ہے (کیونکہ عصر اول کے بعد ہی سے علمائے دین مختلف شہروں اور دور دراز مقامات پر پھیل گئے اور آج بھی یہی حال ہے۔ مشاورت عامہ کے لئے مجتہدین کا اجماع اور کسی حکم پر اجماع ممکن العمل نہیں رہا۔) بعض لوگ مجتہدین کے کسی مسئلہ میں دورائیں دیکھتے ہیں تو تیسرے قول کے نہ ہونے پر اجماع سمجھتے ہیں۔ ۳●

اسلام دشمنی مؤلف عرض کرتا ہے۔ جب تک مسلمانوں میں مذہبی عصبیت اور اسلامی اقتدار اعلیٰ اور اس کے مرکز کی اہمیت کا تصور باقی تھا دنیا پر غالب رہے۔ ان کو کمزور کرنے کے لئے ان کے اس تصور کو توڑنے کی مختلف حیثیتوں سے بے دینوں

۱● ماخوذ از "رسالہ اسلامی حکومت"۔ ۲● ماخوذ از تفسیرِ صدیقی۔ ۳● ماخوذ از تفسیرِ صدیقی۔

نے کوشش کی مثلاً ان کے عرب و عجم کے احساس میں شدت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ وطنیت کے جذبہ کو ابھار کر مذہبی عصبیت سے ہٹایا۔ عدم تشدد جیسے فلسفوں سے حمیتِ دین کو کمزور کیا گیا۔ ذلت و افلاس میں مبتلا کرکے ان کی خودداری، خود اعتمادی اور ان کے اعتماد علی اللہ کو نقصان پہنچایا۔ جھوٹی رواداری اور وسیع النظری کا سبق پڑھا کر ان میں ایسے نظریات داخل کرنے کی کوشش کی گئی جن سے اسلام کے صحیح خد و خال ماند پڑجائیں اور احکامِ خداوندی کی قدر و منزلت باقی نہ رہے اور مذہب کی ان کے پاس خدا اور بندے کے درمیان نجی تعلق سے زیادہ اہمیت باقی نہ رہ سکے۔ مفاد پرست ظاہر بیں علماء سے اس سلسلہ میں تعاون حاصل کیا گیا انہوں نے فی الحال کی نعمتوں کو غنیمت جان کر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور قرآنِ مجید کی آیتوں کی نئی نئی تاویلات پیش کرکے مسلمانوں کے خیالات کو پراگندہ کیا۔ تاکہ وہ اپنے معاملات، اسلام و کفر کے پیمانوں پر تلنے کے قابل نہ رہ سکیں۔ اور نہ اپنی حکمت عملی وضع کرسکنے کے قابل رہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کے فلسفہ حیات کو بے دینوں کے قالب میں ڈھلنے میں سہولت بہم پہنچ سکے۔ خانقاہی نظام کو جو دینی اور روحانی درسگاہ و تربیت گاہ تھی بے دینوں نے اپنے حق میں سد راہ اور زہر ہلاہل سمجھا۔ بزرگانِ دین کی بارگاہوں اور خانقاہوں کو بے جان اور بے کار کرنے کی کوشش کی اور بے چراغ کیا۔ نت نئے ہتکنڈوں سے بزرگانِ دین سے منحرف کیا تاکہ نور نبوت سے دیکھنے اور سمجھنے والوں، ریاضتِ نفس اور قوتِ روحانی سے ادراکِ حقائق کرنے والوں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ربط و تعلقِ خاص رکھنے والوں سے استفادہ کی صورت باقی ہی نہ رہ سکے۔ آفتابِ ہدایت چھپ جائے تاکہ مسلمانوں کے نورِ ایمان پر کفر کی ظلمت کو چھا جانے کا موقع ملے اور زنار گلے کا ہار ہوجائے۔ نتیجۃً نہ ان کی مذہبی وحدت برقرار رہے نہ سیاسی۔ اور وہ بے عزتی، لامرکزیت اور لامذہبیت کے خونی گرداب میں ڈوب کر پاش پاش ہوجائیں۔

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تراست

دینِ اسلام جس کا ہے وہی اس کا محافظ ہے۔ روئے زمین کے تمام مسلمان ایک تھے اور ایک رہیں گے۔ ان کا دین ایک ان کی کتاب ایک، ان کا رسولِ آخر الزماںؐ ایک اور ان کا پیدا کرنے والا خدا ایک۔ یہاں وحدت ہی وحدت ہے اور صرف وحدت۔

(للمؤلف)

تعصب اور عصبیت حضرت تحریر فرماتے ہیں "تعصب جدا چیز ہے اور عصبیت جدا چیز۔ ناجائز تائید اور پچ کا نام تعصب اور جائز تائید اور حمایت کا نام عصبیت ہے۔ دنیا کے کام عصبیت پر چلتے ہیں [1]۔ عصبیت متفرقین کا شیرازہ ہے۔ اگر عصبیت نہ ہو تو اوراق پریشان ہیں نہ کہ کتاب"۔

حفاظتِ تمدن فرماتے ہیں "یہ بات یاد رکھو، فاسطیوں کا ایک نظامِ تمدن ہے جو اٹلی میں ہے۔ نازیوں کا بھی ایک نظامِ تمدن ہے جو جرمنی میں ہے۔ اشتراکیین کا بھی ایک نظامِ تمدن ہے جو روس میں ہے۔ اسلام جہاں دین کا متکفل ہے وہاں اس کا بھی ایک نظامِ تمدن ہے۔ ہر قوم اپنے نظام کو اچھا سمجھتی ہے اور اس کی حفاظت کو اپنا فرض جانتی ہے"۔

طوائف الملوکی اسلامی مملکتوں کی بربادی اور مسلمانوں کی تباہی کے وجوہات پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔ "جہاں

---

[1] تفسیر صدیقی

تمام دنیا کا خدا ایک ہے اس کا خلیفہ بھی ایک ہو ۔ اور سلطنت کا قانون بھی ایک ہی ہونا چاہیئے ۔ اگر مختلف بادشاہوں اور مختلف قوانین ہوں تو ضرور نزاع پیدا ہوگی اور امن برقرار نہ رہے گا ۔ جب سے مسلمانوں میں اسلامی اقتدارِ اعلیٰ اور اس کا مرکز باقی نہ رہا طوائف الملوکی شروع ہوگئی ۔ اسلام کا شیرازہ کھل گیا اور وہ اوراق پریشان ہوگئے ۔ یہ کچھ اسلام کی خصوصیت نہیں اور یہ حکم مسلمانوں سے خاص نہیں ۔ جہاں طوائف الملوکی آئی ریاست تباہ، ملک برباد، امن و امان مفقود، زور و قوت معدوم "۔ ● ۱

خیرِ دارین | خیرِ دارین کے لئے ہم کو یوں سبق دیتے ہیں ۔ " زیادہ غائر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ یہ زندگی چند روزہ ہے ۔ تمدن ایک ادنیٰ چیز ہے ۔ عقل محدود اور اس کا فتویٰ ناقص ہے ۔ ایک ملک کے عقلا دوسرے ملک کے افراد پر ظلم، تعدی، استعباد، استبداد کی کوئی نہ کوئی وجہ تراش ہی لیتے ہیں ۔ حق کو کون قوت سمجھتا ہے ۔ قوت ہی حق سمجھی جاتی ہے ۔ مرنے کے بعد نیستی کہاں؟ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہونے کا نام ہے ۔ ایک اور بہت لمبی زندگی آگے ہے جو اس زندگی پر مبنی ہے ۔ نیک تو نیک بد تو بد ۔ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ ۔ جیسا کروگے ویسا بھروگے ۔ جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے ۔ دنیا اور آخرت دونوں میں خوش بسری کی بھی کوئی صورت ہے؟ اور اس کو بتائے کون؟ اور اس کی تقنین کرے کون؟ خدا مقنن ہے، پیغمبر اس کا معلم ہے اور شریعت اس کا قانون ۔ اپنی خیر دارین چاہتے ہو تو اس کا حکم مانو ۔ پیغمبر کی تعلیم کے پابند رہو ۔ شریعت کو شمع ہدایت جانو ۔ بادشاہ کے قانون کی خلاف ورزی سے سزا ملتی ہے ۔ اور زندگی تکلیف میں گزرتی ہے ۔ قانون خداوندی سے سرتابی کروگے تو خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین کے مصداق ہوجاؤگے "۔ ● ۲

اصولِ اسلام | حضرت نے دینِ اسلام کی چند خصوصیات اور اصول تحریر فرمائے ہیں ۔ جو تمدن اسلام میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں وہ پیشِ خدمت ہیں ۔

۱ ۔ اسلام کسی ملک یا خاندان یا رنگ یا زبان سے خاص نہیں ۔
۲ ۔ اسلام ایک عظیم الشان تہذیب و اخلاق و اتحاد کا حامل ہے ۔
۳ ۔ اسلام ہر طرح سے جائز طور پر کمانے کی اجازت دیتا ہے ۔ مگر غریبوں کی امداد بھی اس کے پیشِ نظر ہے ۔
۴ ۔ اسلام میں مساوات بھی ہے اور بڑے کو بڑا ماننا بھی ۔
۵ ۔ اسلام میں تعظیم اور عبادت میں تمیز کرنا ضرور ہے ۔
۶ ۔ اسلام میں اقتدار اعلیٰ اور اس کی اطاعت کا بڑا لحاظ کیا گیا ہے ۔
۷ ۔ اسلام میں پیغمبر کے سوا کوئی معصوم نہیں ۔
۸ ۔ خدائے تعالیٰ کی مرضی صرف پیغمبر کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتی ہے ۔
۹ ۔ اسلام کے قوانین کلی ہیں ۔ مگر جن کو خدا نے دین کی سمجھ اور تفقہ عطا کیا ہے، ان کو مقاصدِ اسلام کے مطابق اجتہاد و استنباطِ مسائل کی بھی اجازت دی گئی ہے ۔

● ۱ ماخوذ از رسالہ " دین فطرت " مصنفہ حضرت عبد القدیر ۔ ● ۲ ماخوذ از رسالہ " المعارف " ایضاً

۱۰۔ اسلام کا اصلِ اصول اور اس کی روح توحید ہے۔
۱۱۔ اسلام تمام افراد انسانی کو خدا کی بندگی اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔
۱۲۔ اسلام کسی سچے مذہب کو نہیں جھٹلاتا اور نہ اس کی تکذیب کرتا ہے بلکہ صرف غلط فہمیوں کو دور کرتا ہے۔
۱۳۔ اسلام تمام پیغمبروں کو مانتا اور ان کو واجب التعظیم سمجھتا ہے۔
غرض کہ اسلام تمام افرادِ انسانی میں اتحاد پیدا کر دیتا ہے اور نزاع اٹھا دیتا ہے۔ امن چاہتے ہو تو ایمان پیدا کرو۔ بغیر ایمان کے امن و امان ناممکن ہے محال ہے۔ •

اقتضائے وقت حضرت کے پاس ایک اور اہم اصول تھا۔ • اقتضائے وقت کا خیال رکھنا • اقتضائے وقت کو سمجھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ ایک حکیم ہی اقتضائے وقت کو پوری طرح سمجھ سکتا ہے اور قوم کی اس سلسلے میں صحیح رہنمائی کرسکتا ہے۔ یہ مسئلہ نہایت توضیح طلب ہے۔ اقتضائے وقت یہ نہیں کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ رنگ بدلا جائے۔ جدھر وہ چلا ساتھ ہولئے، جدھر سے رخ پھیرا پھر گئے۔ یا اقتضائے وقت یہ سمجھا کہ دن نکلا زندگی کے دھندوں میں مصروف ہوگئے اور رات ہوئی بسترِ راحت پر دراز ہوگئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسی ضرورت دیکھے ویسا بن جائے تاکہ زمانہ کا انقلاب صدمہ نہ پہنچا سکے۔ یہ اقتضاء کا پھیلاؤ شخصی زندگی کے ہر پہلو خواہ دنیاوی ہو کہ دینی سے بڑھ کر ساری قوم کی اجتماعی زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ اقتضائے وقت کو سمجھ کر صحیح قدم اٹھانا قوم کے لئے زندگی بخش اور موجبِ کامرانی ہوتا ہے۔ اور ذرا سی غلطی ہلاکت و تباہی اور رسوائی کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ تیر و تلوار جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ کے ہتھیار ہیں ان ہی کو سنت سمجھ کر صرف اسی کی مشق کرنا اور دشمن کے لئے ان ہتھیاروں سے مقابل ہوجانا حضرت کے پاس اقتضائے وقت نہیں۔ اپنے دور کے ترقی یافتہ ہتھیار رکھنے کو بدعت سمجھنا جہالت اور موجب ہلاکت ہے۔ حضرت کے پاس (اپنے دور کے ترقی یافتہ) ہتھیار رکھنا سنت ہے۔ حضور نے اپنے زمانہ کے ہتھیار استعمال کئے اور ہم کو اپنے زمانہ کے ایسے ہتھیار استعمال کرنا چاہئے جو زمانہ کے اقتضاء کے موافق ہوں۔ اور تربیت بھی ان کے لائق رہے۔ اسی طرح ہر شعبہ حیات میں خواہ وہ علوم و فنون ہوں یا کوئی پیشہ ہو یا سیاست ہو کچھ بھی ہو زمانہ کے ساتھ ساتھ ان میں اس طرح ترقی کی جائے کہ دیگر اقوام آگے بڑھ کر ہماری قوم یا سلطنت و حکومت کو نقصان پہنچانے کا موجب نہ بننے پائیں۔ دعوتِ اسلام کے بھی وہ طریقے اختیار کئے جائیں جو اقتضائے وقت کے مناسب ہوں۔ اور مزرعہ اسلام کے حق میں ابرِ رحمت کا کام کرسکیں تاکہ اسلام کی ترقی روز افزوں ہو اور کوئی فتنہ یا زور و قوت اس کی راہ میں حائل نہ ہوسکے۔ حضرت کے پاس مقتضائے وقت کا لحاظ ضروریات دین سے ہے۔ اور دین و دنیا کی کامیابی اقتضائے وقت کی موافقت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

ایک زمانے کا اقتضاء شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کا ہوتا ہے۔ اس وقت ان صفات سے لاپروائی اقتضائے وقت سے بے اعتنائی ہے۔ اسی طرح ایک زمانہ ایسا آتا ہے جس میں فضل و کمال، علم و ہنر میں سبقت لے جانا اور اس میں امتیازِ خاص پیدا کرنا ہی قوم کے وقار کو باقی رکھتا ہے اور ایسے وقت میں ان سے بے اعتنائی اقتضائے وقت کے مغائر ہے۔ مسلمان جو اقوامِ عالم کے رہنما تھے

• ماخوذ از • دین فطرت • رسالہ مولانا حضرت عبداللہ پر صدیقی۔

اقتضائے وقت کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اقوام عالم میں سب سے پیچھے ہوگئے ہیں اور سائنس کے اس ترقی یافتہ دور میں دوسروں کے دست نگر ہیں۔ اور اب ہماری زندگی ان کی مرہون منت ہے۔ ان حالات میں اقتضائے وقت کو سمجھنے میں بڑی دانشمندی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ وتلک الایام نداولها بین الناس زمانہ لوگوں کے مابین گردش کرتا رہتا ہے۔ کبھی مسلمانوں کی حکومت رہتی ہے تو کبھی کفر کا زور رہتا ہے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی مکی و مدنی زندگی کو حضرت اقتضاء کے سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کے لئے پیش فرماتے تھے۔ سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی ان دونوں حالتوں پر غور کیا جائے تو بہت کچھ روشنی ملتی ہے اور ہم قعرِ مذلت سے نکل کر بام ترقی پر عروج کرسکتے ہیں۔ سرکارؐ کے دور کی جنگوں پر غور کرو، صلح حدیبیہ اقتضائے وقت کو سمجھنے کے لئے بہترین مثال ہے۔

یاد رکھو! جس کے دو دن ایک حالت پر گزرے وہ خسارے میں رہا والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ کبھی دشمن سے صلح کرلینا ہی اقتضائے وقت ہوتا ہے تو کبھی دشمن کو تہ تیغ کردینا، تہس نہس کردینا ہی عملِ صالح اور اقتضائے وقت کے عین مطابق ہوتا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی ملکوں میں ایک ایسی تہذیب رائج ہو جو رفتہ رفتہ ان کی مشترک تہذیب بن سکے جو ترقی یافتہ شکل اور زمانے کی رفتار کے مطابق ہونے کے باوجود اسلامی تہذیب کی پوری آئینہ دار ہو۔ اور اسلامی مملکتیں تہذیبِ اسلام کی بنیادی اصول سے قریب تر ہو کر باہم ایک ایسی وحدت میں مبدل ہونے کی کوشش کریں جو معاشرہ اور ریاست، ملت اور حکومت کے فرق کو مٹانے کا باعث بن سکیں اور اللہ واحد قہار کی حکومت کے سوا کسی اور کی حکومت کا نام نہاد تصور پھر رہتی دنیا تک باقی ہی نہ رہے۔ حتی لاتکون فتنة ویکون الدین کله لله یہاں تک کہ دنیا میں فتنہ و ظلم و فساد باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہوجائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم حضورؐ کی سیرت اور حیاتِ طیبہ سے طہارت، نماز، روزہ، نوافل اذکار اور دیگر عبادات و نیز اخلاق و عادات سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ زندگی کے دیگر شعبوں میں حضورؐ کی ہدایات اور سیرت سے فائدہ اٹھانے کے مدنظر تمدن، معیشت، اقتصادیات اور سیاست کے بارے میں حضورؐ کی زندگی پر غور و فکر کریں اور آپؐ کی تعلیمات اور طریقہ کار سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے زمانہ کے اقتضاء کے مطابق روبہ عمل لائیں۔ (للمؤلف)

حضرت کا ارشاد ہے "اسلام کا راز فکر و عمل میں ہے۔ علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی و ضلال ہے"۔ فرماتے ہیں "قرآن میں جو کچھ ہے اس پر ایمانِ اجمالی کافی ہے۔ تحقیقات کرو، سمجھنے کی کوشش کرو۔ مگر یقینی کو یقینی اور ظنی کو ظنی سمجھو"۔

حضرت توجہ دلاتے تھے "دیکھو! دنیا چند روزہ ہے۔ ایک مسافر خانہ ہے۔ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ جو لوگ چند روزہ بیماری میں پرہیز نہیں کرتے، حکیم و ڈاکٹر کا کہا نہیں مانتے، وہ ظاہر ہے کہ درد اور دکھ میں ہی رہیں گے۔ اسی طرح جو خدا کو نہ مانیں، پیغمبر کے احکام کی تعمیل نہ کریں، ابدی تباہی میں مبتلا ہوں گے۔ دنیا بھی ہاتھ سے جائے گی اور آخرت بھی"۔

عملِ صالح | عملِ صالح کے تعلق سے حضرت لکھتے ہیں • ایمان کی قوت پر عملِ صالح مرتب ہوتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان ہے اور قوی ایمان ہے وہ ضرور عملِ صالح کریں گے۔ جن کو یقین نہیں وہ کیا عملِ صالح کرسکتے ہیں۔ عملِ صالح کیا ہے ؟ ہمارا ہر فعل، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، بیع و شریٰ، زندگی کے تمام شعبے تحتِ امرِ الٰہی ہوں۔ ہر شخص کے ساتھ اس کا عملِ صالح اور عملِ صالح کے ساتھ اس کے نتائج اور لوازم لگے رہتے ہیں۔ نہ انسان فنا ہوتا ہے نہ اس کے اعمال اور نہ اس کے نتائج۔ جیسا عمل ویسی جزا۔ اعمال کی روح اخلاص للہ، اخلاص لوجہ اللہ اور اطاعت رسول ہے "۔ ● ۱

عملِ قلبی | عملِ قلبی کے تعلق سے فرمایا • آج کل ایک ہوا بہہ رہی ہے کہ ہندو ہو یا مسلمان، یہودی ہو یا نصرانی نیک کام کرے۔ مسلمان ہونے سے کیا ہوتا ہے ؟ ان کے پاس ایمان جو بہترین عملِ قلبی ہے کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ ان کو معلوم ہونا چاہئیے کہ ایمان نہ رکھنا خدا سے بغاوت ہے۔ باغی لاکھ بظاہر نیک کام کرے جرم بغاوت سب پر غالب آجائے گا اور اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی "۔

ایک مرتبہ فرمایا • بدعمل مجرم ہے اور بدعقیدہ باغی۔ مجرم کو بعد سزا چھوڑدیا جائے گا یا معافی بھی ہوسکتی ہے مگر باغی کی سزا خلود فی النار ہے " (یعنی ہمیشہ دوزخ میں جلنا)۔

تبلیغ | حضرت تحریر فرماتے ہیں • جب سے مسلمانوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا بند ہوگیا، موقوف ہوگیا، مسلمان تباہی کے گڑھے میں گرنے لگے۔ اب کشتی میں چند لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان میں سے ایک شخص سوراخ کررہا ہو تو سب کا فرض ہے کہ اس کو روکیں۔ نہ روکیں گے تو سب ڈوب جائیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر پیغمبر کا دارومدار ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے جتنے باطل مذہب والے ہیں وہ اپنے مذہب اور خیالات کی تبلیغ کر رہے ہیں اور مسلمان باوجود حق پر رہنے کے تبلیغ سے بے خبر ہیں۔ اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ بد مذہب والوں کا زور بڑھتا جارہا ہے۔ روز ایک نیا مذہب ایجاد ہورہا ہے اور چند بے وقوف اس کے پیرو بن رہے ہیں۔ دنیا میں رسہ کشی ہورہی ہے۔ جو ہمت ہارے گا وہ دوسرے کی طرف کھنچ کر چلا جائے گا۔ اللہ مسلمانوں کو نیک توفیق دے اور امر بالمعروف اور نہیں عن المنکر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ● ۲

ضبطِ تولید | اسلام میں وظیفہ زوجیت کو بے محل استعمال کرنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ مباشرت کا مقصد طلبِ اولاد ہونا چاہئیے۔ پس اسلامی اصول میں برتھ کنٹرول، ضبطِ تولید ایک قسم کا واد یعنی اولاد کشی ہے۔ اگر برتھ کنٹرول کا سب لوگ ارادہ کریں تو سو سال میں ایک شخص بھی زمین پر چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ فرانسیسیوں کے برتھ کنٹرول کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ کروڑ کے تین کروڑ رہ گئے۔ اور جرمنوں کے توالد تناسل کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانچ کروڑ کے سات کروڑ ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ برابر کو برابر لڑکر مریں گے تو فرانسیسیوں کے ختم پر چار کروڑ باقی رہیں گے۔ اولاد کا ہونا ایک فطری بات ہے۔ جو فطرتِ الٰہی کی مخالفت کرتا ہے وہ سزا پائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ● ۳

● ۱، ۲، ۳ تفسیرِ صدیقی

تعدد ازدواج ۔ عورت کے حمل اور رضاعت کے زمانے میں کثرت امت نہیں ہوسکتی ۔ لہذا مردوں کو تعدد ازدواج کی اجازت دی گئی نہ کہ عورتوں کو ۔ اسلام نے تعددِ ازدواج کو پیدا نہیں کیا بلکہ غیر محدود نکاحوں کو چار تک محدود کردیا ۔ (قرآن میں) صاف صاف بتایا گیا ہے کہ اگر عدل و مساوات برقرار نہیں رکھی جاسکتی تو ایک عورت پر قناعت کرنا چاہیئے ۔ اس جنگ عظیم میں لاکھوں کیا کروڑوں مرد مارے جارہے ہیں اور عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہوگئی ہے ۔ اگر تعددِ ازدواج کی اجازت نہ دی جاتی تو یہ عورتیں کس طرح بسر کریں گی ؟ کون ان کا متکفل ہوگا ؟ یہ اسلامی اصول ہے اور لوگ مجبور ہیں کہ اس پر عمل کریں ۔ ۞ ۱

جن لوگوں کے پاس تعددِ ازدواج جائز نہیں وہ ذرا یہ تو بتائیں کہ موجودہ زمانہ کے لاکھوں بلکہ اس سے زیادہ بیواؤں کا کیا علاج کیا جاسکتا ہے ؟ اور زنا کاری سے بچنے کی کیا صورت ہے ؟ بے تحقیق اعتراض کرنے سے کیا ہوتا ہے ۔ ذرا سوچو اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرو ۔ ۞ ۲

سخاوت و شجاعت واضح ہو کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ بعض پر مال صرف کرنا دشوار گزرتا ہے ۔ کھال جائے مگر بال نہ جائے ۔ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے ۔ اور بعض لوگوں پر لڑنا نہایت دشوار گزرتا ہے ۔ تلوار چلی ہم ندارد ۔ مال ، جان کا صدقہ ہے ۔ اللہ مال اور جان دونوں کے لئے تیار رہنے کا حکم دیتا ہے اور مسلمانوں کو سخاوت ، شجاعت دونوں کے لئے مستعد بناتا ہے ۔ مسلمان سخی بھی ہوتا ہے اور شجیع بھی ۔ افسوس مسلمانوں نے اپنے دونوں جوہروں کو کھودیا ۔ اور قعر مذلت میں جاگرے ۔ ۞ ۳

جہاد اسلام حریت ، آزادی ، مذہب کے لئے جنگ کی اجازت دیتا ہے ۔ اچھا یہ جہاد کیا چیز ہے ؟ کیا زبردستی جنگ کرنا نہیں ہے ؟ سنو ؛ دشمنان دین نے جہاد کے لفظ کو ہوا بنادیا ہے ۔ جہد یجہد جہدا کوشش کرنا جاهد یجاهد مجاهده و جهادا ۔ باہم مل کر کوشش کرنا ۔ قوم کی تعلیم میں کوشش کرنا بھی جہاد ہے ۔ اصلاح اخلاق و عادات کرنا بھی جہاد ہے ۔ بلکہ جہادِ اکبر ہے ۔ اسلامی جنگ مذہب اور امن کے قائم کرنے کے لئے ہوتی ہے ۔ اس واسطے وہ بھی جائز ہے ۔ کیونکہ وہ بہت بڑی کوشش ہے ۔ ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض اگر یہ بات نہ ہوتی کہ امن پسند یا حق پرست لوگوں کے ہاتھ سے شریروں اور مفسدوں کو دفع نہ کیا جاتا تو روئے زمین تباہ ہوجاتی ۔ ایک دوسری جگہ ہے ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع وصلٰوت و مساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا ۔ اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دی جاتیں خانقاہیں راہبوں کی ، گرجے نصرانیوں کے اور کلیسے یہودیوں کے اور مسجدیں مسلمانوں کی جن میں بکثرت نام خدا لیا جاتا ہے ۔ ان آیتوں سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ۔

۱ ۔ جنگ یا جہاد امن کے برقرار رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے ۔

۲ ۔ معابدہ میں اور یاد خدا کرنے میں کسی قسم کا نقصان اور خلل نہ پیدا ہوا ۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ اسلام دوسرے مذاہب اور عبادت گاہوں کو برقرار رکھنا چاہتا ہے ۔ ۞ ۴

۞ ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴ تفسیر صدیقی۔

ایک غلط فہمی کا اس طرح ازالہ فرماتے ہیں۔ " دشمنان اسلام نے ایک غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ کوئی ذرا قرآن کی آیتوں پر غور کرے۔ وہ تو فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ وہ فرماتا ہے۔ افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین۔ کیا تم لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کروگے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ جو لوگ امن و امان اختیار کرکے باوجود کفر و شرک کے مسلمانوں کے دامن عطوفت میں پناہ لیتے ہیں ان کی حفاظت کا ذمہ مسلمان لیتے ہیں۔ ان کے حقوق کی حفاظت مسلمان کرتے ہیں۔ وہ لوگ ذمی کہلاتے ہیں۔ جو حربی، مسلمانوں سے جنگ کرنے والے بھی چند روز کے لئے امن لے کر مسلمانوں کے ملک میں آتے ہیں تو ان کو امن دینے کا حکم ہے۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ۔ اگر کوئی مشرک تمہاری پناہ لینا چاہے تو تم اس کو پناہ دو۔ رحمۃ للعٰلمین۔ نے حکم دیا عورتوں کو نہ مارو، بچوں کو نہ مارو، بوڑھوں کو نہ مارو، گرجوں اور مندروں میں رہنے والوں کو نہ مارو، جو لڑنے جھگڑنے والے نہیں، کشت و خون کرنے والے نہیں ان پر رحم کرو۔ ان کو چھوڑدو۔ قرآن میں کوئی غور کرے کہ اس میں جابجا قاتلوا ہے بابِ مفاعلہ شرکت پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ان کو مارو جو تم کو مارنا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ فاقتلوا بھی ہے مگر کن کو؟ جو تم کو مارتے ہیں۔ مسلمانوں سے زیادہ روادار، صلح جو کوئی قوم نہیں۔ ● ۱

وارفنڈ یا جزیہ حضرت لکھتے ہیں " اچھا غیر مسلموں سے کیوں جزیہ لیا جاتا ہے؟ اور مسلمانوں سے کیوں نہیں لیا جاتا؟ اس کا صاف جواب ہے کہ مسلمانوں سے زکوٰۃ لی جاتی ہے اور غیر مسلموں سے جزیہ۔ یہ جزیہ کیا ہے؟ ٹیکسِ حفاظت یا وار فنڈ۔ جو لوگ جنگی خدمات نہیں ادا کرتے، امن و امان قائم رکھنے کی کوشش نہیں کرتے ان سے یہ ٹیکس لیا جاتا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح‌ؓ نے ان ذمیوں کا جزیہ واپس کردیا جن کی حفاظت کر نہیں سکتے تھے۔ نیز وہ غیر مسلم جو بحیثیت حلیف کے مسلمانوں کے ساتھ ہوکر لڑیں ان سے ہرگز جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ بعض اسلامی ممالک میں جو جنگی تعلیم میں شریک نہیں ہوتے ان سے ایسا ٹیکس لیا جاتا ہے۔ جزیہ کے لفظ سے کراہیت کی کیا بات ہے۔ اور وار فنڈ کے لفظ میں کیا خوبی ہے کہ جزیہ کے لفظ سے چراغ پا ہوتے ہیں۔ اور وار فنڈ کے لفظ سے نہایت خوش، حالانکہ دونوں کا مقصد ایک ہے، غرض متحد ہے۔ ● ۲

غلامی " اچھا، غیر مسلموں کو غلام بنالینے کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ اسلام حریت اور مساوات کا علم بردار ہے؟ لوگوں کو غلامی کے لفظ سے دھوکا ہوتا ہے۔ ان کا خیال روما کے غلاموں اور افریقہ کے غلاموں کی طرف جاتا ہے۔ اسلام ان مظالم سے پاک ہے۔ اسلام میں غیر تعلیم یافتہ و غیر تربیت یافتہ لوگ، تربیت یافتہ لوگوں کے زیر نگرانی دیئے جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں حکم ہے کہ ان غلاموں یا غیر تربیت یافتہ یا ان کلچرڈ اور ان سیوی لائزڈ کو بھی وہی کھلائیں جو خود کھائیں۔ وہی پہنائیں جو خود پہنیں۔ کام لیں تو خود بھی ہاتھ بٹائیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت بھی یہی وصیت کی کہ باندی، غلاموں یا غیر تعلیم یافتہ اشخاص کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اسلام کا حکم ہے۔ فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا و اتوھم من مال اللّٰہ الذی اتکم۔ یعنی کچھ لے کر ان کو نوشتہ آزادی لکھ دو اگر ان میں خیر کے آثار پاؤ۔ اگر یہ تعلیم و تربیت یافتہ اور خوش کردار ہوجائیں تو ان کو خدا کے دیئے ہوئے مال سے تم بھی تو کچھ دو۔ ذرا خدا کو حاضر و ناظر جان کر وہ لوگ جو اسلام کے بزورِ شمشیر پھیلنے کا دعویٰ کرتے ہیں،

● ۱ ۲۰۱ تفسیر صدیقی۔

فرمائیں کہ کیا غلاموں میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے غلام نہ تھے ۔ اگر اسلام میں ایسی زبردستی ہوتی تو کوئی کافر غلام زندہ نہ رہتا یا کوئی اپنے مذہب پر برقرار نہ رہتا ۔ حقائق الگ چیز ہیں ۔ اور جھوٹے پروپگنڈے الگ بات ۔ ● ۱

حقوق العباد حضرت حقوق العباد پر اس طرح توجہ دلاتے ہیں ۔ ۔ دیکھو ! اللہ حقوق اللہ میں معافی فرما سکتا ہے ۔ مگر حقوق العباد بڑی بری بلا ہے ۔ وہ علیم ہے تمہارے اعمال سے واقف ہے ۔ قدیر ہے تم کو جزا و سزا دے سکتا ہے ۔ وہ مقسط ہے عادل ہے ۔ منصف ہے ۔ غریبوں اور عاجزوں کی فریاد سنتا ہے ۔ وہ ظالموں کو بغیر سزا دیئے نہ چھوڑے گا ۔ اے حاکمو ! اپنے ماتحت لوگوں پر انصاف و رحم سے کام لو ۔ غلطی تم سے بھی ہوتی ہے اور دوسروں سے بھی ۔ چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت نہ کرو ۔ بندگانِ خدا کی حق رسانی کرو آخر تمہارا بھی تو ایک مالک ہے ۔ بادشاہ ہے ۔ اس سے جس قسم کی امید رکھتے ہو اپنے ماتحتوں سے ویسا ہی سلوک کرو ۔ اللہ رب العالمین ہے ، رحمٰن و رحیم ہے ، تم بھی تو اس کے صفاتِ طیبہ کا مظہر بنو ۔ دیکھو ! ان بطش ربک لشدید ۔ تیرے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے ۔ ● ۲

۔ مسلم حکمِ الٰہی میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ بے حکم شرع کوئی حرکت نہیں کرسکتا ۔ کیا بات کرسکتا ہے ؟ نہیں ۔ غیبت نہیں کرسکتا ، جھوٹ نہیں بول سکتا ۔ کلمات کفر نہیں بک سکتا ۔ کیا کچھ کھا سکتا ہے ؟ نہیں ۔ جو جانور حرام کردیئے گئے ہیں ان کو نہیں کھا سکتا معمولی کھانا پانی رمضان شریف کے دن جب تک مغرب نہ ہوجائے نہ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے ۔ غرض کہ مسلمان کا ہر فعل تحتِ شرع متین ہوتا ہے ۔ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰہ رب العٰلمین ۔ ● ۳

موت و حیات میری دونوں ترے لئے ہیں جینا تری گلی میں مرنا تری گلی میں (حسرت صدیقیؒ)

● ۱۔۲۔۳ تفسیر صدیقیؒ

امراء سے معاملت

امراء سے معاملت صفحہ

عابد جاہ کو نماز کی تاکید ۔ فرزندانِ آصفجاہ کو شرفِ تلمذ ۔ تلاوتِ کلام اللہ کا احترام ۴۷۳
مکہ مسجد کے طغرے ۔ بادشاہ وقت کا احترام ۔ ملکہ دکن کی حضرت سے ملاقات ۴۷۴
جاں نثاری کا اظہار ۔ رعایا سے بادشاہ یا بادشاہ سے رعایا ۴۷۵
عید الفطر کا مسئلہ ۴۷۶
سالار جنگ کے نوادرات کا معائنہ ۔ ولی الدولہ کا معاملہ ۔ سر اکبر حیدری وزیر اعظم کو دُعاء ۴۷۷
مہاراجہ کی عقیدت ۴۷۸

امراء سے حضرت کی معاملت

ایک مرتبہ نواب میر عثمان علی خان آصفجاہ ہفتم کے فرزند، نواب ہاشم جاہ بہادر، حیدرآباد کے کسی مشائخ صاحب کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے مشائخ صاحب سے پوچھا۔ ان سے آپ کی ملاقات کیسی ؟ ہاشم جاہ نے بڑھ کر عرض کیا۔ یہ میرے پاس اکثر آتے رہتے ہیں۔ حضرت نے مشائخ صاحب سے پھر پوچھا۔ کچھ قرآن و حدیث کی تعلیم دینے جاتے ہیں ؟ انہوں نے جواب دیا۔ شہزادہ صاحب کی حمایت کی وجہ سے آیا جایا کرتا ہوں۔ حضرت نے ان کو ڈانٹا۔ فرمایا۔ تم کو کیا پڑی ہے کہ ان کے گھر آیا جایا کرو۔ اگر ان کو تمہاری ضرورت ہے تو یہ خود تمہارے پاس آسکتے ہیں۔ فقراء کا نوابوں کے گھر آنا جانا اچھی بات نہیں۔

عابد جاہ کو نماز کی تاکید آصف جاہ ہفتم کے ایک اور فرزند، نواب عابد جاہ بہادر، حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اطلاع کرائی کہ عابد جاہ حاضر ہوا ہے اور شرف ملاقات کا آرزو مند ہے۔ حضرت نے کہلوایا۔ ان سے کہو پہلے دو رکعت نماز ادا کرکے آئیں۔ چنانچہ عابد جاہ نے تعمیل حکم میں فوراً وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کرکے حاضر خدمت ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد کنگ کوٹھی سے قریب کی ایک مسجد میں بعد نماز جمعہ ملاقات ہوئی۔ مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھ کر خود ملے اور بڑی عقیدت سے دست بوسی کی۔ نام کی مناسبت کی بناء پر دو رکعت نماز پڑھوانے کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ پنجگانہ نماز کے پابند ہوگئے۔ حضور نظام کے صاحبزادوں میں شدت کے ساتھ پابند صوم و صلوٰۃ اگر کوئی ہے تو وہ صرف عابد جاہ بہادر ہی ہیں۔

فرزندانِ آصفجاہ کو شرفِ تلمذ نواب صلابت جاہ بہادر اور نواب بسالت جاہ بہادر برادران آصفجاہ ہفتم کو حضرت سے تلمذ کا شرف حاصل رہا ہے۔ نواب بسالت جاہ بہادر سے میرا ایک مقام پر تعارف کرایا گیا تو نہایت عزت سے پیش آئے۔ فرمایا۔ مجھے مولانا کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ حضرت کا تذکرہ نہایت ادب و احترام سے کچھ دیر فرماتے رہے۔

نواب اعظم جاہ بہادر مرحوم اور نواب معظم جاہ بہادر شہزادگان بلند اقبال کی تعلیم کے سلسلہ میں اعلیحضرت آصفجاہ ہفتم نے حضرت کے پاس کہلوایا تو جواب میں عرض کروادیا کہ میں شہزادوں کے بنگلہ پر تعلیم دینے سے قاصر ہوں۔ فقیر کا گھر ان کے لئے ہر وقت کھلا ہے یا مسجد میں انتظام ہوسکتا ہے۔ نواب مکرم جاہ کی تعلیم کے بارے میں بھی حضرت نے اسی طرح کہلوادیا تھا۔

نواب صلابت جاہ بہادر مرحوم کی والدہ اجالہ بیگم صاحبہ کا انتقال ہوا تو اعلیحضرت نے حکم دیا کہ ان کے پیر و مرشد کو اطلاع دو۔ چنانچہ اطلاع ملنے پر حضرت مکہ مسجد میں ان کے دفن میں شریک رہے۔

تلاوتِ کلام اللہ کا احترام اعلیحضرت کے ایک فرزند نواب جواد جاہ کا انتقال ہوا۔ زیارت سوم میں، اطلاع آنے پر حضرت تشریف لے گئے۔ قرآن خوانی ہورہی تھی۔ امراء، فقراء، مشائخین، علماء اور عہدہ دار سب ہی جمع تھے اور مصروف تلاوت تھے۔ اسنے میں اعلیحضرت بندگانِ عالی کی رونق افروزی ہوئی۔ سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ مگر حضرت مصروف تلاوت رہے۔ اعلیحضرت نے حضرت کو دیکھا مگر کھڑے نہ ہونے پر معترض نہ ہوئے۔

مکہ مسجد کے طغرے | سعودی عرب کی حکومت کی جانب سے اعلیٰحضرت کے پاس چند طغرے مخمل پر زر کے کام سے کاڑھے ہوئے تحفۃً آئے اعلیٰحضرت نے ان طغروں کو مکہ مسجد میں لگوادیا۔ یہ طغرے آج بھی مکہ مسجد میں لگے ہوئے ہیں۔ آخری کتبہ پر سعودی بادشاہ ابن سعود کا نام بھی تھا۔ حضرت نے طغروں کو ملاحظہ فرمایا۔ قرآنی آیتوں پر بھلا معترض کیوں ہوتے مگر سلطان کے نام پر اعتراض فرمایا۔ مہتمم مکہ مسجد کو بلواکر کہا " آئندہ جمعہ تک یہ نام کتبہ میں نہیں رہے گا "۔ انہوں نے عرض کیا اعلیٰحضرت نے لگوایا ہے۔ فرمایا " ان کو کیا پڑی ہے جو مساجد میں من مانی کریں، دین کے کاموں میں دخل دیں "۔ مہتمم مکہ مسجد نے اعلیٰحضرت کے پاس معروضہ پیش کیا کہ مولانا عبدالقدیر صدیقی کو اعتراض ہے اور اس طرح کہہ کر تشریف لے گئے ہیں۔ اعلیٰحضرت نے حکم دیا کہ فوراً اس نام کو کتبہ سے صاف کردیا جائے اور ان کو اطلاع کردی جائے۔

بادشاہ وقت کا احترام | اعلیٰحضرت کے ہاں دعوت تھی۔ علما و مشائخین کا دسترخوان علحدہ تھا۔ حضرت کی بھی دعوت تھی تشریف لے گئے۔ اعلیٰحضرت نے حضرت کی جگہ اپنے بالکل روبرو رکھی تھی۔ حضرت دوسرے دسترخوان کی طرف تشریف لے جانے لگے تو اعلیٰحضرت نے فرمایا " صدیقی صاحب کہاں ہیں۔ ان کے لئے میں نے یہاں جگہ رکھی ہے "۔ چنانچہ حضرت تشریف فرما ہوگئے۔ اعلیٰحضرت کی عادت تھی کہ اپنے خاصہ سے فراغت کے فوری بعد اٹھ جاتے دوسروں کا لحاظ نہ فرماتے۔ سب کو احتراماً اٹھ جانا پڑتا۔ مگر اس مرتبہ اعلیٰحضرت نے اس وقت تک ہاتھ نہیں روکا جب تک کہ حضرت نے کھانا ختم نہیں کیا۔ حضرت خاصہ میں مشغول رہتے تو اعلیٰحضرت حضرت کے چہرہ مبارک کو بغور دیکھتے۔ حضرت نوالہ اٹھاتے تو خود مصروف طعام ہوجاتے۔ ختم دعوت پر اعلیٰحضرت ابھی روانہ نہ ہوئے تھے، مہمانوں سے مصروف گفتگو ہی تھے کہ ایسے میں اعلیٰحضرت کے برادرِ نسبتی نواب قدرت نواز جنگ بہادر حضرت سے آکر ملے اور قدمبوس ہونے لگے۔ حضرت نے ان سے فرمایا " بابا! یہ گھر نہیں ہے "۔ انہوں نے عرض کیا " آقا میں منافق نہیں ہوں "۔ نواب صاحب موصوف، حضرت سے عرض معروض کرتے یا حضرت کا ذکر کرتے تو میرے آقا سے مخاطبت کرتے۔ مرتے دم تک ان کی عقیدت کا یہی عالم رہا۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے گھر (یاقوت پورہ) دعوت دی۔ گاؤ تکیئے سے مجھے بٹھایا اور سوزنی سے ہٹ کر ہاتھ جوڑے سامنے بیٹھے رہے۔ میں نے توجہ دلائی تو فرمایا " پاشا آپ نواسے کس کے ہیں، ہماری یہیں جگہ ہے "۔ جب کچھ پریشانی آتی حضرت کی خدمت میں فوراً حاضر ہوجاتے اور طالبِ دعا ہوتے۔ باوجود امیر کبیر ہونے کے حضرت جہاں تشریف فرما رہتے بیٹھ جاتے۔ سادہ تخت ہو، سیلو کا فرش ہو، یا حصیر ہو، کچھ ہو۔

ملکہ دکن کی حضرت سے ملاقات | ایک مرتبہ اعلیٰحضرت نے کہلوایا کہ دلہن پاشا آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ آپ ان سے ملاقات کریں۔ دن اور وقت کا بھی تعین کردیا گیا۔ چنانچہ حضرت وقت مقررہ پر تشریف لے گئے۔ دلہن پاشا ولی عہد بہادر کی والدہ تھیں، ملکہ کا اعزاز ان ہی کو حاصل تھا اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت کو دیوڑھی میں یاد فرمایا۔ نہایت احترام سے کرسی پیش کی۔ حضرت تشریف فرما ہوگئے۔ دلہن پاشا کا عجب حال تھا۔ برسوں سے غسل نہ کرنے کی وجہ سے سر کے بال الجھ کر گھانس کی لٹیں بن گئی تھیں۔ سخت جلالی رنگ طاری تھا۔ انہوں نے گفتگو کی ابتداء یوں کی۔ " میں نے سنا ہے کہ یہاں کے اکثر عرب آپ کے مرید ہیں اور آپ لوگوں کو گھر پر بنوٹ بھی سکھاتے ہیں "۔ حضرت نے جواب دیا " یہ میرا خانگی معاملہ ہے "۔ انہوں نے عرض کیا " میں کچھ

باتیں آپ سے کہنا چاہتی ہوں ۔ مگر آپ عثمان علی (اعلیحضرت بندگانِ عالی) سے تو نہیں کہہ دیں گے ؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ۔ میں صدیقی ہوں خود سے تو نہیں کہوں گا ۔ وہ شاہِ وقت ہیں اگر مجھ سے پوچھیں تو کہنا ہی پڑے گا ۔ دولہن پاشا نے کہا ۔ مجھے آواز آتی ہے کہ میں اللہ ہوں ۔ حضرت نے استفسار فرمایا ۔ کیا آپ کوئی وظیفہ پڑھتی ہیں ؟ ۔ انھوں نے جواب دیا ۔ اللہ ھو ۔ کا وظیفہ پڑھتی ہوں ۔ حضرت نے پوچھا ۔ ۔ اس وظیفہ کی آپ کو کسی نے اجازت دی ؟ ۔ انھوں نے بتایا کہ ۔ ایک بڑھیا نے مجھے یہ وظیفہ پڑھنے کہا تھا ۔ حضرت نے سوال کیا ۔ کیا آپ کو کسی سے بیعت حاصل ہے ؟ ۔ انھوں نے نفی میں جواب دیا ۔ حضرت نے فرمایا ۔ شیطان ۔ میں اللہ ہوں کہہ کر لوگوں کو دھوکا دے سکتا ہے ۔ مگر میں رسول اللہ ہوں کہہ نہیں سکتا ۔ نہ تو حضرت (صلی اللہ علیہ و سلم) کی صورت میں تمثل اختیار کرسکتا ہے ۔ آپ کثرت سے درود پڑھئے اس سے ٹھنڈی کیفیت آتی ہے ۔ حضرت نے ان سے کہا ۔ آپ پر سخت جلالی رنگ طاری ہے ۔ آپ متحمل نہیں ہوسکتیں ۔ آپ اپنی کیفیت میرے حوالے کر دیجئے ، محفوظ رہے گی ۔ مرتے وقت مل جائے گی ۔ وہ راضی نہ ہوئیں ۔ کہا ۔ میں جس حال میں ہوں رہنے دیجئے ۔ پھر عرض کیا ۔ آپ فرمایئے میں کس سے بیعت کروں ؟ ۔ حضرت نے فرمایا ۔ اس معاملہ میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے رجوع ہوں ۔ جس کے لئے رہبری ہو بیعت کریں ۔ انھوں نے سوال کیا ۔ آپ کو اپنے مرشدؒ ، سرکارِ دوعالمؐ اور اللہ تعالیٰ سے کس قسم کا ربط محسوس ہوتا ہے ؟ ۔ حضرت نے جواب دیا ۔ میں بادشاہ کا نمک خوار ہوں ، انھوں نے حکم دیا تعمیل حکم میں ، میں یہاں چلا آیا ۔ یہ معاملہ روح سے متعلق ہے ، اس پر کسی کی حکومت نہیں ۔ میں یہ بتانا نہیں چاہتا ۔ یہ ساری گفتگو ولی عہد کی بہن بھی سن رہی تھیں جو وہاں پہلے ہی سے موجود تھیں ۔ درمیان میں وہ بھی سوالات کرتی جاتی تھیں ۔ جمعہ کا دن تھا حضرت نے گھڑی دیکھی فرمایا بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار کا وقت ہورہا ہے اور چلنے کھڑے ہوگئے ۔ السلام علیکم کہا اور تیز تیز واپس ہوگئے ۔ ماں بیٹی دیکھتی رہ گئیں ۔

جاں نثاری کا اظہار انگریزوں کے آخری دور میں پرتشدد کارروائیاں شروع ہوئیں ، ہر طرف فسادات پھوٹ پڑے ۔ حیدرآباد بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔ یہاں کے ذی وجاہت و ذی شرف حضرات اپنی خیر منانے لگے ۔ بعضوں نے غیر متاثرہ علاقوں میں منتقل ہونے کی سوچی ۔ اعلیحضرت کو بھی مشورہ دیا کہ آپ بھی امن ہونے تک کم از کم اورنگ آباد منتقل ہوجائیں ۔ چنانچہ یہ مسئلہ کنگ کوٹھی میں معرضِ بحث بنا ہوا تھا ۔ اعلیحضرت نے باریاب ہونے والوں سے دریافت فرمایا ۔ صدیقی صاحب کیا سوچ رہے ہیں ؟ چنانچہ حضرت کی یاد ہوئی ۔ حضرت سے بھی مشورہ چاہا ۔ حضرت نے فرمایا ۔ میں ، میرے بچے ، ہزاروں مرید اور ہزاروں شاگرد کس دن کے لئے ہیں ۔ ضرورت ہوگی تو میں کنگ کوٹھی کے باہر پڑجاؤں گا ۔ جب تک میں اور میرے متعلقین زندہ ہیں آپ پر آنچ نہیں آسکتی ۔ آپ آرام سے کنگ کوٹھی میں رہیں ۔ چنانچہ نقلِ مقام کا مسئلہ ہی ختم ہوگیا ۔

رعایا سے بادشاہ یا بادشاہ سے رعایا اتحاد المسلمین پورے عروج پر تھی ۔ نواب بہادر یار جنگ اپنی تقریروں میں غیر محتاط ہوگئے ۔ یہ مسئلہ اٹھایا کہ رعایا سے بادشاہ ہے یا بادشاہ سے رعایا ۔ اصل میں اعلیحضرت نے ایک شعر لکھا تھا ۔

سلاطینِ سلف سب ہوگئے نذرِ اجل عثمانؔ　　مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

یہ شعر مسلمانوں کو ناگوار گزرا ۔ لعن طعن شروع ہوگئی ۔ بہادر یار جنگ نے بھی خوب اچھالا ۔ اعلیحضرت ان سے خدشہ محسوس

کرنے لگے ۔ اس وقت کنگ کوٹھی میں گویا تلوار لٹک رہی تھی ۔ حضرت کی یاد ہوئی ۔ حضرت نے اس خیال کے تحت کہ نہ معلوم گفتگو کا کیا رنگ رہے اور نتیجہ میں سلامتی سے گھر واپسی ہوتی ہے یا شہر بدر کا حکم ہوتا ہے کیونکہ بادشاہوں کی چاہت اور عقیدت بے بھروسہ ہوتی ہے ۔ اپنے ایک خادم محمد حسین قادری کو ساتھ لیا ۔ بستر لپیٹ کر موٹر میں رکھ لیا ۔ ہاتھ میں تلوار اور گلے میں قرآن حمائل کرکے کنگ کوٹھی پہنچے ۔ ۔ اندر اطلاع ہوئی ۔ باریابی کی اجازت ملی ۔ پردہ گیٹ میں داخل ہونا چاہتے تھے کہ دربان نے ٹوکا اور تلوار باہر رکھ کر اندر جانے کا حکم سنایا ۔ حضرت نے فرمایا " میری تلوار کون لیتا ہے ؟ فوراً اطلاع اعلیٰحضرت کو مل گئی ۔ وہاں سے حکم آیا " صدیقی صاحب جس حالت میں آنا چاہیں ان کو اجازت ہے " ۔ اعلیٰحضرت نے پہلے سے حضرت کے لئے کرسی رکھوادی تھی ۔ حضرت نذری باغ میں داخل ہوئے ۔ اعلیٰحضرت " مولانا ادھر ، مولانا ادھر " کی آواز دیتے کئی قدم آگے آگئے ۔ حضرت نے سینہ پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا ۔ اعلیٰحضرت نے نہایت اشتیاق سے ملاقات کی ۔ گفتگو شروع ہوئی ۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا " میں آپ سے کچھ مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں " ۔ حضرت نے عرض کیا " میں بچوں کو پڑھانے والا مولوی آدمی ہوں " ۔ آپ فرمائیں گے ایسا کیوں کہا ، یوں بات کیوں کی تو آپ فرماتے جائیے میں سنتا جاتا ہوں " ۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا " آپ اطمینان سے گفتگو فرمائیں " ۔ اعلیٰحضرت نے سوال کیا " بادشاہ سے رعایا ہے یا رعایا سے بادشاہ ؟ حضرت نے جواب دیا " ہمارے پاس اسلام میں لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوتے ہیں تو سب آزاد رہتے ہیں ، جب امام کو چن لیتے ہیں تو امام کے زیر حکم آجاتے ہیں ، اس کے حکم پر عمل نہ کیا جائے تو مقتدی باقی نہیں رہتا ۔ اگر امام سے معمولی غلطی ہو تو مقتدی ٹوک دیتے ہیں ، اگر امام ایسی فاش غلطی کرے جو اصول دین کے خلاف ہو تو نہ امام باقی رہتا ہے نہ اس کی اطاعت باقی رہتی ہے ۔ اعلیٰحضرت نے جواب سن کر اطمینان ظاہر کیا ۔ اور بھی مسائل پر گفتگو رہی ۔

عید الفطر کا مسئلہ ایک مرتبہ رمضان میں انتیس تاریخ مطلع ابر آلود ہونے کی بناء پر عید کا چاند نظر نہ آیا اور دوسرے شہروں سے چاند نظر آجانے کی اطلاع ملنے پر دوسرے دن نماز عید کی ادائی کے رائے میں اختلاف رائے ہوگیا ۔ بعض نماز عید ادا کرنے پر مصر تھے اور بعض روزہ جاری رکھنے پر ۔ اعلیٰحضرت نے پیشی کے لوگوں سے فرمایا " میں وہی کروں گا جو صدیقی صاحب کریں گے " ۔ چنانچہ دریافت کے لئے علی الصبح پیشی کے چند ذمہ دار اصحاب کو حضرت کی خدمت میں روانہ کیا ۔ حضرت نے ان سے حدیث بیان فرمائی کہ " عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ذکر کیا رمضان کا اور اشارہ کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے (یعنی دس انگلیوں سے) اور فرمایا کہ مہینہ ایسا ہے ، ایسا ہے ، ایسا ہے اور بند کرلیا اپنے انگوٹھے کو تیسری بار (یعنی انتیس دن کا ہوتا ہے) اور فرمایا روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو چاند دیکھ کر پھر اگر تم پر بدلی ہو تو گن لو پورے تیس دن " ۔ اس حدیث کو بیان کرکے حضرت نے فرمایا " اعلیٰحضرت سے کہو میں نے تو روزہ رکھا ہے ۔ پھر فرمایا " شہر میں وہیں کی روئیت معتبر دوسرے شہروں کی رویت معتبر نہیں " ۔ چنانچہ اعلیٰحضرت نے نماز عید ادا نہ کی ۔ مکہ مسجد اور عیدگاہ میں بھی نماز عید نہیں پڑھی گئی ۔ صرف مسجد افضل گنج میں ان حضرات نے نماز عید الفطر پڑھی جو نماز عید کی ادائی پر مصر تھے ۔ بعد میں ان لوگوں کو بڑا تاسف رہا کہ ان کا فرض روزہ قضاء ہوا ۔

ایک مرتبہ اعلیٰحضرت نے حضرت کے پاس خاصہ بھیجا ۔ شاہی تھی ۔ دستور تھا کہ بادشاہِ وقت اگر کسی کے پاس خاصہ روانہ کرے تو حسبِ حیثیت نذر پیش کریں ۔ حضرت نے خاصہ قبول کرلیا اور کاغذ کے ایک پرزہ پر فی البدیہ صرف یہ

شعر لکھ کر روانہ کردیا۔

عثمان تو ہرگز نہ ڈر اللہ تیرا یار ہے تیری مدد پر مصطفےٰ اور حیدرِ کرار ہے

اعلیٰحضرت نے وہ پرچہ لے لیا۔ شعر پڑھتے جاتے، ٹہلتے جاتے اور بار بار شعر پڑھتے جاتے۔ کتنی دیر تک یہی حالت رہی۔

حضور نظام کی کئی صاحبزادیاں، داماد اور خاندانِ شاہی کے دیگر کئی ارکان حضرت کے مرید تھے۔ مگر حضرت کسی کے گھر کبھی تشریف نہیں لے گئے۔ البتہ ضرورت پر یہ لوگ خود حاضر خدمت ہوتے اور اپنے لئے طالب دعا ہوتے۔

سالار جنگ کے نوادرات کا معائنہ نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ ثالث نے حضرت کو بطورِ خاص مدعو فرمایا اور اپنے جمع کردہ نوادرات کا خود حضرت کے ساتھ رہ کر معائنہ کروایا۔ ہتھیاروں میں حضرت نے ایک تلوار اور ایک پیش قبض کی بہت تعریف کی۔ سالار جنگ نے خوش ہوکر بتلایا یہ تلوار شہنشاہ جہانگیر کے ہاتھ کی ہے، اور پیش قبض ملکہ نور جہاں کا۔ مخطوطات اور قلمی کلام مجید اور دیگر کتب کا ملاحظہ کرتے ہوئے۔ حضرت نے ایک تحریر کو بغور دیکھا اور کہا اس کے دیکھنے سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہورہے ہیں۔ سالار جنگ نے عرض کیا یہ تحریر حضرت مولیٰ (علی المرتضیٰؓ) کے دستِ مبارک کی تحریر کردہ ہے۔ تمام نوادرات دیکھنے کے بعد حضرت نے سالار جنگ سے فرمایا" میں اس آنکھ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ان نوادرات کو پرکھا اور چن چن کر جمع کیا"۔

ولی الدولہ کا معاملہ سردقار الامراء کے صاحبزادے نواب محمد ولی الدین خاں ولی الدولہ بہادر و صدر اعظم وقت کو حج و زیارت کا خیال پیدا ہوا تو شراب پینے سے تائب ہوگئے۔ قیمتی شراب ان کے بنگلہ سے بہہ نکلی۔ بیش بہا ظروف چکنا چور کردیئے گئے۔ رات دن مدینہ طیبہ کا لگو لگ گیا۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حج و زیارت میں حضرت کی معیت کے خواہاں ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔" باوا! اب میں کہل ہوگیا ہوں میری خدمت کون کرے گا"۔ انھوں نے عرض کیا کئی نوکر میرے ساتھ چل رہے ہیں حضرت کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ حضرت نے فرمایا" میری خدمت اور تمہارے نوکر کریں گے؟ باوا! فقیر کا اور امیر کا ساتھ نہیں ہوسکتا"۔ فرمایا" آپ جاؤ میں آپ کے ساتھ ہوں"۔ نواب صاحب کی خوش نصیبی کی انتہا یہ کہ مدینہ طیبہ پہنچ تو بارگاہِ رسالت میں حاضری کے وقت مواجہ شریف میں انتقال کرگئے۔ جنت البقیع میں دفن ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

" رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی "

ان کے فرزند نواب رشید جنگ باوجود حضور نظام کے داماد ہونے کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ننگے سر، گیلے بالوں سے حاضر ہوتے۔ صحن میں جوتے چھوڑ دیتے۔ سیڑھیوں کو بوسہ دیتے۔ نظر نیچی کئے دست بستہ خدمت میں کھڑے رہتے۔ ہاتھ جوڑتے جاتے، سرکار، سرکار کہتے جاتے اور عرض معروض کرتے جاتے۔

سر اکبر حیدری وزیر اعظم کو دعاء ایک مرتبہ ناپلی اسٹیشن پر حضرت کسی کو چھوڑنے گئے تھے۔ اتفاقاً سر اکبر حیدری بھی اسٹیشن پر موجود تھے۔ ان کی نظر حضرت پر پڑی تو قریب آگئے۔ ہاتھوں کو لے کر سر پر رکھ لیا اور دعا کے طالب ہوئے۔ حضرت نے دعا دی" اللہ آپ کو بادشاہ اور سلطنت کا بہی خواہ رکھے۔ آپ سے خیر کے کام لے اور نیک کاموں میں آپ کی مدد کرے"۔ یہ اس وقت وزیر اعظم تھے۔

مہاراجہ کی عقیدت مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت حیدرآباد نے رات کے خاصہ پر حضرت کو مدعو کیا۔ مغرب کا وقت تھا۔ حضرت تیار ہوکر باہر نکلے۔ ٹھیک اسی وقت ابوسعید خاں صاحب رفاعی، خلفِ نواب تہمتن جنگ بہادر، جو قرآن پڑھنے عصر کے وقت آیا کرتے تھے بارش کی وجہ سے دیر سے پہنچے۔ حضرت نے ان کو دیکھا تو فرمایا۔ آپ آگئے۔ اچھا بیٹھو، ابھی آیا۔ کپڑے بدل کر باہر تشریف لائے۔ فرمایا۔ مہاراجہ کے پاس دعوت تھی۔ انھوں نے عرض کیا۔ حضرت کل حاضر ہوجاتا ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ابوسعید خاں صاحب اتنی دور سے بھیگتے ہوئے تکلیف اٹھا کر قرآن پڑھنے آئیں اور عبدالقدیر قرآن پڑھانا چھوڑ کر مہاراج کے پاس دعوت کھانے جائے۔ قرآن پڑھانے لگے اور شوفر کو کہلوادیا کہ موٹر گیاریج میں رکھ دے۔

مہاراجہ بہادر اپنے آخری زمانہ میں حضرت کی خدمت میں اکثر حاضر ہونے لگے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بچوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوئے۔ بچوں کو قدموں میں ڈالا۔ حضرت کی گود میں سر رکھ کر رونے لگے۔ حضرت کے سامنے دامن پھیلا کر کہنے لگے۔ اپنے مرشد کا صدقہ کچھ ڈال دو۔ حضرت کی عادت تھی جب بھی ان کو دعا دیتے تو فرماتے۔ اللہ اچھا رکھے۔ اس مرتبہ اپنے مرشد کا نام سن کر دعا دی۔ اللہ تمہاری آخرت اچھی کرے۔ یہ سن کر مہاراج نے قدموں پر سر رکھ دیا۔ خوب روئے اور روتے ہوئے عرض کیا۔ میں بھی یہی دعا چاہتا تھا۔ مہاراج کی تمام مسلم اولاد حضرت سے بیعت رکھتی ہے۔

کفر و اسلام تیرے کاکل رخ نے لوٹے　　　　نہ دھرم باقی نہ ایمان ہے جاناں باقی

نصائح و ہدایات

الدّین النّصیحة

(حدیث شریف)

حضرت کی چند نصیحتیں ، ہدایتیں اور انتباہ

حضرت کے مقالات ، مضامین و نیز تفسیرِ صدیقی کے بعض پاروں سے اپنے ایک سرسری مطالعہ کے دوران وہ تحریرات جن میں حضرت نے ضروری نصیحتیں اور ہدایتیں فرمائی ہیں یا انتباہ دیا ہے میری نظر سے گزرتے گئے ۔ ان کو جمع کیا تو ایک مستقل رسالہ کی صورت پیدا ہوگئی ۔ یہاں اختصار کے پیشِ نظر ان میں سے چند کا انتخاب کرلیا گیا ہے جو برائے استفادہ پیش ہیں ۔

۱ ۔ شیطان پڑھالکھا تعلیم یافتہ دشمن ہے ۔ اس کے شر سے بچنا مشکل ہے ۔ شیطان نظر نہیں آتا ۔ گھات میں بیٹھا کام کر رہا ہے آدمی اسی وقت استعاذہ کرتا ہے کہ خود کو کمزور ، شیطان کو قوی دشمن اور اللہ کو قادر و توانا سمجھتا ہے جو آدمی کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے ۔

آدمی کو جب اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے تو تضرع و انکسار پیدا ہوتا ہے جو عبدیت کی جان ہے ۔

دشمن بھی پناہ میں آجاتا ہے تو اس کو تکلیف نہیں دی جاتی ۔ جب ہم اللہ کی پناہ میں آجائیں گے تو وہ ہمارے تمام کام درست کردے گا ۔ شیطان سے بھی بچائے گا اور دیگر مضر چیزوں سے بھی بچائے گا ۔ شیطان درگاہِ الٰہی کا کتا ہے ۔ کسی کو محل شاہی میں گھسنے نہیں دیتا ۔ تم اس کے آقا کو پکارو جو ہمارا بھی آقا ہے ۔ اے مالک یہ کتا تیرے دربار میں داخل ہونے سے ہم کو روکتا ہے تو اس کو ڈانٹ دے ۔ مالک ڈانٹ دے گا تو کتا ہٹ جائے گا اور ہم اس کی درگاہ میں داخل ہوسکیں گے ۔ دیکھنا اپنی قوتوں پر اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر نہ پھولو ، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں چھپے رہو ۔

۲ ۔ ہمارے پاس وحدت سے راحت ہے اور کثرت سے زحمت ۔ خدا کو پکڑو ، اس کا دامنِ رحمت ہاتھ سے جانے نہ دو ، خدا ایک ہے ، عینِ وحدت ہے ۔ تم اس کے زیرِ سایہ نہ رہو گے تو اطمینان کہاں سے پاؤ گے ۔

۳ ۔ خدائے تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے ۔ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے کہ کون مفسد ہے ؟ کون مصلح ؟ آج ایسے کام کرو کہ کل تم کو شرمندگی نہ ہو ۔

۴ ۔ ہمیشہ کام کرتے وقت جانچو کہ اسبابِ ظاہری یا باطنی پر زیادہ اعتماد ہے ، زیادہ یقین ہے یا اللہ پر اور اس کے وعدوں پر ہم کچھ نہیں کہتے تم خود اپنے دلوں میں فیصلہ کرو کہ کیا شرک فی الالوہیت ، شرک فی العبادۃ ، شرک فی الارادۃ تو واقع نہیں ہوا ۔ اگر واقع ہوا ہے تو توبہ کرو ۔ جب سے اخلاص مفقود ہوا نکبت آئی ، ذلت آئی ، تباہی آئی ۔

۵ ۔ صراطِ مستقیم سے مراد ہر وہ صحیح امر ہے جس پر وہ چلانا چاہتا ہے ۔ افراط تفریط کی زیادتی دونوں مناسب نہیں ۔ آزادی کا ارتقاء دہریت ، انٹی گاڈ تک ہوتا ہے ۔ تعظیمِ شخصی کی انتہا بُت پرستی ہوتی ہے ۔ درمیانی راستہ خدا کو خدا سمجھنا اس کے محبوبوں سے محبت رکھنا ہے ۔

ایک طرف خوارج ہیں ، ایک طرف روافض ، وسط میں راہِ سنت ہے ۔

نہ جبر ہے نہ قدر بلکہ حق درمیان میں ہے ۔

علتِ تام کے لحاظ سے ہر شئے کا ہونا لازم ہے مگر علتِ ناقص کے لحاظ سے بندہ کو گونہ قدرت ہے ۔

عدم اختیار ایک عقلی بات ہے۔ تقدیر میں کیا ہے پہلے سے کسی کو معلوم نہیں۔ ہوجانے کے بعد تقدیر ظاہر ہوتی ہے۔ جھوٹے حیلے کرنے والے نکمے بے کار تقدیر کا عذر کرتے ہیں۔ اچھے لوگ کام کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں اور مقبولیت کی امید رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ تقدیر میں دعا وغیرہ کی شرط ہوتی ہے۔ دعا کرتے ہیں اور نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ دعا نہیں کرتے نتیجہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ دعا کرنا یا نہ کرنا خود جزوِ تقدیر ہے۔

ایک طرف تقلیدِ محض ہے تو ایک طرف آزادی، غیر مقلدی، درمیان میں اہلِ علم کا اجتہادِ مطلق، اجتہاد فی المذہب، اجتہاد فی المسئلہ، ترجیح کا سلسلہ ہے۔ وقت بوقت تحقیق ہوتی ہے۔ حق کی اتباع کی جاتی ہے۔

اشتراکیت و ناقص جمہوریت اور ملوکیت و استبداد کے درمیان اسلامی انتخاب اور خلافت ہے۔

تہور یعنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑ پڑنے اور جبن یعنی بزدلی و نامردی کے درمیان شجاعت و مردانگی ہے۔ حرص و جمود کے درمیان عفت ہے۔

دھی، مکر، پولیٹکل، گرہزی اور بلاہت، کم فہمی کے درمیان علم و معرفت اور ذکاوت و سلاست ہے۔ اسراف اور بخل کے درمیان سخاوت ہے۔

ارجاء و وعید کے درمیان حق ہے۔ مسلمانوں کا ایمان خوف و رجاء، امید و بیم کے درمیان ہوتا ہے۔

اچھا آدمی اعتدال پسند ہوتا ہے۔ کسی ایک جانب نہیں ڈھلک جاتا۔

صراطِ مستقیم پر چلنا، افراط و تفریط سے احتراز کرنا، لازم ہے، فرض ہے۔

جوان آدمی کو زیادہ ڈرتے رہنا چاہئے اور بوڑھے کو رحمتِ الٰہی کی امید پیشِ نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

دنیا کے کام میں اللہ پر زیادہ اعتماد کرے اور خدا کے کام میں سعی و عمل کو اہمیت دے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہی پل صراط پر سے گزر جائے گا۔ جو اعتدال پر باقی نہیں رہا اس کو جہنم سے ڈرنا چاہئے۔

۶۔ عملِ صالح کیا ہے؟ ہمارا ہر فعل، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ بیع و بشریٰ غرض کہ زندگی کے تمام شعبے تحتِ امرِ الٰہی ہوں جیسا عمل ویسی جزاء۔ اعمال کی روح۔ اخلاص للہ، اخلاص لوجہ اللہ اور اطاعت رسول ہے۔ دنیوی نیک کاموں کا نتیجہ راحت ہے، آرام ہے، آبرو ہے، عزت ہے، حکومت ہے۔ جو دنیا کی طرف توجہ نہیں کرتا صرف آخرت اس کے پیشِ نظر ہے، اس کے لئے اخروی راحت ہے، جنت ہے۔ جو دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے مناسب کام اور عملِ صالح کرتا ہے اس کا دین بھی اچھا اور دنیا بھی اچھی۔ مسلمان دو گھڑے اٹھاتا ہے اور سیدھا تنا ہوا راستہ چلتا ہے۔ مسلمان کے دونوں ہاتھ میں قوت رہتی ہے۔ مسلمان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں ملے ہوتے ہیں۔ جہاں سے دودھ ملتا ہے، وہاں خون بھی ہے۔ بچہ نے جہاں دانت مارا حلال دودھ حرام بن گیا۔ (دودھ کے ساتھ خون کے شریک ہوجانے کی وجہ سے)۔

۷۔ باطل طریقہ کیا ہے؟ جس چیز کو خدا نے منع کیا ہو اس کا اختیار کرنا، رشوت لینا، جھوٹے مقدمہ سچا بنانا، بے اصل واقعہ کو زورِ فصاحت سے ثابت کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا، سود کھانا، جوا کھیلنا، برج کھیلنے پر پیسہ لگانا، گھوڑ دوڑ پر شرط لگانا، آبکاری کی رقم جمع کرنا، چوری کرنا، ڈاکہ مارنا وغیرہ۔ اچھے خاصے حاکم کو بہکا کر ناجائز آمدنی کے لینے پر برانگیختہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ رشوت

لے کر سرکاری مال کا نقصان کرنا، تمام قوم کا گنہگار ہوتا ہے۔ ان ناجائز طور سے حاصل کئے ہوئے مال والوں کے پاس دعوتیں کھانا، ڈیز اڑانا اور دعائے برکت و ترقی دینا۔ ناجائز کمانے سے کچھ کم برا نہیں۔ غور کرو؛ یہ حرام کا پیسہ نور کیسے پیدا کرے گا۔ اور اس سے اطمینان قلبی کیوں کر حاصل ہوگا؟ حرام کا ایک لقمہ چالیس دن کی عبادت کو برباد کردیتا ہے۔ اپنے پرائے سب کے ساتھ تمہارا لین دین ترازو کے تول کی طرح برابر رہے درست رہے۔ نہ خود خسارے میں پڑو نہ دوسرے کو خسارے میں ڈالو۔

۸۔ مجوسیوں اور ہندؤں کے پاس ایامِ مخصوص میں اس قدر پرہیز کیا جاتا ہے کہ عورت کو گھر سے باہر کردیتے ہیں۔ اب وہ چاہے تین دن کے زمانہ کو دس کا ہی ظاہر کرے یا اس سے زیادہ بتلائے۔ اور نصرانیوں کے پاس ان ایام میں بھی قربت سے ممانعت نہیں۔ اسلام ایک اعتدال پسند مذہب ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ ایک گھر میں مل جل کر رہ سکتے ہیں، کھاپی سکتے ہیں صرف جماع سے ممانعت ہے۔ کیونکہ طبی طور سے اس میں بڑے نقصانات ہیں۔ اسلام میں وظیفہ زوجیت کو بے محل استعمال کرنے کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ اگلی قوموں کو خدا نے اسی وجہ سے تہ و بالا اور تباہ کردیا۔ کیونکہ جب تم خود اپنی قوم کی بقا نہیں چاہتے اور وہ کام نہیں کرتے جس سے قوم کے افراد بڑھیں تو خدا تم کو تباہ کردے گا۔

۹۔ آج کل جنگ ہائے عظیم میں لاکھوں نہیں کروڑوں کفار مارے جاتے ہیں۔ ان کی عورتیں بیوہ ہورہی ہیں۔ وہ تم کو اپنے حسن و جمال، دل کش قیل و قال سے فریفتہ کرنے کی کوشش کریں گی۔ اپنے مال و منال کا لالچ دیں گی۔ دیکھنا؛ تم ان سے بچنا۔ ان کافر عورتوں سے غریب مسلمان عورتیں بہتر ہیں۔ اور دیکھو؛ کافر بھی مسلمان عورتوں کو بہکا کر لے جانے کی کوشش کریں گے دیکھنا ان سے بچنا۔ مسلمان عورت کا کبھی کافر سے نکاح نہ کردینا۔ غیر قوموں سے شادی بیاہ کیا جاتا ہے تو عقائد خراب، اخلاق خراب تمدن خراب، خاندان سے روابط خراب ہوجاتے ہیں۔ اور بالآخر دوزخ کا ایندھن ہوجاتے ہیں۔

ہمارے سامنے دونوں قسم کے واقعات پیش ہیں۔ مشرک عورتوں نے لائق اور سربرآوردہ مسلمانوں کے بچوں کو اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ آخر زنار گلے کا ہار ہوگیا۔ نہ دنیا کی راحت ہے نہ آخرت میں اُمیدِ مغفرت۔

اس سے بدتر مسلمان عورت کا کافر سے نکاح کرلینا ہے۔ جب تک اتنی آزادی پھیلی نہ تھی ایسے واقعات نہیں ہوتے تھے ایک بیسوا مسلمان عورت بھی کافر سے تعلق پیدا کرنے کو مکروہ سمجھتی تھی۔ اللہ اکبر! آج کل کیسا زمانہ آگیا ہے، مسلمان عورتیں کافروں سے شادی کررہی ہیں اور ان کے بزرگ ان کو دعائے برکت دیتے ہیں۔ اللھم احفظنا۔

۱۰۔ جب سے مسلمانوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے روکنا بند ہوگیا، موقوف ہوگیا۔ مسلمان تباہی کے گڑھے میں گرنے لگے۔ ایک کشتی میں چند لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں سے ایک شخص سوراخ کررہا ہے تو سب کا فرض ہے کہ اس کو روکیں۔ نہ روکیں گے تو سب ڈوب جائیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر پیغمبر کی تعلیم ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جتنے باطل مذاہب والے ہیں وہ اپنے مذہب اور خیالات کی تبلیغ کررہے ہیں اور مسلمان باوجود حق پر رہنے کے تبلیغ سے بے خبر ہیں۔ اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ بدمذہب لوگوں کا زور بڑھتا جارہا ہے۔ روز ایک نیا مذہب ایجاد ہورہا ہے اور چند بےوقوف اس کے پیرو بن رہے ہیں۔ دنیا میں رسہ کشی ہورہی ہے۔ جو ہمت ہارے گا دوسرے کی طرف کھنچ کر چلا جائے گا۔ اللہ مسلمانوں کو توفیق دے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

۱۱ ۔ آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ (۱) مذہب اور اصول دین سے واقف ، حق و باطل کی تمیز رکھنے والے ۔ وہ غیر مذہب والوں سے ملیں تو کوئی برائی نہیں ۔ ان کو ملنا چاہئیے اور اپنے دین اسلام کی تبلیغ کرنی چاہئیے ۔

(۲) جو لوگ دین سے واقف نہیں ان کو ان بد مذہب لوگوں سے احتراز کرنا چاہئیے ۔ پرگوئی ، فصاحت و بلاغت اور مغالطہ دہی کا بڑا اثر ہے ۔

بعض کی باتیں کیا ہوتی ہیں کہ ایک جادو ہوتا ہے ۔ بے علم نادان اپنے مذہب سے تو واقف نہیں اور غیر مذہب والوں کی صحبت میں جاکر بیٹھتے ہیں اور ان کی مغالطہ بازی اور سحر گوئی کا شکار ہوجاتے ہیں ۔ نادانوں کی حالت یہ ہے کہ جہاں سن لیا کہ فلاں جگہ اسٹیج ہے ، لکچر ہے ، وعظ ہے بس جا پہنچے ۔ چاہے خطیب لکچرار ، مذہب پر اعتراضات ہی کررہا ہو ۔ بعض کچھ سمجھتے ہیں مگر اخلاقی جراءت نہیں کہ تردید کریں ۔ ایسی جگہ تم جاتے ہی کیوں ہو ، ایسی جگہ سے ٹل جاؤ ۔ ایسی جگہ سے اٹھ جاؤ ۔ اور غفلت کی وجہ سے بیٹھے رہے تو جب یاد آجائے یا کوئی یاد دلائے تو اس وقت تو ان ظالموں کے پاس سے اٹھ جاؤ ۔ یہ کیا تباہی ہے کہ خود کو علم نہیں ، اچھے برے کی تمیز نہیں اور مغالطہ بازوں کے پاس جاؤ اور اپنے دین کو برباد کرو ۔ سنی مسلمان (بچوں کو) بچپن سے اپنے مذہب کی تعلیم نہیں دیتے ۔ نادان بچے غیر مذہب والوں کی صحبت میں جاتے ہیں ، ان کی کتابیں دیکھتے ہیں اور ان سے متاثر ہوجاتے ہیں ۔ لوگوں کو چاہئیے کہ جہاں کچھ شبہ پیدا ہوا کسی عالم سے پوچھ لیا اور اس کو رفع کرلیا ۔ آج کل ایک بدتمیزی ہے کہ پھیلی ہوئی ہے ۔ وہی عالم سمجھا جاتا ہے جو یاوہ گوئی کرے ۔ لمبی چوڑی تقریر کرے ۔ فصاحت اور جراءت سے بولے ، چاہے وہ امیر حمزہ کی داستان ہی کہہ با ہو گھنٹوں کی تقریر سنی ، وعظ سنا ، سن کر اٹھے تو ایک بات بھی یاد نہیں ۔ چیئرز ہوئے ، تالیاں ہوئیں ، مرحبا ، واہ واہ کے نعرے ہوئے مگر سب لاحاصل ۔ کام کی بات نہ سنائی گئی نہ سنی گئی ۔ موجودہ اہلِ سنت کیا ہیں ؟ ہر بدمذہب والوں کے شکار ہیں ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دین کی تعلیم دی ہی نہیں جاتی ، دی بھی جاتی ہے تو رسمی ۔ شبہ کچھ اور ہے جواب کچھ اور دیا جاتا ہے ۔ غرض کہ کار دنیا تباہ اور کار آخرت بے راہ ۔

۱۲ ۔ بنی اسرائیل کیا کرتے تھے ؟ ان کے ملعون ہونے کے کیا اسباب تھے ؟ تاویلات ، من گھڑت کی زیادتی ، اور خدا سے غفلت ۔ کیا یہ سب باتیں مسلمانوں میں نہیں ہیں ؟ دیکھو ! جو حال ان کا ہوا وہ حال تمہارا بھی ہوگا ۔ تباہی کے گڑھے میں گرتے جارہے ہو مگر تم کو احساس نہیں ہے ۔ لعنت کی گھٹائیں تمہارے سر پر چھارہی ہیں مگر تم کو کچھ خبر نہیں ۔ یہ غفلت آخر کب تک ؟ جس قدر اب تک تباہی ہوچکی ہے کیا کافی نہیں ہے ؟ کیا اور ذلیل و خوار ہونا چاہتے ہو ؟ عمل کرو ، اپنی اصلاح کرو ۔

۱۳ ۔ ہر ایک چیز کا ایک جدا ہی حکم ہوتا ہے ۔ ماں باپ کی تعظیم و توقیر کرو ۔ بیوی بچوں سے محبت کرو وات کل ذی حق حقہ پر عمل کرو ۔ ہر مستحق کو اس کا حق ادا کرو ۔

محبت عرش اعظم سے اترتی ہے اور دلوں میں متمکن ہوتی ہے ۔ محبت کیا کرتی ہے ؟ امتیاز کو مٹاتی ہے ۔ اتحاد کو پیدا کرتی ہے ۔ دو کو ایک کرتی ہے ۔ توحید کی روح محبت ہے ۔ ذرا غور کرو ! وہ کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ میری اولاد تیری ہے اور تیری اولاد میری ہے ۔ وہ میاں بیوی ہیں ۔ محبت نے دونوں کو ایک کردیا ہے ۔ غیریت کو مٹادیا ہے ۔ افسوس اس زمانہ میں محبت شہر بدر کیا ملک بدر کردی گئی ہے ۔ جدھر دیکھو تلخی ، ناگواری ، دشمنی اور عداوت کا زور ہے ۔

۱۴۔ ہمارے خیال میں جب میاں بیوی میں ان بن شروع ہوجائے تو فوراً ہر دو خاندان کے پنچوں کو بلاؤ اور فتنہ فساد کو رفع دفع کردو۔ ایک چیز بڑی اہم ہے، قابلِ توجہ ہے۔ فیصلہ کرنے والے معاملات سے واقف ہوں، رسم و رواج سے باخبر ہوں، دونوں خاندان کے اعزاز کا اندازہ کرتے ہوں تو انصاف کی زیادہ امید ہے۔ حتی الامکان پنچایتوں سے فیصلے کئے جائیں، عدالت کی ضرورت ہی نہ پڑے، مقدمہ بازی میں وکیلوں کو دینے اور رسوم عدالت بھرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ مقدمہ بازی میں برباد ہونا مسلمانوں کے مناسب حال نہیں۔ کتنی بڑی شرم کی بات ہے کہ نیچ ذات والوں میں، دھیڑوں میں، چماروں میں، بھوئیوں میں، داروں میں سب میں پنچایتیں ہیں، وہ اپنے پنچوں کی سنتے ہیں، ان کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں لیکن نرا جھگڑا کرنے والے ہیں، صلح جوئی سے کوسوں دور ہیں تو مسلمان۔

ایک اور بات قابلِ توجہ ہے کہ حکم صرف نصیحت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی ثالثی کا فیصلہ سرکار سے منظور کرالیا جائے تو اس کا اثر بھی عدالت کے فیصلہ کے برابر ہوتا ہے۔ میاں بیوی دونوں کے دستخط لے لئے جائیں کہ حکموں کا فیصلہ جو کچھ ہوگا ناطق ہوگا۔ اگر وہ طلاق یا خلع کا حکم دیں تو وہ حق اور ناطق ہوگا۔ عدالت بھی ایسے فیصلے کو رد نہ کرسکے گی۔

۱۵۔ جسے دیکھو بےجا رسوم اور اسراف میں گرفتار۔ سود کے پیسے سے عرس ہورہے ہیں، روزہ کشائی ہورہی ہے، تسمیہ خوانی کی جارہی ہے۔ اول تو قرض لینا ہی کوئی اچھی بات نہیں۔ پھر سودی قرض غیر ضروری کاموں میں! یا پھر عبادت کے کاموں میں، نیکی برباد گناہ لازم۔ مسلمانوں کے پاس پہلے تو دولت تھی، حکومت تھی تو انہیں سخاوت پر برانگیختہ کیا جاتا تھا۔ انہیں داد و دہش پر متوجہ کیا جاتا تھا۔ اب ضرورت ہے کفایت شعاری کی، تعلیم کی۔ بےجا صرفوں سے روکنے کی۔ میانہ روی کو پیشِ نظر رکھنے کی۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کامل و مکمل ہے، صمد ہے اور بےنیاز ہے۔ اس کو کسی کی حاجت نہیں۔ اس کے افعال بنی بر غرض نہیں۔ سب کی بناء اس کی رحمانیت و رحیمیت پر ہے۔ اس کے رحم عام نے تمہارے لئے تمام اسباب، تمام مواد پیدا کردیئے ہیں۔ تم ان سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ اور قانون سیکھو اور نئے نئے قانون دریافت کرو۔ اکتشاف کرو۔ وہ تمہارے اعمال کے نتائج عطا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ حیاتِ دنیا کے مناسب کام کرو تو اس کے نتائج عطا فرمائے گا۔ حیاتِ اخروی کے مناسب کام کرو تو اس کے نتائج بھی عطا کرے گا۔ تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھو، اپاہج بن کر رہو۔ نہ علم سیکھو نہ ہنر اور تمہارے دشمن علم و ہنر سیکھیں، عمل و محنت کریں، وہ تو رب العالمین ہے۔ سب کا خدا ہے۔ ان کی محنت کا ثمرہ عطا کرے گا اور اپنی رحیمیت سے فیض یاب کرے گا۔ تم مغلوب ہوجاؤ گے۔ مفلس اور ذلیل ہوکر رہوگے۔ اگر تمہارا عقیدہ اچھا ہے، نماز اور روزے کے پابند ہو تو اس کا نتیجہ تم کو کل ملے گا آخرت میں ملے گا۔ آج کے لئے بھی تو کام کرو۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اللہ نے عقل دی ہے ہاتھ پیر دیئے ہیں۔ ان کو بےکار نہ سمجھو۔ اللہ نے جن اغراض کے لئے ان کو پیدا کیا ہے ان میں استعمال کرو۔ کیا عالم و جاہل دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ آدمی کے لئے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ بےشک آدمی اپنی سعی و کوشش کے نتیجہ کو دیکھے گا۔ جیسا کروگے ویسا بھروگے، جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے۔

باتوں سے کیا ہوتا ہے ÷ عمل سے ساری عزت ہے
علم و عمل کی دنیا ہے ÷ غفلت باعثِ ذلت ہے

۱۷۔ بے محنت کے عزت طلب کرنا محال کے لئے سرگرداں رہنا ہے۔ ماں باپ کا اندوختہ کب تک ؟ قارون کا خزانہ بھی ہوگا تو ایک دن ختم ہوجائے گا۔

محنتی کے سامنے پہاڑ بھی اپنی سربلندی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ وہ ڈائنا مائٹ لگاتا ہے اور پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے۔ پہاڑ کھودتا ہے اور اس میں سے راستہ بنالیتا ہے۔

وقت آتا ہے تو کام ساتھ لاتا ہے۔ آج کا کام کل پر ڈالوگے تو کل کا کام کب نکالوگے ؟ ماضی گیا، مستقبل ناقابل اعتماد، اب تمہارے ہاتھ میں حال کے سوا کیا ہے؟

کام کرو یا کاج کرو ؏ جو کرنا ہے آج کرو

ماضی کا رونا اور حال کا کھونا عقلمندوں کا کام نہیں۔

جو وقت گیا وہ پھر نہ آیا ؏ کیا نقد حیات کھورہے ہو

زندگی کا وقت نامہ بناؤ۔ جتنا سوچنا ہے ایک ہی وقت سوچ لو۔ ایک ہی بات کو بار بار سوچنا عمر ضائع کرنا ہے۔ زمانہ تیز رفتار ہے اور اہلِ زمانہ اس کے ہم رفتار۔ کل تک تم رہوگے نہ کام کرنے کا موقع ملے گا۔ لیل و نہار کے سیاہ و سفید چوہے تمہاری عمر کی ڈالی کو کتر رہے ہیں۔ نیچے موت کا اژدہا منہ پھاڑے پڑا ہے کہ کب گروگے اور کب اس کا نوالہ بنوگے۔ ابھی وقت باقی ہے کچھ کام کرو۔ کچھ نام کرو۔ کام کرنے والے ہوائی جہاز پر اڑتے ہیں، سمندروں کو پھلانگتے ہیں۔ تم ہو کہ سینما، شطرنج بازی، قمار بازی، شراب خوری اور دیگر واہی تباہی اشغال میں مبتلا ہو۔ کب تک سوؤگے۔ خواب غفلت سے اٹھو اور کچھ کام کرو۔

اٹھو، اٹھو! یہ خوابِ غفلت کب تک ؏ جاگو! جاگو! اجل کمیں گاہ میں ہے

آتی ہے ہر نفس سے صدا گوش ہوش میں ؏ کچھ کرلو غافلو کہ میں ناپائیدار ہوں

۱۸۔ صاحبو! گذشتہ زمانہ میں خدا پرستوں کو کیا کیا تکلیفیں نہیں پہنچائی گئیں۔ مار ڈالا گیا۔ آروں سے چروایا گیا، آگ میں جلایا گیا۔ کوڑے لگوائے گئے۔ دھوپ میں ریت پر لٹاکر گرم پتھر رکھے گئے۔ واہ رے سچے مسلمان نہ ڈرے نہ ارادہ سے ٹلے، نہ ہمت ہاری نہ دشمنوں سے دبے، سچ کہا اور سچ پر اڑے رہے۔ ایک اس زمانے کے بھی مسلمان ہیں کہ اسلام ان کو مسلمان کہنے سے شرماتا ہے۔ بےمارے مرے جارہے ہیں۔ نہ دین کی پروا نہ آخرت کا کچھ خیال۔ پھر ان بدنصیبوں کو خدا فتح و نصرت دے تو کس طرح؟ امتحان میں فیل اور سند کے طالب، عہدوں کے خواستگار۔ خدا کا شکر کرو کہ اب تک مسخ نہیں ہوئے۔ موقع پر موقع دیا جارہا ہے کہ سنبھلو اور خدا کی طرف رجوع کرلو۔ دیکھو تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور وہ چاہے تو تم کو تباہ و برباد کردے۔ آئندہ اختیار۔

۱۹۔ اس زمانے کے کافروں اور اپنے پر غور کرو۔ تم ہو کہ ان میں محبت سے گھسے جارہے ہو۔ وہ تم سے ہرگز محبت نہیں کرتے۔ جب موقع ملتا ہے تم کو نقصان پہنچادیتے ہیں۔ آخر تمہاری جھوٹی رواداری کب تک ؟ دشمنانِ خدا کو اپنا دوست نہ سمجھو۔ کفر اور اسلام نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تم ان سے ملنے کی لاکھ کوشش کرو، تیل پانی سے ہرگز نہ ملے گا۔ اپنے پیروں پر آپ کھڑے رہو۔ بَل میں بَل اپنا بَل، خوداعتمادی سیکھو۔ کب تک دوسروں کی دُم پکڑے رہوگے۔

عام اہلِ غرض کا سلسلہ
اور علاجات

عام اہلِ غرض کا سلسلہ

(آسیبسی علاجات ، امور مختلفہ کے لئے آیات قرآنی ، سلب امراض ، مختلف دواؤں کے نسخہ جات)

صبح کا درس ختم ہونے کے بعد عام اہلِ غرض حاضر ہونے لگتے اور دن تمام ایک تانتا بندھا رہتا ۔ کوئی دعا کا طالب ہے ، کوئی آسیب زدہ کا علاج چاہتا ہے کوئی بیماری سے شفایابی کے لئے حضرت کی توجہ اور دعا کا طلبگار ہے ۔ کوئی روزی کی فراہمی کے لئے مناسب وظیفہ یا عہدہ دار کے پاس سفارش چاہتا ہے ۔ کوئی لڑکی کی شادی یا اولاد ہونے کے لئے حضرت کی دعا کا طالب ہے ۔ بعض لوگ مختلف فقہی مسائل میں فتویٰ لینے آتے ہیں ۔ بعض لوگ مختلف علمی مسئلے لے کر پہنچتے اور ان کے تشفی بخش حل چاہتے ۔ بہرحال اس عالم فقیر کے آستانے پر ایک نہ ایک حیلے سے اللہ اپنے بندوں کو بھیجتا ۔ حضرت بھی ان کے اغراض کو حیلہ سمجھ کر آنے والوں کو مختلف انداز میں اللہ و رسول کی طرف متوجہ کرتے ان کے ایمان میں تازگی اور یقین میں پختگی پیدا کرنے کی فکر کرتے ۔

حاضر ہونے والوں کے پیشِ نظر رہتا تھا کہ کوئی بات ہو ۔ کوئی تکلیف یا کوئی معاملہ ہو حضرت کے صرف گوش گزار کردینا کافی ہے ۔ لوگوں میں حضرت سے اس قدر عقیدت تھی کہ وہ چاہتے تھے کہ حضرت کی زبانِ مبارک سے اگر کلمہ خیر نکل جائے تو کام بن جائے ، مشکل حل ہوجائے ۔ ان کو اتنا قوی یقین تھا کہ حضرت کے منہ سے نکلی ہوئی بات ٹلتی نہیں ۔

ہر آنے والے سے حضرت نہایت خندہ پیشانی ، التفات اور مہربانی سے پیش آتے ۔ ان کی بات توجہ سے سنتے ۔ مناسب حال اسماء الٰہی اور قرآنی آیتیں پڑھنے کے لئے بتلاتے ۔ اگر بیمار ہوں تو مجرب دوائیں اور چٹکلے بھی بتلا دیتے ۔ یا صحیح علاج کرنے کا مشورہ دیتے ۔ پڑھ کر پھونکتے ، ان کے لئے دعا بھی فرماتے ۔ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید دلاتے ۔ حضرت کی شفقت ، محبت خصوصاً صورت دیکھنے سے آدمی اپنا غم بھول جاتا ، سکون اور اطمینان قلب محسوس کرتا ۔ ایک نئی طاقت اور نئی ہمت ساتھ لے کر واپس لوٹتا ۔ بعض لوگوں کو حضرت تعویذ بھی عطا کرتے ۔ ایک مرتبہ فرمایا " میں تعویذ ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جو بالکل اَن پڑھ ہوتے ہیں " ۔

بعض وقت ایسا بھی ہوتا کہ کوئی غرض مند آتا اور اپنی غرض پیش کرتا ۔ حضرت مناسب حال کوئی اسم الٰہی یا کوئی قرآنی آیت پڑھنے کے لئے فرماتے اور وہ تعویذ پر اصرار کرتا تو نہایت برافروختہ ہوجاتے اور فرماتے " میں تم کو اللہ کا نام لینے کہہ رہا ہوں اور تم اپنی تکلیف میں بھی اس کا نام لینے کے لئے آمادہ نہیں ہو " ۔

آسیب زدہ ، کرتوت یا بھانامتی کا شکار کوئی آتا اور اس کی معاشی حالت ٹھیک رہتی تو فقیر پاشا صاحب کے پاس روانہ کرتے اور فرماتے " پاشا سے کہو میں بھیجا ہوں " ۔ فقیر پاشا صاحب حضرت کے ماموں زاد بھائی اور مرشد زادے ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت کے بڑے داماد بھی تھے ۔ ایک عرصہ تک ان کے معاشی حالات کمزور رہے ۔ اس ترکیب سے ان کی مدد کرنا حضرت کے پیش نظر رہتا ۔

کسی پر جن وارد رہتا تو ساتھ والوں سے فرمادیتے " اس کو جاؤ بولو " ۔ جن سے نجات مل جاتی ۔ آسیب زدہ کو پیش کرتے تو ہوتان کے پتے کے سنوف کی ڈبیا نکال کر دیتے اور فرماتے اس کی ایک چٹکی تو سنگھاؤ ۔ اس کی چٹکی سونگھتے ہی آسیب زدہ کا مزاج بحال ہوجاتا ۔

شیخ صدو (شیخ صدر الدین) وارد رہتا تو یا واحد۔ یا احد یا صمد یا فرد یا وتر اس کے سر پر ہاتھ رکھواکر پڑھواتے اور دم کرواتے۔ وہ اپنی شخصیت مشکل ہوتا دیکھتا تو رفوچکر ہوجاتا۔ ساتھ والوں سے فرماتے۔ اس کو لے جاؤ اور سید عبدالقدوس گنگوہی کی فاتحہ دلواکر اس کو کھلاؤ ۔

حضرت فرماتے تھے یہ شیاطین شخصیت پسند ہوتے ہیں اپنی فنائیت کو برداشت نہیں کرسکتے فوراً دفع ہوجاتے ہیں۔ شیاطین پر اسم قہار پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ کیونکہ قہار کی تجلی ان کے اوپر بھی رہتی ہے۔ قہار پڑھنے سے ان کو تقویت پہنچتی ہے۔ شیاطین کے دفعیہ کے لئے یاحق انت الموجود وما سواک مفقود بھی پڑھواتے تھے۔

کسی پر نرسو (نرسیا) وارد رہتا تو فرماتے۔ اس کو جوتا سنگھاؤ۔ لوگ دوڑ پڑتے جو بھی جوتا ان کے ہاتھ لگتا اٹھا لاتے اور اس کو سنگھانے کی کوشش کرتے۔ بڑی کشمکش ہوتی۔ چمار کے دیو کو چپل کی بوجا۔ حضرت بیٹھے تماشا دیکھتے رہتے۔ جہاں وہ جوتا سونگھنے پر مجبور ہوجاتا تو فوراً ہٹ جاتا۔ لڑکی ہو یا عورت فوراً ہوش میں آجاتی۔ کپڑے درست کرنے لگتی۔ حضرت کو دیکھنے لگتی تو سلام کرتی قدم بوسی حاصل کرتی۔ دعا دیتے اور فرماتے ہمیشہ باوضو رہا کرو۔ نماز پڑھو۔ استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔

حضرت فرماتے تھے۔ ہر انسان میں اللہ تعالیٰ نے چند قوتیں دی ہیں۔ ان کو ترقی دے کر ان کے اثر سے کام لیں تو یہ ہپناٹزم ہے "۔

۔ اپنی نفسیاتی قوتوں کے بجائے اسماء الٰہیہ کی زکوٰۃ دے کر ان سے اپنی نسبت کو قوی کرکے ان کے اثر سے یا ارواح طیبہ سے تعلق پیدا کرکے ان سے کام لیں تو یہ عملیات ہیں "۔

سحر میں ارواح خبیثہ یا ارواح نباتات یا ارواح نجوم سے مدد لی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا۔ سحر کے آثار کہاں تک ہوتے ہیں تحقیق طلب ہے۔ اس کے متعلق مجھے تجربہ نہیں۔

فرمایا۔ بعض لوگ نہ اپنی ذاتی قوتوں کو ترقی دیتے ہیں۔ نہ اسمائے الٰہیہ و ارواح طیبہ سے کام لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی حمایت اور ان کے اعزاز کے اظہار کے لئے ان سے غیر معمولی کام ظاہر فرماتا ہے تاکہ لوگ ان کو مانیں۔ یہ کرامت ہے۔ کرامت میں ارادہ نہیں ہوتا۔ اپنے ارادہ کو دخل ہو تو وہ کرامت نہیں عمل ہے "۔

ایک مرتبہ فرمایا۔ اگر جائز ذرائع سے ناجائز مقاصد کے لئے غیر معمولی کام کیا جائے تو یہ بھی سحر ہے۔

ایک مرتبہ درس میں فرمایا۔ خضر ایک کی گردن توڑدیئے ایک کو اڑا دیئے۔ ان پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ تحتِ امر ہے۔ یہ فرشتہ صفت لوگ ہیں۔ جو عملیات سے کسی کو نقصان پہنچاتا ہے چاہے قرآنی عمل سے ہو یا سفلی عمل سے۔ اس پر ذمہ داری ہے۔ اور اس کا ایسا کرنا میں سحر میں داخل کرتا ہوں۔

فرمایا۔ عمل سے فائدہ پہنچائے تو عمل ہے۔ نقصان پہنچائے تو سحر ہے۔ قرآن کی آیات کا کام ہی اثر کرنا ہے۔ اس کے لئے عامل کا فعل دعا نہیں کہا جاسکتا۔ دعا میں بھروسہ خدا پر ہے۔ اور عملیات میں بھروسہ عملیات اور اس کے آثار پر۔ ایک کافر بھی قرآن کی آیتوں کی مدد سے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں نے دیکھا ایک ہندو پڑھ رہا ہے۔ کیا پڑھ رہا ہے؟ قرآن۔ قرآن کی آیت سے فائدہ بھی اٹھا رہا ہے اور اس سے دوسروں کو نقصان بھی پہنچا رہا ہے۔

فرمایا - جو لوگ شیاطین سے دوستی پیدا کرلیتے ہیں ان کا دماغ چڑھ جاتا ہے مگر اللہ والے سے سابقہ پڑے تو دماغ ٹھکانے آجاتا ہے -

فرمایا انسان بشرطیکہ انسان ہو اتنا قوی ہوتا ہے کہ اگر وہ شیطان کو پکڑ کر بازوؤں میں دبائے تو شیطان کی ہڈیاں چٹخ جاتی ہیں۔

بعض وقت لوگ کسی شیطان زدہ کو لاتے اور عرض کرتے - حضرت اس پر زبردست شیطان وارد ہے - سارے گھر کو پریشان کر رکھا ہے ۔ فرماتے - اچھا میں بھی تو دیکھوں ایسا کیسا شیطان ہے -" لوگ شیطان زدہ کو پیش کرتے ۔ اس کو فرماتے - دیکھ مجھے - وہ دیکھتا تو اسس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر فرماتے - اچھا آپ ہیں ، غریب مسلمان ہے اس کو ایسا ستائے تو کیسا ؟ وہ آدمی فوراً اچھا ہوجاتا ۔

ایک مرتبہ فرمایا - سب وجودِ حق ہے تو پھر باطل میں بھی حق کا تماشا نظر آئے گا ۔ مگر بہت کٹھن منزل ہے ہوشیار رہیں ۔

ایک مرتبہ فرمایا - عورت دیکھے یا شیطان واہ ! واہ ! یہ بھی شکل لیتے ہیں آپ ؟ آپ امتحان کی کسوٹی ہیں ۔ ہم تو پیدا ہوئے ہیں آپ کی واہ واہ کرنے "۔

یہ سب روپ تیرے تو بہروپیا ہے
تو ہر رنگ میں رہ کے سب سے جدا ہے (حسرت صدیقی)

درس میں ایک مرتبہ فرمایا - میرے یہ بچے انشاء اللہ شیطان سے بھی دھوکا نہیں کھائیں گے ۔ شیطان بھی آئے تو کہیں گے ۔ ارے تو بھی ایک شان ہے میرے میاں کی "۔

فرمایا - ایک وقت دیکھا ایک عالیشان مکان ہے ، اس کے دو حصے ہیں ۔ ایک طرف اولیاء اقطاب ہیں ، ایک طرف شیاطین - شیخ صدر الدین کو دیکھا ، ان شیاطین کا بھی ایک مرکز ہے ۔ میں نے چاہا اس مرکز کو جاؤں ، اس طرف رخ کیا ۔ صدر الدین نے کہا - ادھر کا ارادہ مت کرو ، میں نے کہا - مجھ سے اللہ کیسے چھپتا ؟ اللہ مجھ سے چھپا تو میں کس کام کا ۔ خدا مجھ سے چھپے تو میں بے کار ، گیا ۔ وہ شیاطین ایک طرف ہوگئے ۔ میں اندر گھسا ، ایک شکل دیکھا ، نہایت سرخ ، آنکھیں آتشی ، میں جاکر ان کے سامنے جھکا ۔ آپ کا نام ؟ میرا نام قہار ۔ اب آپ کو بھی نہیں چھوڑتا ۔ ادھر والے سب ہیں سو ہیں ۔ اِدھر والے بھی میرے پاس ۔ ایسا حساب ہے ۔ آگ میں پلا ہوں ، کمال میرے مرشد کا ہے آگ کو ٹھنڈا کیا ۔

جس رنگ میں آؤ کچھ نہیں ہے پروا
اس ناز و ادا سے تم کو پہچانتا ہوں میں (حسرت صدیقی)

فرمایا - میں غریب آدمی ہوں شیطان کو بھی مار کر نہیں بھگاتا ۔ آدمی اور شیطان کے بیچ میں آکر بیٹھ جاتا ہوں ۔

اس ارشاد کو سمجھنے کے لئے حضرت کے ساتھ گزرا ہوا ایک واقعہ اور ایک انکشاف سنئے ۔

فرمایا - ایک مرتبہ ایک جگہ ہماری دعوت تھی ۔ وہاں ایک صاحب مجھے وضو کرانے لگے ۔ میں نے دیکھا ان پر شیاطین مسلط ہیں ، میں نے ان سے کہا تمہارا نام عبدالرحمن اور تم شیخ صدو ، نرسو اور کالی کی پوجا کرتے ہو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہو ، اور

رکاب گنج کے دور میں حضرت کے پاس ۵۰ سے ۶۰ شیشی ۔ کی دواؤں کی شیشیاں ، دواؤں کے ایک بیاگ میں جمع ہوئی رہتی تھیں ۔ ضرورت پر خود بھی استعمال کرتے تھے ، گھر کے بچوں کو کھلاتے تھے ۔ آنے جانے والوں کو بھی ضرورتاً دیا کرتے تھے ۔ فائدہ پہنچتا تھا ۔

یونانی علاج مدینہ منزل کے دور میں ادویاتِ یونانی کے بعض نسخے ، جوشاندے حریرے اور قرص جو لوگوں کو حضرت نے بتلائے تھے اور موقع موقع سے نوٹ کرلئے گئے تھے پیش کردیتا ہوں اگر کسی کو اس سے فائدہ پہنچے تو والحمد للہ ۔

امراضِ دماغ :۔

نزلہ ۔ دار چینی کا تیل نصف ماشہ گرم پانی میں ڈال کر پی لیں ۔

جوشاندہ نزلہ ۔ بنفشہ (۳ ماشہ) ۔ بہی دانہ (دو دانہ) ۔ عناب (۲ عدد) ۔ سپستاں (۲ عدد) ۔ ملیٹھی (۱ ماشہ) ۔ مصری (۳ ماشہ) ۔ منقیٰ (۳ ماشہ) ۔

دردِ سر :۔

درد سر کے لئے سونٹھ کی چائے پینے سے فائدہ ہوتا ہے ۔

درد نیم سر : ریٹھے کو گھول کر اس کا پانی دو قطرے ناک میں ڈالیں ، درد کے مخالف بلاغ میں ڈالنا مناسب ہے ۔

جلاب دماغی (دوا کی ناس) ۱ کائفل کے چھلکہ کو باریک پیس کر سفوف بنالیں ۔ بطور ناس لیں ۔ نزلہ ، کھانسی ، زکام کے لئے مفید ہے ۔

۲ ۔ بھوتاں کا پتہ باریک پیس کر چھان لیں ۔ بطورِ ناس نفوخ کریں ۔ اختناق الرحم کی مریضہ ، آسیب زدہ اور سکتہ کے مریض کے لئے بھی مفید ہے ۔

سر کا چکر :۔ آملہ خشک ۔ دھنیہ خشک ۔ شکر ۔ ۶ ماشہ کی مقدار میں رات کو بھگودیں ۔ صبح گرم کرکے پلادیں ۔

۲ ۔ مغز بادام شریں (۷ عدد) ۔ مغز کدو (۶ ماشہ) ۔ گیہوں (۲ تولہ) ۔ خشخاش (۳ ماشہ) ۔ حریرہ بناکر پی لیں ۔

۳ ۔ مربہ ہلیلہ یا آملہ ۔ دھنیہ خشک ۔ ۳ ماشہ حریرہ بناکر پی لیں ۔ اس سے نیند بھی آتی ہے ۔

ضعفِ دماغ :۔

۱ ۔ برہم بوٹی (۷ ماشہ) ۔ کالی مرچ (۷ عدد) (پیس کر) مصری یا شہد ملاکر پئیں تو دماغ کو قوت ہوگی ۔

۲ ۔ حریرہ مقوی دماغ فرمودہ حضرت مولوی شجاع الدین حسین صاحب قبلہ (گنبد واقع ریتی بازار حیدرآباد) ۔

مغز بادام (۱۱ دانہ) ۔ مغز پستہ (۱۱ دانہ) ۔ دانہ حبل (۱۱ دانہ) ۔ مغز کدو (۳ ماشہ) ۔ مغز تربوز (۳ ماشہ) ۔ نشاستہ (۳ ماشہ) ۔ مصری (۳ ماشہ) ۔ روغن زرد (۲ ماشہ) ۔ بھونہ گندم (یکمشت) ۔ حریرہ بناکر طلوع آفتاب سے قبل نوش کریں ۔

۳ ۔ کلونجی (۳ ماشہ) ۔ برہمی بوٹی ۔ پیس کر اس کی گولیاں کالی مرچ کے دانوں کے برابر بنالیں ۔ پرہیز ترشی کا کریں ۔

امراض شش و سینہ :-

کھانسی ۔ ۱۔ کرنج کی پھلی کا مغز باریک پیس کر گولیاں بقدر لونگ بنالیں کالی کھانسی کے لئے مفید ہے۔

۲۔ کاکڑا سنگھی یا ملیٹھی کو گھس کر کھانسی کے مریض کو چٹائیں۔

۳۔ ملیٹھی۔ نشاستہ۔ مصری۔ ببول کا گوند۔ بادام۔ ان سب کو کوٹ کر چنے کے برابر گولیاں بنائیں اور کھلائیں مفید ہے۔

کالی کھانسی :-

تانت کو ایک کلیا میں ایک سیر اپلیوں کی آگ میں جلاکر اس کی راکھ ایک ماشہ شہد میں ملاکر چٹائیں۔ انشاء اللہ تیسری خوراک میں فائدہ ہوگا۔

درد سینہ اور دوسرے دردوں کے لئے :-

۱۔ بھلاوں ۔صابن دونوں کا صندل لگائیں اور سینکیں۔

۲۔ تین ماشہ روغن کنجد میں ایک تولہ نمک ڈال کر پکائیں اور درد پر لگائیں۔

دمہ :-

۱۔ پیاز کے عرق میں عربی ایلوا پکاکر سینہ پر لگائیں۔

۲۔ کرنج کی پھلی کے چھلکے کو پیس کر لونگ کے برابر گولیاں بنائیں اور کھلائیں۔ یہ گولیاں کھانسی کے لئے بھی مفید ہیں۔

امراض قلب :-

اختلاج قلب۔ سونف۔ دھنیہ۔ الائچی۔ ہم وزن سفوف بناکر صبح و شام چار چار ماشے کھلائیں۔

امراض جگر :-

(یرقان) پھٹکری اور تیلیا سہاگہ ہم وزن کو کھیل کرلیں اور پیس لیں۔ خوراک ایک ماشہ ایک چمچ دہی پر ڈال کر کھلائیں۔

برائے تسبیح :-

گھیگے کا پتہ ۔سفید زیرہ کوٹ کر اس کا عرق نکال کر تین دن صبح نہار استعمال کریں۔ پرہیز سات دن تک۔ کالے دھان کا کھانا۔ یا سفید جوار کی روٹی ۔ پھیکی اور اگر کھایا نہ جائے تو تور کی دال میں تھوڑا سا ادرک لسن اور مرچ ڈال کر تھوڑا سا نمک شریک کرکے روٹی یا خشکہ سے استعمال کرسکتے ہیں۔

امراض معدہ :-

سونٹھ ۔سونف ۔شکر ۔زیرہ جو کوئی کھاوے ہوگا ہیرا۔

درد شکم :-

مغز گھیگہ ایک عدد ۔ لونگ ۲ عدد کو کوٹ کر چنے برابر گولیاں بنالیں اور استعمال کریں۔

ہیضہ :۔

۱۔ زیرہ توے پر خوب سیاہ ہونے تک جلاکر اس میں پانی اندازے سے ڈالیں۔ جب پانی پکنے لگے تو اتار کر چھان لیں۔ ہیضہ کے مریض کو ایک گولی (مغز گبگہ ایک عدد، لونگ دو عدد دونوں کو کوٹ کر چنے برابر گولیاں بنالیں) کھلائیں اور ایک خوراک اس کے ساتھ پلائیں انشاء اللہ فوراً قے اور دست بند ہوجائیں گے۔ دو تین خوراک میں فائدہ ہوگا۔

۲۔ نیم کا کونپل ایک عدد، سیاہ مرچ کا ایک دانہ، دونوں کو پیس کر گولیاں بنالیں، تیسری خوراک میں فائدہ ہوگا۔

۳۔ نارجیل دریائی۔ زہر مہرہ، طباشیر شہد میں ملاکر کھائیں۔

۴۔ سیندا نمک (۳ تولہ)۔ نمک نوشادر قلمی (۱ تولہ)۔ نمک سیاہ (۱ تولہ)۔ کاغذی لیموں (۵ عدد) کے عرق میں حل کریں۔ محفوظ رکھیں۔ خوراک ایک رتی۔

۵۔ سجی کھار۔ پلاس پاپڑا ہم وزن پیس کر لونگ کے برابر گولیاں بناکر کھلائیں ہاضمہ ٹھیک ہوگا۔

۶۔ قلمی شورہ، مصری ملاکر سفوف بنالیں، ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔

۷۔ پودینہ (۶ ماشہ)۔ الائچی (۳ ماشہ)۔ پانی میں جوش دے کر پئیں۔

۸۔ اجوائن (ایک تولہ)۔ سونف (ایک تولہ)۔ نمک سیاہ (ڈیڑھ تولہ)۔ سفوف بنائیں ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔

خارش :۔

فرمایا محمد حسین صاحب، الیاس برنی صاحب کے مرشد کی پیٹھ خارش سے ترک (ترخ) گئی تھی۔ میں بولا چاول کی کچ سے دھو چنانچہ آرام ہوگیا۔

قبض شدید :۔

دو عدد انجیر خشک کھالیں۔

فنون حرب کی تعلیم

فنون حرب کی تعلیم

(بنوٹ، لٹھ، تلوار، دیگر ہتھیار، کشتی اور داؤپیچ)

جس زمانہ میں حضرت رکاب گنج کے گھر میں مقیم تھے۔ سہ پہر سے مغرب تک اپنے بچوں، شاگردوں، مریدوں اور ملنے جلنے والوں کو بالالتزام بنوٹ، لٹھ، تلوار، چھوٹے ہتھیار کے کام کے علاوہ کشتی کے داؤپیچ اور اس کے توڑ اور توڑ کی کاٹ کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ اور مشق لیا کرتے تھے۔ اور اپنے پاس آنے والوں میں سپہ گری کا شوق پیدا کرتے تھے۔ حضرت جب مدینہ منزل میں منتقل ہوئے تو کچھ دن سامنے کے مکان کے بیرونی صحن میں جب کہ سامنے کا مکان زیر تعمیر تھا۔ اور کچھ دن اندرونی مکان کے صحن میں جب کہ سرکاری گودام برخواست ہوچکا تھا۔ اس کے بعد مکان کے عقبی خانہ باغ میں بنوٹ اور لٹھ کی مشق لیا کرتے تھے۔ اور ٹین شیڈ میں جنبیہ کی مشقیں ہوتی تھیں۔ اس کے لئے لکڑی کے جنبیے بطور خاص بنوائے گئے تھے۔ کشتی اور داؤپیچ کی تعلیم کے لئے مدینہ منزل کے دور میں کچھ عرصہ اہتمام رہا بعد میں اس کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ کیونکہ حضرت کی عمر، صحت و طاقت اس قابل نہیں رہی تھی کہ کشتی کے داؤپیچ کو سکھلانے کے سلسلہ کو قائم رکھ سکتے۔

ایسے زمانہ میں جب کہ آلاتِ حرب رکھنا خلاف قانون سمجھا جاتا ہے تو اس وقت لکڑی تو باطمینان رکھی جاسکتی ہے، اور آدمی فن بنوٹ سے واقف ہونے کی بناء پر لکڑی کے ذریعہ نہ صرف اپنا بچاؤ کرسکتا ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر دشمن کو مار بھگا سکتا ہے۔ اس بات کو پیش نظر رکھ کر اپنے ہر ملنے والے کو حضرت بنوٹ سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

دراصل حضرت یہ چاہتے تھے کہ مسلمان کسی حالت میں رہیں، لاکھ پستی میں رہیں لیکن ان کی روح بیدار رہے۔ مضطرب اور بے قرار رہے۔ حرکت میں رہے۔ ان کا مخصوص مزاج توی کسی قیمت پر متاثر نہ ہونے پائے۔ تاکہ وہ پھر اٹھ کھڑے ہوسکیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے، بعض پر مال صرف کرنا دشوار گزرتا ہے، کھال جائے مگر مال نہ جائے۔ چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ بعض لوگوں پر لڑنا نہایت دشوار گزرتا ہے، تلوار چلی ہم ندارد۔ مال، جان کا صدقہ ہے۔ اللہ جان اور مال دونوں کے لئے مستعد بناتا ہے۔ مسلمان سخی بھی ہوتا ہے اور شجیع بھی۔ افسوس مسلمانوں نے اپنے دونوں جوہروں کو کھودیا۔ اور قعر مذلت میں جاگرے۔

لٹھ اور بنوٹ کی لکڑیوں کے بارے میں فرماتے تھے کہ لکڑی میں عمدہ بانس کی لکڑی ہوتی ہے۔ شمالی ہند کے مختلف مقامات میں مختلف ناموں سے بانس کی لکڑیاں اپنی خصوصیت کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ ان مقامات پر بانسوں کے خاص خاص نام ہیں۔ شمالی ہند کے مقامات پرنیا۔ مونگھیر۔ مرشد آباد۔ مرزا پور۔ مانڈہ۔ بجے گڈھ اور دکن میں ویلور۔ حضرت کو چونکہ لکڑیوں کا شوق تھا لہذا کئی مقامات کی لکڑیاں حضرت کے پاس موجود تھیں۔ مگر حضرت کو ویلور کی لکڑی ہی پسند تھی۔ کیونکہ یہ لکڑی گاؤ دم کم ہوتی ہے اور تیر کی طرح سیدھی۔ ویلور کی لکڑی ہمہ صفت موصوف ہے۔ تولوں کے حساب سے بکتی ہے۔ حضرت کے پاس ویلور کی چنندہ متعدد لکڑیاں تھیں۔ جن کے سروں پر حضرت نے نوکدار شام لگوائی تھی۔ حضرت کو بانس پہچاننے کا ملکہ حاصل تھا۔

حضرت نے اچھی لکڑی کے بعض خصوصیات بتلائی ہیں۔ مثلاً لکڑی کا غرقی ہونا، یعنی اگر لکڑی پانی میں کھڑی چھوڑی

جائے تو وہ اسی طرح سیدھی غرق ہوجائے یا پانی پر جس حالت میں رکھی وہ اسی حالت میں غرق ہوجائے۔
لکڑی کی گرہیں اور پور برابر ہوں۔ گرہ اونچی اور پور پتلی یا پور موٹی اور گرہ پتلی نہ ہو کیونکہ یہ لکڑی کا عیب ہے۔ وزن کے علاوہ لکڑی کا اتار بھی دیکھنا چاہیئے۔ لکڑی میں خوبی پیدا کرنے کے لئے اس کی گرہیں سوہن سے گھسوا کر خوشنما اور ہموار برابر برابر بنواتے۔

لکڑی میں خوشنما سرخ رنگ پیدا کرنے کے لئے اس کو مہندی لگواتے اور رنگ میں پختگی پیدا کرنے کے لئے تیل لگواتے۔ تیل لگواتے رہنے کا مقصد رنگ کی پختگی کے ساتھ ساتھ لکڑی میں لچک اور مضبوطی پیدا کرنا بھی ہوتا تھا۔

عام طور پر ویلور کی لکڑیوں کو تیل لگوا کر باورچی خانہ میں اس طرح آویزاں کرواتے کہ دھواں لکڑی کو اچھی طرح سے لگے۔ اور لکڑیوں کو الٹ پلٹ کروایا کرتے۔ تاکہ دھواں ہر طرف یکساں لگے۔ اور دھبے نہ آنے پائیں۔ اس عمل سے لکڑی پر سیاہ رنگ چڑھ جاتا تھا۔ دھواں لگنے سے لکڑی تڑکتی نہیں۔

بعض لکڑیوں کو زرد رنگ چڑھوایا تھا۔ اس مقصد کے لئے لکڑی کو آم کے پتوں کا دھواں دلوایا تھا۔

لکڑی میں وزن پیدا کرنے کے لئے شبنم میں رکھواتے اور صبح میں شبنم پونچھ کر تیل لگوادیتے۔ اس طرح چند روز عمل کرنے سے لکڑی کا وزن بڑھ جاتا تھا اور لچک بھی پیدا ہوجاتی تھی۔

حضرت کو جوانی سے لکڑیوں کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے ہتھیاروں کا بے حد شوق تھا۔ مثلاً تیر کمان، تلواریں، جمبیے، خنجر، پیش قبض، قرولی، چھرے، گپتی، بچھوا، بندوقیں، ریوالور وغیرہ۔

بچھوا:۔ چاقو کی طرح ہوتا ہے، کھلتا اور بند ہوتا ہے۔ بند کرنے کے لئے ایک پرزہ کو دبانا پڑتا ہے۔

گپتی:۔ دیکھنے میں بالکل ہاتھ کی لکڑی معلوم ہوتی ہے۔ لکڑی کے اندر گھر بنایا جاتا ہے۔ اور اس میں تلوار جیسا پتلا پھل رکھ دیا جاتا ہے۔ پھل میں موٹھ لگایا جاتا ہے۔ موٹھ اور لکڑی کے ملنے کے مقام کو چھپانے کے لئے چھلا لگا دیتے ہیں۔ حضرت کے پاس سیٹھ جان محمد کے ہاتھ کی نہایت خوشنما اور کارآمد گپتی تھی۔

چھرا:۔ عام طور پر سرحدی پٹھان بہت رکھتے ہیں۔ پھل اندازاً ہاتھ بھر کا ہوتا ہے۔

قرولی:۔ چھرے سے چھوٹی ہوتی ہے۔

پیش قبض:۔ یہ دنبالہ کے قریب چوڑا ہوتا ہے۔ اترتا ہوا نوک کے قریب ذرا خم دار ہوتا ہے۔ یہ بھی پٹھانوں کا ہتھیار ہے

حضرت کے پاس متعدد بندوقیں بھی تھیں۔ ایک نالی، دو نالی۔ جس میں بعض بھرمار تھیں۔ بعض ٹوٹے والی، بعض میگزین والی۔ اقسام کے چھوٹے بڑے ریوالور بھی تھے۔ جن سے کئی کئی راونڈ فائر کئے جاسکتے تھے۔

ان ہتھیاروں کی صفائی کے لئے حضرت نے ایک تجربہ کار شخص کو مقرر کیا تھا۔ جو مقررہ دنوں میں آکر ان کی صفائی کرجاتا تھا مگر یہ سب ہتھیار جو ہزاروں کی مالیت کے تھے پولیس ایکشن کے بعد داخل سرکار کردیئے گئے۔ حضرت کو ان ہتھیاروں کے ضائع جانے کا بڑا صدمہ تھا۔ حضرت بندوق اور ریوالوروں کو "یہ کالا سونا ہے" فرماتے تھے۔ حضرت ان ہتھیاروں سے نشانہ اندازی کیا کرتے تھے تاکہ ہر ہتھیار سے نشانہ درست رہے۔

قدیم ہتھیاروں کا تذکرہ اور ان کی تفصیلات جو بیان ہوئیں اور آگے بیان ہورہی ہیں اس اٹامک دور میں ان کی تفصیلات پر روشنی ڈالنا لاحاصل معلوم ہوتا ہے ۔ مگر مجھے یہاں حضرت کی مصروفیات اور ان کے ذوق و شوق اور ان کی زندگی کی مختلف جہتوں کو پیش کرنا مقصود ہے لہذا ان کا تذکرہ خالی از استفادہ نہیں ۔

حضرت کے پاس جو تلواریں تھیں ان میں بعض سیدھی تھیں اور بعض خم دار ۔

سیدھی تلوار جو لبی اور خاص قسم کے قبضہ کی ہوتی ہے اسے دَ موپ کہتے ہیں ۔ حضرت نے سیدھی تلوار کے تعلق سے فرمایا یہ زیادہ ترانی اور ہول کے کام کرتی ہے ۔ کاٹ ذرا مشکل سے حاصل ہوتی ہے ۔

فرمایا ۔ سب سے عمدہ تلوار اصیلؔ ہوتی ہے ۔ اصیل تلوار کی شناخت یہ بتلاتی تھی کہ لوہے کو بار بار چھانا جانے کی وجہ سے جب عمدہ لوہا نکل آتا ہے اس لوہے سے یہ تلوار بنائی جاتی ہے ۔ اس میں خمیر نمایاں رہتا ہے ۔ یعنی ایک قسم کا جوہر نمایاں ہوجاتا ہے اس جوہر کو ابر کہتے ہیں ۔

خمیر کے تعلق سے فرمایا ۔ خمیر کھڑا بھی ہوتا ہے یعنی تلوار کے طول میں نیچے سے اوپر اور آڑا خمیر عرض میں ۔

لوہے کی عمدگی کی پہچان یہ بتلائی کہ اس کے خمیر میں یکسانیت اور رنگ میں سپیدی ہوتی ہے ۔ اور اصلی تلوار کی مزید پہچان بتلانے کے لئے اس کو کس کر دکھلایا تھا کہ اصلی تلوار دونوں جانب کستی ہے ۔ یعنی جھکاتے جاؤ جھکتی جائے گی ۔ اور چھوڑو تو اصلی حالت میں واپس آجائے گی ۔ اصلی تلوار آنگ کی نرم ہوگی ۔ اور دھار نہایت سخت ۔ کسنے پر ٹوٹے گی نہیں ۔

حضرت نے اصیل تلوار کے چند اقسام بھی بتلائے تھے ۔ اور ان کا معائنہ بھی کروایا تھا ۔

اصیل کی ایک قسم جنوبؔ کہلاتی ہے ۔ یہ سیدھی اور خوش خم ہوتی ہے ۔ اس کی پہچان یہ بتلاتی کہ اس میں دو نالیاں ہوتی ہیں ۔ اس تلوار کی خصوصیت یہ بتلاتی کہ یہ تلوار جتنی کاٹتی جاتی ہے اس کی دھار اتنی ہی کڑوی ہوتی جاتی ہے ۔

اصیل کی دوسری قسم مغربؔ کہلاتی ہے ۔ اس کو دمشقی بھی کہتے ہیں ۔ یہ تلوار راست خم ہوتی ہے ۔ اس میں ناب نہیں ہوتی ۔ البتہ خمیر بہت اچھا اور زیادہ ہوتا ہے ۔ فرمایا یہ تلوار جنوبؔ سے بہتر ہے ۔

اصیل کی تیسری قسم حلبؔ ہے ۔ یہ جنوب اور مغرب سے نکلتی ہوئی ہوتی ہے ۔ آئینہ کی طرح جسم صاف ہوتا ہے ۔ خمیر نہیں ہوتا ۔

اصیل کی یہ تمام قسم کی تلواریں حضرت کے پاس موجود تھیں ۔

حضرت تلوار کی پھینک کو بہت پسند کرتے تھے ۔ تلوار کی پھینک کا مظاہرہ کرنے سے پہلے تلوار کے ساتھ ایک مخصوص طریقہ سے سلام کیا جاتا تو بڑی خوشی سے سلام لیتے تھے ۔ چہرہ پر خاص قسم کی بشاشت نمایاں ہوتی اور فوجی انداز میں سلام کا جواب دیتے تھے ۔

سید جعفر صادق حسینی صاحب عرف صادق پاشا کی پہلی شادی کالی کمان سے متصل فقیر پاشا کی دیوڑھی میں ہوئی تھی ۔ حضرت ان کی شادی سے اس قدر مسرور تھے کہ جب دولھا کی موٹر دیوڑھی کے قریب پہنچی تو اپنے صاحبزادوں کو اشارہ کیا کہ دولھا کی موٹر کے سامنے تلوار کی پھینک کریں اور اپنے ہاتھ کی تلوار عنایت فرمائی ۔ صادق پاشا حضرت کے نواسے ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت کے بڑے ماموں اور پیر و مرشد کے پوترے بھی تھے ۔ چنانچہ حضرت کے چند صاحبزادوں نے یکے بعد دیگرے پھینک کا مظاہرہ کیا

بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ رحمۃ اللہ علیہ
تمنچہ ۔ بندوق ۔ تلوار ۔ پیش قبض وغیرہ ہتھیار سے لیس

خصوصاً حسینی پاشا صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک خاص انداز سے بھینک کا نہایت خوبصورت مظاہرہ کیا تو تمام براتی نہایت محظوظ ہوئے اور ان کی خوب واہ واہ کی۔

ایک مرتبہ حضرت کے ہاتھ میں سیدھی تلوار تھی۔ ایک صاحب جو جمبیہ کے کام میں مہارت رکھتے تھے اور ہمیشہ جمبیہ لگائے رہتے تھے۔ حضرت سے کہا۔ جمبیہ کے مقابلہ میں تلوار کام نہیں آتی "۔ حضرت نے ان سے فرمایا۔ اچھا جمبیہ سے وار کرو۔ وہ ابھی جمبیہ کمر سے نکال ہی رہے تھے کہ حضرت نے تلوار کو ایک جھٹکا دیا نیام تو دور جاگری مگر تلوار کی نوک ان کے پیٹ پر لگی ہوئی پائی گئی۔ وہ صاحب انتہائی حیران ہوئے۔ اور ہاتھ کی پھرتی اور تلوار کے اس انوکھے استعمال سے بے حد متاثر ہوئے۔

رکاب گنج میں حضرت کے دولت خانہ کے قریب طبیلے کے منڈوے کے پاس ایک جبیب رہتے تھے وہ نسلاً عرب تھے۔ جمبیہ کے کام میں مہارت رکھنے کی بناء پر شہرت رکھتے تھے۔ ان کو اپنے کمالِ فن پر بہت ناز تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے حضرت سے خواہش کی کہ حضرت ان سے جمبیہ سے لڑیں۔ چنانچہ جمبیہ لے کر دونوں ایک دوسرے پر بجلی کی طرح جھپٹے۔ دیکھنے والوں کو محسوس ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور جان لے کر ہی دم لینے والے ہیں۔ کچھ دیر جمبیے چمکتے رہے۔ تیز حرکت میں رہے۔ جبیب کو معلوم ہوگیا کہ حضرت واقعی عربوں کی اولاد صدیقی النسب ہیں اور علی المرتضیٰ حضرت کے نانا۔ جمبیہ عربوں کا ہتھیار ہے اور وہ اس کے چلانے میں بے بدل مشاق ہیں۔ حضرت نے ان کو فن کا پوری طرح اندازہ کردینے کے بعد ہاتھ روک لیا۔ اور سب کو مخاطب کرکے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ہم دونوں دوست ہیں یہ کھیل، کھیل رہے تھے "۔ اس مقابلہ میں چونکہ جبیب کی انا پر ضرب لگی تھی۔ حضرت کے دوست اور اس جان لیوا مظاہرہ کو کھیل فرمانے کے باوجود چہرہ سے ملال اور خفت کے ساتھ ساتھ غصہ کے آثار بھی نمایاں تھے۔ دوسرے دن ان کو احساس ہوا تو حضرت کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے اور حضرت سے معافی چاہی اور عرض کیا مجھے آپ سے مقابلہ کی ہرگز خواہش نہ کرنا چاہیئے تھا۔

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا۔ جمبیہ پہلو میں رہنے کی وجہ سے جمبیہ کہلاتا ہے۔ فولاد کا نہیں ہوتا۔ مگر لوہا بہت اچھا ہوتا ہے۔ شکل میں خنجر سے مشابہ ہوتا ہے۔ خنجر ایرانی ہتھیار ہے۔ عباسیوں کے ساتھ آیا۔ خراسانی خنجر بہت مشہور ہے۔ خم میں بلال سے مشابہت رکھتا ہے۔ جمبیہ کے پھل کو عربی میں نصلہ کہتے ہیں اور دکھنی میں گلی کہا جاتا ہے۔

فنون حرب میں ماہر ہونے کی وجہ سے حضرت کو اہلِ فن کافی اہمیت دیتے تھے۔ اور فنون حرب میں حضرت کا لوہا مانتے تھے۔ عوام میں علم و فضل کی طرح فنون حرب کے ماہر اور استاد ہونے کی حیثیت سے بھی حضرت کی کافی شہرت تھی۔

ایک مرتبہ محبوب علی صاحب جو بنوٹ میں ماہر تھے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو حضرت مولیٰؓ کا وہ وار پہنچا تھا جس سے حضرت مولیٰؓ نے غزوہ خندق میں عمر بن عبدود جیسے شجیع اور بہادر اور عرب کے مشہور پہلوان کو اس کی مبارزت طلبی پر مارا تھا۔

غزوہ خندق میں عمرو بن عبدِ وُد نے جب مبارزت طلب کی تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مقابلہ میں میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ حضور نے اپنی تلوار عنایت فرمائی۔ خود اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو اس کے مقابلہ میں ان کا مددگار ہو۔ اس اہتمام سے حضرت علیؓ عمرو بن عبدِ وُد کے مقابلہ میں

تشریف لے گئے ۔ گرد و غبار اٹھا اور حضرت علیؓ کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا ۔ جس سے صحابہ کو معلوم ہوا کہ آپؓ نے اپنے حریف پر کامیابی حاصل کرلی ہے ۔

حضرت نے محبوب علی صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ مولیٰؓ کا وہ وار بتائیں ۔ انھوں نے کہہ کر ٹال دیا کہ میں پھر کبھی تنہائی میں بتلاؤں گا ۔ ان کا اس طرح ٹال دینا نہایت شاق گزرا ۔ حضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ اللہ نے وہ منظر حضرت کے سامنے کردیا ۔ حضرت نے عالم مثال میں شیر خدا کو عمرو بن عبدود سے لڑتے ہوئے اور اس پر وار کرتے ہوئے دیکھ لیا جس سے عمرو بن عبدِ وُد کٹ کر ڈھیر ہوا تھا ۔

محبوب علی صاحب وہ وار سکھانے دوبارہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ حضرت نے وہ وار ان کو بتلایا ۔ انھوں نے بڑے ہی تعجب سے پوچھا یہ وار آپ کو کس نے بتلایا ؟ حضرت نے جواب دیا " اللہ نے " یہ سن کر محبوب علی صاحب نے عرض کیا آپ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی ۔

لٹھ ، بنوٹ اور تلوار کا کام سکھانے سے پہلے حضرت مختلف قسم کے پاؤلے اور پینترے صاف کرواتے تھے ۔ مثلاً آگے بڑھتا ہوا پاؤلا ۔ اس کے بعد پیچھے ہٹتا ہوا پاؤلا سکھاتے ۔ جب اس کی مشق ہوجاتی تو پھر سلکتے ہوئے آگے بڑھتا ہوا پاؤلا اور سلکتے ہوئے پیچھے ہٹتا ہوا پاؤلا سکھاتے ۔ اور مشق کرواتے اس کے بعد سیدھے قدم پر دائیں چکر کے پاؤلے اور سیدھے قدم پر بائیں چکر کے پاؤلے اس طرح لٹھ کے کام کے سلسلہ میں دائیں طرف کے پینترے پھر بائیں طرف کے پینترے صاف کرواتے ۔

سلکتے ہوئے پاؤں میں حضرت کے فرزند ابوالقاسم محمد صدیقی صاحب عرف محمد پاشا کا جواب نہیں تھا ۔ بجلی کی طرح سلکتے ہوئے اتنی دور تک جاتے کہ حیرانی ہوتی ۔ ان کی سلک دیکھنے میں جتنی آسان نظر آتی عملی طور پر اتنی ہی مشکل تھی ۔ لوگ ان کو دیکھ کر سلکنے کی کوشش کرتے تو تلوے آلودہ ہوکر زخمی ہوجاتے ۔ محمد پاشا صاحب نے تلوار کی پھینک کی اتنی مشق کی تھی کہ روزانہ چار چار گھنٹہ تک پھینک کیا کرتے تھے ۔ بنوٹ میں انھوں نے خوب مہارت پیدا کرلی تھی ۔ حضرت نے ان کے تعلق سے فرمایا تھا " یوں تو بہت لوگوں نے بنوٹ سیکھی مگر محمد پاشا نے تو بنوٹ کے مکمل فن کو کتابی صورت دے دی ۔ چنانچہ حضرت نے ان کو بطور بنوٹ کی خلافت کے اپنے ہاتھ کی نہ صرف لکڑی عنایت فرمائی بلکہ محبوب علی پاشا (نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ) کے ہاتھ کی سیدھی تلوار جو حضرت کے پاس تھی وہ بھی عنایت فرمادی ۔ ان کے علاوہ اپنے فرزند ابوتراب علی صدیقی صاحب عرف علی پاشا کو اور اپنے ایک بنوٹ کے شاگرد محمد حسین صاحب کو جو مدرسہ نظامیہ میں لکڑی سکھلانے پر مامور ہوئے تھے ان کو بھی بطور خلافت اپنے ہاتھ کی لکڑی عنایت فرمائی ۔حضرت کے ایک اور بنوٹ کے شاگرد سید میر صاحب کو ایک وار جس کا نام حضرت نے طرد الشیاطین رکھا تھا ، اس کا بہترین طریقہ سے مظاہرہ کرنے کے صلہ میں اپنے ہاتھ کی لکڑی بطور خلافت عطا فرمائی تھی ۔

لٹھ کے کام میں سب سے پہلے لٹھ پکڑنے کا طریقہ اور سلام سکھلاتے ۔ لٹھ سر سے ایک مٹھی اونچی رکھتے تھے ۔ بعض لوگ لٹھ پیشانی تک اور بعض کان کی لو تک رکھتے ہیں ۔

سلام :۔ بائیں ٹانگ ، بایاں کلا ، دائیں ٹانگ ، دایاں کلا پھر اس کے ساتھ بایاں کلا اور گردش بھی لگا دیتے ۔ اور اس کی مشق کرواتے ۔ اس کی مشق ہوجانے کے بعد سات ہاتھ کی فتح بیل کی مشق کرواتے ۔

سات ہاتھ کی فتح بیل : سلام کے چار ہاتھ۔ سر، سر کی روک، ا نی ا نی کی روک، بایاں کلا، گردش۔ انی تین مقامات پر ماری جاتی ہے۔

۱۔ دگدگی پر۔ اس کو کفن بیت یا معصمۃ کہتے ہیں۔
۲۔ سینہ کی پسلیوں کے عین نیچے۔ اس کو مرغ بسمل یا ناقبہ کہتے ہیں۔
۳۔ ناف پر۔ اس کو مچھلی تڑپ یا ثاقبہ کہتے ہیں۔

سات ہاتھ کی فتح بیل کی مشق ہوجانے کے بعد مختلف ہاتھ کی بیلیں سکھلاتے جو حسبِ ذیل ہیں۔

تیرہ ہاتھ کی بیل :۔ سلام کے چار ہاتھ۔ سَر، سَر کی روک، ا نی ا نی کی روک، دائیں چیسر، بائیں چیسر، دائیں چیسر کی روک، بائیں چیسر کی روک بایاں کلا، گردش۔

سترہ ہاتھ کی فتح بیل :۔ سلام کے چار ہاتھ۔ سَر، سَر کی روک، ا نی، ا نی کی روک، دائیں چیسر، بائیں چیسر، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں کمر کی روک، دائیں کمر کی روک، بایاں کلا، گردش۔

تیئس ہاتھ کی فتح بیل :۔ سلام کے چار ہاتھ۔ سَر، سَر کی روک، ا نی، ا نی کی روک، دائیں چیسر، بائیں چیسر دائیں چیسر کی روک، بائیں چیسر کی روک، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں کمر کی روک، دائیں کمر کی روک، سینہ، گھونسہ، دائیں ضربت حیدری (یعنی دونوں ہاتھ سے دائیں، حمائل) سینہ، گھونسہ، بائیں ضربت حیدری (یعنی دونوں ہاتھ سے دائیں پھانک یا الٹی ضربت حیدری) بایاں کلا۔ گردش۔

پچیس ہاتھ کی فتح بیل :۔ سلام کے چار ہاتھ۔ سَر، سَر کی روک، ا نی، ا نی کی روک، دائیں چیسر، بائیں چیسر دائیں چیسر کی روک، بائیں چیسر کی روک، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں کمر کی روک، دائیں کمر کی روک، سینہ، گھونسہ، دائیں ضربت حیدری، سینہ، گھونسہ، دائیں ضربت اسدی، دائیں بغلی، بائیں بغلی، بایاں کلا، گردش۔

اکتیس ہاتھ کی فتح بیل :۔ سلام کے چار ہاتھ۔ سَر، سَر کی روک، ا نی، ا نی کی روک، دائیں چیسر، بائیں چیسر دائیں چیسر کی روک، بائیں چیسر کی روک، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں کمر کی روک، دائیں کمر کی روک، سینہ، گھونسہ، دائیں ضربت حیدری، سینہ، گھونسہ، دائیں ضربت اسدی، سینہ، گھونسہ، بائیں ضربت حیدری، سینہ، گھونسہ، بائیں ضربت اسدی، دائیں بغلی، بائیں بغلی، بایاں کلا، گردش۔

تلوار کے کام میں آگے بڑھتے ہوئے اور پیچھے ہٹتے ہوئے پاؤلوں کے ساتھ لڑت کی مشقیں لیا کرتے۔ تلوار کے کام کی لڑت کی مشقیں بجائے تلواروں کے لکڑیوں کے ذریعہ کی جاتی تھیں۔

تلوار کے کام میں ابتدائی لڑت کی تعلیم میں سب سے پہلے سلام کے چار ہاتھ صاف کرواتے۔ یعنی بائیں ٹانگ، بایاں کلا، دائیں ٹانگ، دایاں کلا۔ اس کے بعد سات وار کی لڑت کی مشق لیتے اور اس میں اضافہ کرتے جاتے۔

سات وار کی لڑت :۔ سلام کے چار ہاتھ، سَر، بائیں چیسر، ا نی۔
سات وار کی لڑت دیگر :۔ سلام کے چار ہاتھ، دائیں چیسر، بائیں چیسر، ا نی۔

نو وار کی لڑت ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ بائیں کر ۔ دائیں کر ۔ آنی ۔
گیارہ وار کی لڑت ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ بائیں کر ۔ دائیں کر ۔ بائیں حمائل ۔ دائیں حمائل ۔ آنی ۔
تیرہ وار کی لڑت ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ بائیں کر ۔ دائیں کر ۔ بائیں حمائل ۔ دائیں حمائل ۔ بائیں پھانک (یعنی الٹی حمائل) دائیں پھانک ۔ آنی ۔
پندرہ وار کی لڑت ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ بائیں کر ۔ دائیں کر ۔ بائیں حمائل ۔ دائیں حمائل ۔ بائیں پھانک ۔ دائیں پھانک ۔ بائیں گردن ۔ دائیں گردن ۔ آنی ۔
سترہ وار کی لڑت ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں ۔ چیر ۔ بائیں کر ۔ دائیں کر ۔ بائیں حمائل ۔ دائیں حمائل بائیں پھانک ۔ دائیں پھانک ۔ بائیں گردن ۔ دائیں گردن ۔ بائیں پالیٹ ۔ دائیں پالیٹ ۔ آنی ۔
یہ لڑت کے مقررہ وار سات ۔ نو ۔ گیارہ ۔ تیرہ ۔ پندرہ ۔ سترہ صرف مشق کی خاطر ہیں ورنہ دشمن سے سابقہ پڑنے پر موقع کے لحاظ سے وار کیا جاتا ہے اور وار کا جواب دیا جاتا ہے ۔
لڑت کے مندرجہ بالاواروں کی آگے بڑھتے ہوئے اور پیچھے ہٹتے ہوئے پاؤلوں کے ساتھ جب خوب مشق ہوجاتی ہے تو حضرت تلوار کا کام چکری پاؤلوں پر سکھاتے اور مختلف بیلوں کی مشق لیتے ۔
چکری پاؤں پر تلوار کا کام
ست لڑا ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ آنی ۔ بائیں چیر ۔
ست لڑا دیگر ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ آنی ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔
ست لڑا دیگر ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ دائیں کر ۔
دس لڑا ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ دائیں کر ۔ دائیں حمائل ۔ دائیں پھانک ۔ آنی ۔
بارہ لڑا ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ دائیں کر ۔ دائیں حمائل ۔ دائیں پھانک ۔ آنی ۔ دائیں گردن ۔ دائیں پالیٹ ۔
بارہ لڑے میں سر کی تکرار ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ سَر ۔ دائیں کر ۔ سَر ۔ دائیں حمائل ۔ سَر ۔ دائیں پھانک ۔ سَر ۔ آنی ۔ سَر ۔ دائیں گردن ۔ سَر ۔ دائیں پالیٹ ۔ سَر ۔
بارہ لڑے میں آنی کی تکرار ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ آنی ۔ سَر ۔ آنی ۔ بائیں چیر ۔ آنی ۔ دائیں کر ۔ آنی ۔ دائیں حمائل ۔ آنی ۔ دائیں پھانک ۔ آنی ۔ دائیں گردن ۔ آنی ۔ دائیں پالیٹ ۔ آنی ۔
بارہ لڑے میں بائیں چیر کی تکرار ۔ سلام کے چار ہاتھ ۔ بائیں چیر ۔ سَر ۔ بائیں چیر ۔ دائیں کر ۔ بائیں چیر ۔ دائیں حمائل ۔ بائیں چیر ۔ دائیں پھانک ۔ بائیں چیر ۔ آنی ۔ بائیں چیر ۔ دائیں گردن ۔ بائیں چیر ۔ دائیں پالیٹ ۔ بائیں چیر ۔
ان بیلوں کی مشق ہوجاتی تو " پھینک " کی سکھلائی شروع ہوتی ۔ تلوار کا یہ کام مجمع منتشر کرنے کے لئے ہے ۔ پھینک میں

اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ہر وار کے بعد رخ تبدیل کریں۔ گردش کریں، تلوار کی دھار ہو پٹ نہ ہو۔ جس پھینک میں انی کا وار نہ ہو اس کی پھینک اگر ٹیڑھی تلوار سے کریں تو بھلا معلوم ہوتا ہے۔

پھینک ۱ :- سَر، دائیں چیرہ، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں حمائل، دائیں حمائل، بائیں پھانک، دائیں پھانک، دائیں چیرہ، بائیں چیرہ، بائیں گردن، دائیں گردن، بائیں پالیٹ، دائیں پالیٹ۔

پھینک ۲ :- سَر دائیں چیرہ، بائیں قدم پر سر، بائیں چیرہ، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں حمائل، دائیں حمائل، بائیں پھانک، دائیں پھانک، بائیں گردن، دائیں گردن، بائیں پالیٹ، دائیں پالیٹ۔

نوٹ :- مندرجہ ذیل پھکیوں میں انی کا وار ہے اس کو سیدھی تلوار سے کرنا چاہیے۔

پھینک ۳ :- سَر، دائیں چیرہ، بائیں کمر، دائیں کمر، بائیں حمائل، دائیں پھانک، بائیں پھانک، دائیں حمائل، دونوں جانب انیاں، دائیں چیرہ، بائیں چیرہ، بائیں گردن، دائیں گردن، بائیں پالیٹ، دائیں پالیٹ۔

پھینک ۴ :- سَر، دائیں چیرہ، بائیں قدم پر سر، بائیں چیرہ دونوں جانب انیاں، بائیں کمر، دائیں کمر، دائیں چیرہ، بائیں چیرہ، دونوں جانب انیاں۔ بائیں حمائل، دائیں پھانک، بائیں پھانک، دائیں حمائل، دونوں جانب انیاں، بائیں گردن، دائیں گردن، بائیں پالیٹ، دائیں پالیٹ، دونوں جانب انیاں۔

ان پھینکوں کی مشق ہوجانے کے بعد چورخیوں کی مشق لیتے۔

چورخی ۱ :- سَر۔ بائیں چیرہ، انی، مخالف رخ پر دائیں چیرہ، دائیں چیرہ، بائیں چیرہ، انی، تیسرے رخ پر بائیں حمائل، دائیں حمائل، انی، مخالف رخ پر یعنی چوتھے رخ پر بائیں پھانک، دائیں پھانک، انی۔

مندرجہ بالا چورخی کو محمد پاشا صاحب نے ترتیب دے کر پیش کیا تو حضرت نے پسند فرمایا اور مشقوں میں شامل فرمالیا۔

چورخی ۱ میں بجائے انی کے دوسرے وار کی تکرار کرسکتے ہیں، مثلاً بائیں حمائل۔ بائیں پھانک۔ بائیں کمر۔ بائیں گردن۔ بائیں پالیٹ۔ سر۔ دائیں چیرہ۔ وغیرہ۔

چورخی ۲ :- انی گردش کے ساتھ، پھر اسی رخ پر بائیں حمائل، دائیں حمائل اس کے مخالف یعنی چوتھے رخ پر انی۔ گردش کرکے اسی رخ پر بائیں پھانک، دائیں پھانک، چاروں جانب انیاں۔

چورخی ۳ :- سَر، بائیں چیرہ، انی، گردش کرکے اسی رخ پر بائیں کمر، دائیں کمر، مخالف رخ پر دائیں چیرہ، بائیں چیرہ، انی، گردش کرکے اسی رخ پر بائیں گردن۔ دائیں گردن، تیسرے رخ پر بائیں حمائل، دائیں حمائل، انی، گردش کرکے اسی رخ پر بائیں پھانک، دائیں پھانک، اس کے مخالف رخ پر بائیں حمائل، دائیں پھانک، انی، گردش کرکے اسی رخ پر بائیں پھانک، دائیں حمائل، چاروں جانب انیاں۔

جب تمام بیلوں کی مشقیں ہوجاتیں تو ہر وار پر ہنکٹی اور ہر وار پر انی کی مشق کرواتے۔ علی پاشا صاحب کو ہر وار پر ہنکٹی اور ہر وار پر انی مارنے میں اس قدر ملکہ حاصل ہوگیا تھا کہ کوئی شخص ان کے مقابلہ میں ان کے ہر وار پر ہنکٹی اور ہر وار پر انی سے بچ نہیں سکتا تھا۔

حضرت نے ہنکٹی کا نام " شلالہ " رکھا تھا ۔ اور مجمع منتشر کرنے کے لئے دونوں بغلیں گردشوں کے ساتھ جو پھرائی جاتی ہیں اس کو حضرت نے " ہازم الاحزاب " کا نام دیا تھا ۔ چنانچہ ان دونوں اصطلاحوں کو حضرت نے امام حسین علیہ السلام کی شان میں جو سلام لکھا ہے اس میں استعمال فرمایا ہے ۔

بے ادب نے جب کیا حضرت پہ وار ÷ ہاتھ شلالہ سے کٹ کر گر گیا

ہازم الاحزاب تھا سرگرم کار ÷ جب امام پاک پر نرغہ ہوا

پہلے شعر میں حضرت یہ بتلا رہے ہیں کہ بے ادب نے جب وار کیا تو امام نے ہنکٹی مار کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا ۔ یہاں پر غلط فہمی ہوسکتی ہے ۔ واقعات کربلا میں امام کا ہاتھ کٹ کر جسم سے علحدہ ہونے کا کہیں ذکر نہیں ۔ البتہ ہاتھ کے زخمی ہوجانے کا پتہ چلتا ہے ۔

دوسرے شعر میں حضرت یہ منظر پیش کر رہے ہیں کہ دشمنوں نے جب کبھی امام کو نرغہ میں لے لیا تو آپ نے دونوں بغلیں گردشوں کے ساتھ پھرا کر مجمع کو منتشر فرمادیا ۔

سب سے آخر میں چھٹے ہاتھ کی لڑت کرواتے ۔ چھٹے ہاتھ کی لڑت میں ایک دوسرے پر ہر قسم کے وار کرتے اور مقابل سے کسی قسم کی رو رعایت جائز نہ رکھتے ۔ بعض وقت تو جسم پر اول کے نشان اتر جاتے ۔ پاؤں زخمی ہوجاتے ۔ ناخن اکھڑ جاتے ۔ انگوٹھے اور انگلیاں پھوٹ جاتیں ۔ ایوڈین کی شیشی اور روئی کے پھاہے رکھے رہتے تھے ۔ ایک دوسرے کو لگاتے اور کسی قسم کی خلش یا بدمزگی مطلق پیدا ہی نہ ہوتی ۔ اس طرح لڑت کا مقصد اپنے آپ کو حقیقی طور پر تیار کرنا رہتا ۔

بعض لوگ دوران لڑت نظر لکڑی یا تلوار پر رکھنے کے قائل ہیں ۔ مگر حضرت کی تعلیم میں نظر سے نظر ملی ہوئی رہنی چاہئیے ۔ نظر سے دشمن کے خیال اور رجحان کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کونسا وار کرنا چاہتا ہے ۔

بنوٹ کے تعلق سے حضرت کی شہرت سن کر بنوٹ کے ایک استاد نے اپنے ایک پٹھے کو خوب تیار کیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شاگرد کو پیش کیا ۔ اس کی تعریف کی اور خواہش کی کہ حضرت اس سے بنوٹ چل کر دیکھیں ۔ اس جوان کا نام حَسن تھا ۔ حضرت نے اپنے فرزند حسن محی الدین صدیقی صاحب عرف محی الدین پاشا کو جو حسن کے ہم عمر تھے اشارہ فرمایا ۔ دونوں کی واقعی جوڑی تھی ۔ سارے لوگ اشتیاق سے اطراف کھڑے ہوگئے ۔ لڑت شروع ہوئی ۔ محی الدین پاشا صاحب کی نظر حسن کی نظر سے ملی ہوئی اور حسن کی نظر محی الدین پاشا صاحب کی لکڑی پر ۔ محی الدین پاشا صاحب نے پہلے حسن کو موقع دیا کہ دیکھیں کتنے پانی میں ہیں ۔ محی الدین پاشا صاحب میں پھرتی اور تیزی بلا کی تھی ۔ اب جو انھوں نے اپنے ہاتھ کی صفائی دکھلانی شروع کی تو لکڑی کی تیز رفتاری کے سامنے حسن کی نظر بھٹکنے اور چوکنے لگی ۔ اب وار پر وار شروع ہوا ، کبھی سر تو کبھی پیر ، کبھی پالیٹ تو کبھی انی ۔ بے چارہ غریب پٹنے لگا ۔ درگت بننے لگی ۔ حسن کے استاد نے لڑت ختم کروادی اور محی الدین پاشا صاحب کی بے حد تعریف کی اور ان کا بوسہ لیا ۔ حضرت کے قدم بوس ہوئے اور بغیر کسی گرانی کے واپس تشریف لے گئے ۔

بنوٹ کی سکھلائی سے پہلے حضرت ہر ایک کو علیؑ مد ضرور سکھلاتے تھے ۔ اس میں خوبی یہ ہے کہ کوئی وار ہو ، کسی طرف سے آئے اور کتنی ہی قوت سے آئے علیؑ مد سے آدمی اس کو روک لیتا ہے ۔ علیؑ مد کی تعلیم حضرت کے پاس کی خصوصی تعلیم ہے ۔

عبد اللہ
علی مد کی مشق عورتوں سے بھی کرواتے تھے ۔ حضرت کی صاحبزادیاں خود آپس میں اور بھائیوں سے بنوٹ کھیلنے کی وجہ سے ان میں
بھی خاصی مہارت پیدا ہوگئی تھی ۔

حضرت کے ماموں زاد بھائی اور شاگرد خاص مولانا سید قطب الدین حسینی محمودی صاحب فنونِ حرب میں بھی حضرت کے
شاگرد تھے ۔ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا " آپ کسی طرف سے وار کیجئے میں بچا سکتا ہوں " ۔ غالباً گھر میں
کافی مشق کی ہوگی ۔ لہذا اس قدر خود اعتمادی سے کہا ۔ حضرت نے بنوٹ کی لکڑیاں منگوائیں ۔ حضرت کا کمال یہ تھا کہ مقابل کو اندازہ
ہوتا کہ حضرت سر پر وار کرنے والے ہیں لہذا وہ سر کا بچاؤ کرنے کی فکر کرتا اور وار بازو یا پیسر پر پڑتا ۔ اپنی اپنا کام کرتی یا جکنی
پڑتی ۔ اور ہاتھ اتنا تیز چلتا کہ اچھے سے اچھے مشاق کو بھی پریشانی لاحق ہوجاتی ۔ محمودی صاحب چوبغلہ پہنے ہوئے تھے اور فونٹین پن
بھی لگا ہوا تھا ۔ اب جو حضرت کا ہاتھ چلنے لگا تو کچھ دیر تو ٹکے مگر بہت جلد چوکڑی بھول گئے ۔ ایک طرف بچانے جاتے تو دوسری طرف
پڑتا ۔ ایک وار تو ایسا پڑا کہ فونٹین پن چکنا چور ہوگیا اور سینہ کے پاس چوبغلہ روشنائی سے تر بہ تر ہوگیا ۔ انھوں نے اعتراف کرلیا کہ
حضرت کے واروں کو بچانا بے حد مشکل ہے ۔

ایک مرتبہ رحیم پاشا صاحب بھی کھڑے سکھلائی دیکھ رہے تھے ۔ محمد پاشا صاحب جو بنوٹ کے سلسلہ میں کافی ریاض کرچکے
تھے ۔ حضرت کے ساتھ بنوٹ چل رہے تھے ۔ حضرت کا استادی ہاتھ چلنے لگا تو محمد پاشا صاحب جو خود دوسروں کو سکھلاتے تھے طفل
مکتب معلوم ہونے لگے ۔ حضرت کے واروں سے بچنے کے لئے بڑے بڑے پاؤلے چلتے حضرت سے پرے پرے بھٹے بھٹے گھومنے لگے ۔
اور حضرت اپنے ہی مقام پر گھوم رہے تھے ۔ حضرت کا یہ کمال تھا کہ اپنی جگہ سے ہٹتے نہ تھے ۔ وہیں کے وہیں گھومتے اور مقابل کا
مزاج بحال کردیتے ۔ رحیم پاشا صاحب نے محمد پاشا صاحب سے فرمایا " یہ بھاگے کیوں جارہے ہو اور اس قدر پریشان کیوں ہو ؟ "
انھوں نے اسی حالت میں جواب دیا " بھائی جان حضرت سے سابقہ پڑا تو سوائے جان بچانے کی فکر کرنے کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں " ۔
کچھ ہی دیر بعد حضرت نے فرمایا " رحیم صاحب تم آؤ " ۔ رحیم پاشا صاحب کان پکڑتے ہوئے تعمیل حکم میں بنوٹ کی لکڑی لے کر پہنچے ۔
تھوڑی دیر میں ان کو معلوم ہوگیا کہ سابقہ باوا ہی سے نہیں بلکہ ایک شیر سے پڑگیا ہے ۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں ، سرخ سرخ ہوگئے
پسینہ میں شرابور ہوگئے ۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے لکڑی پھینک دی ۔ رحیم پاشا صاحب نے بعد میں کہا " باوا اتنا تیز چلتے ہیں کہ
عقل چکرا جاتی ہے ۔ کچھ سوجھتا ہی نہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا گویا رعایت کرنا تو جانتے ہی نہیں ۔ محمد پاشا نے صحیح کہا ۔ رحیم پاشا صاحب
نہ صرف بنوٹی بلکہ کسرتی بھی تھے ۔ جوانی میں ان کی قوت کا یہ عالم تھا کہ قلعہ میدک میں زمین پر پڑی ہوئی توپ کمر تک اٹھالی تھی ۔

بنوٹ کی سکھلائی کی غرض سے بنوٹ کے مختلف سائز کے پندرہ بیس لکڑیاں رہتی تھیں ۔ سب مل کر ان ہی لکڑیوں سے لٹھ
اور تلوار کی بیلوں اور پھکیوں کی مشقیں کرتے تھے ۔ عام طور پر جوڑیاں جوڑیاں ہوکر آپس میں لڑت کی مشقیں کرتے ۔ عام طور پر
جوڑیاں ہم عمروں کی ہوتی تھیں ۔ میری اور موسیٰ ماموں کی جوڑی بچپن سے جوانی تک برقرار رہی ۔ ہم دونوں کو ہم سے زیادہ منجھے
ہوئے لوگوں سے مقابلہ کی دھن سوار رہتی تھی لہذا وقت بے وقت خوب مشقیں کرتے ۔ مجھ سے چھوٹے بھائی محمد وقار الدین صدیقی گو
دبلے پتلے تھے مگر موسیٰ ماموں اور دیگر حضرات سے بنوٹ چل چل کر تیز ہوگئے تھے ۔ باوجودیکہ ہم دوسروں سے عمر میں کم تھے
مگر بڑی جوڑیوں کے مقابلہ میں اتر جاتے اور سب کو حیران کردیتے ۔ خصوصاً چھڑے ہاتھ کی لڑت میں اپنے فن کا مظاہرہ کا خوب موقع ملتا

دیکھنے والوں میں بنوٹ سیکھنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔ ایک مرتبہ میں اور موسیٰ ماموں بنوٹ چل رہے تھے۔ اس وقت اتفاقاً میرا ہاتھ ذرا تیز چل رہا تھا۔ ہم اپنی دھن میں تھے۔ ہم کو پتہ ہی نہ تھا کہ حضرت تشریف لاچکے ہیں اور ہم کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ استنے میں حضرت کی آواز آئی "موسیٰ" ہم ٹھٹک کر رک گئے۔ حضرت نے موسیٰ ماموں کے ہاتھ سے لکڑی لی اور مجھ سے فرمایا "ہاں چلو"۔ میں حضرت سے بنوٹ چلنے لگا۔ حضرت نے رفتہ رفتہ واروں میں تیزی شروع کی پھر حضرت کے وار قوی اور تیز ہونے لگے۔ حضرت تو اپنے مقام پر گھوم رہے تھے اور میں واروں کو بچانے اور پٹنے سے بچنے کے لئے پرے پرے حضرت کے اطراف گویا دوڑنے لگا۔ اس کے بعد حضرت کے واروں کی رفتار اتنی تیز ہوگئی کہ واروں سے بچنا محال ہوگیا۔ سر پر گومڑے آگئے اور تمام جسم پر بدھیاں اتر گئیں اور اول آگئے۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے یہ کہہ کر لکڑی پھینک دی کہ "اب کسی کے ہاتھ کا مار نہیں کھائے گا"۔

بات دراصل یہ ہے کہ حضرت کا ہاتھ ایک طرف کام کرتا اور نظر ایک طرف کام کرتی۔ میں نے اس بارے میں غور کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ حضرت کسی مقام پر نظر جاتے ہی نہ تھے بلکہ نظر پھیلی ہوئی رکھتے۔ سر سے پیر تک ہر مقام بلکہ اطراف کا ماحول بھی حضرت کی نظروں میں مساوی طور پر رہتا۔ جہاں وار کرنا چاہتے ہاتھ خود اپنا کام کرتا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ صرف بنوٹی کی نظر نہ تھی بلکہ ایک فقیر کامل کی نظر تھی۔ جو بنوٹی بھی تھا۔ فقیر کی نظر وجود پر رہتی ہے۔ تعینات اس کے تحت الشعور میں رہتے ہیں۔ شغل محمدی میں اسی بات کی تو مشق لی جاتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جن لوگوں کو حضرت سے بنوٹ سیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے ان کی آنکھوں سے چند روز میں توحید کی مستی ٹپکنے لگتی۔ لوگ بنوٹ سیکھنے کے شوق میں آتے اور بنوٹ کے فن کے ساتھ ساتھ فقیری کا فیضان بھی ساتھ لے جاتے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

میرے دیکھنے میں کتنے ہی لوگ صرف بنوٹ سیکھنے کی غرض سے آئے تھے بالآخر مرید ہوگئے اور فیض باطنی سے سرفراز ہوئے مثال کے طور پر محمد حسین صاحب قادری جو صرف بنوٹ سیکھنے کے شوق میں آئے تھے بطور خلافت حضرت کے ہاتھ کی نہ صرف بنوٹ کی لکڑی ملی بلکہ مرید ہوجانے، ذکر و شغل کرنے کی وجہ سے کشف باطنی ہوگیا اور خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

پوری سکھلائی ختم ہوجانے کے بعد حضرت جنگ مغلوبہ کی مشق بھی کرواتے تھے۔ وہ اس طرح سے کہ ایک صاحب کو سب مل کر نرغہ میں لے لیتے۔ اس وقت اس شخص کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ اطراف سے ہوشیار اور چوکس ہے۔ ہر طرف کے واروں کو روکنے کے لئے وار پر وار کر رہا ہے۔ ہر وار پر رخ تبدیل کرتا جارہا ہے۔ دونوں بغلیں گردشوں کے ساتھ چل رہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کمزور مقام کی تلاش بھی جاری ہے۔ اگر کسی حصہ میں کمزوری نظر آئی بس ادھر پل پڑا، اور لوگوں کو منتشر کرتا ہوا، ہول کرتا ہوا نرغہ سے نکل گیا۔ اس کے نکلتے ہی ہر طرف سے واہ واہ کا شور بلند ہوتا۔ اس وقت حضرت کے چہرے اور آنکھوں سے جو مسرت نمایاں ہوتی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

ایک مرتبہ ایسی ہی جنگ مغلوبہ کے موقع پر حسینی پاشا صاحب کو نرغہ میں لے لیا گیا اور گھیر لئے گئے۔ حسینی پاشا صاحب نے بہت کم وقت میں نرغہ توڑ کر نکل جانے میں کامیابی حاصل کرلی جس پر خوب واہ واہ ہوئی۔ حضرت نے بھی مسرت کا اظہار فرمایا۔

حسینی پاشا صاحب کے اس قدر تیسزی سے نرغہ سے نکل جانے پر ولی اللہ قادری صاحب (حضرت کے ایک داماد) نے اس کو آسان سمجھا۔ چنانچہ ان کو بھی نرغہ میں لے لیا گیا۔ مگر ان کو نرغہ سے نکلنے میں آخر تک کامیابی نہ ہوئی۔ جب ان کو پتہ چلا کہ حیـزی پھرتی، برق رفتاری کے ساتھ ساتھ ہاتھ پاؤں میں قوت اور سانس پر قابو کس قدر ضروری ہے۔ ورنہ ذرا سے میں آدمی ہانپنے لگتا ہے اور سانس بے قابو ہوجانے کی وجہ سے ہزیمت اٹھانی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ حضرت کے تعلق سے ایک مضمون میں لکھتے ہیں ۔ ایک بار دیکھا کہ مولانا اپنے قدیم مکان واقع محلہ رکاب گنج کے صحن میں بنوٹ کے کرتب دکھا رہے ہیں اور شہر کے بڑے بڑے پہلوان اور ماہرفن دادِ تحسین و آفرین دے رہے ہیں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ان کا سن شریف ساٹھ سال سے متجاوز ہوچکا تھا مگر چال کی پھرتی اور داؤ پیچ کی چالاکی سے بالکل نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ (ماخوذ از رسالہ القدیر)

پروفیسر الیاس برنی صاحب صدر شعبہ معاشیات و سابق مسجل عثمانیہ یونیورسٹی نے حضرت کا سراپا اس طرح کھینچا ہے۔

• رنگ گندمی، نقشہ بھاری، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی خوب نورانی، میانہ قد، جسم دیوڑھا ورزشی سڈول، سینہ چوڑا، کلائی گول، قوت میں اچھے اچھے لوہا مانیں، پنجہ لڑاؤ پنجہ فولاد، کشتی لڑو تو بڑے استاد، فن بنوٹ میں ماہر، لٹھ، چھری، خنجر، تلوار سب ہتھیاروں میں ہوشیار، بخوشی سکھانے تیار۔ پانی کے تیراک، گھوڑے کے سوار، بندوق کے نشانہ باز، غرض کہ پکے مجاہد۔ محبت شفقت دیکھ کر بوڑھے، جوان سب دوست بن جائیں۔ حسبِ حیثیت فیض پائیں۔ عمر دیکھو تو بڑھاپا، صحت دیکھو تو جوانی۔ طبیعت دیکھو تو بچپن۔ دل دیکھو تو سب کچھ پھر کچھ نہیں۔ ہر رنگ میں پانی بے رنگ۔ تاہم بڑھاپا زور چلاتا ہے تو یورک ایسڈ بڑھ جاتا ہے۔ کمر میں گھٹنوں میں درد ہوجاتا ہے، پھر رفع ہوجاتا ہے۔ یورک ایسڈ توانا تندرست کو بھی ستاتا ہے۔

(صراط الحمید حصہ اول نوشتہ الیاس برنی صاحب)

پروفیسر سید محمد صاحب لکھتے ہیں۔

آپ کا دست مبارک وہ ہاتھ تھا جس کی گرفت سے طاقتور پہلوان کو بھی ہاتھ چھڑانے میں بڑی دقت محسوس ہوتی تھی۔ اور ہاتھ ملاتے ہی آپ کی قوت و کمال فن کا قائل ہوجاتا تھا۔ یہی دست مبارک وہ ہاتھ بھی تھا جس پر سینکڑوں نہیں ہزاروں نے بیعت کرکے ہدایت پائی۔ یہی ہاتھ وہ ہاتھ بھی تھا جو ہزاروں دکھیاروں کے سروں پر دستِ شفقت بن کے پھرا اور ان کے دکھوں اور دردوں کے دور کرنے کا باعث ہوا۔ (ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱)

پڑھے لکھے لائق نوجوان کشتی سیکھنے آتے تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے فرماتے " میری گردن پر ہاتھ رکھو "۔ وہ حضرت کی عمر شریف، بزرگی، تقدس اور حضرت کی بارعب شخصیت کی وجہ سے بے ادبی سمجھ کر تامل کرتا تو پہلے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر گردن پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ بتلاتے کہ اس طرح گردن پر ہاتھ رکھنا چاہیئے۔ پھر فرماتے " اچھا اب میری گردن پر ہاتھ رکھو، گھبراؤ نہیں، وہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے تعمیل حکم کرتا تو اس کا ہاتھ اپنی گردن پر صحیح پوزیشن میں لے آتے اور پوری طرح اندازہ کراتے۔

کشتی کے داؤ پیچ سکھانے کے لئے دو دو کی جوڑیاں بناکر آپس میں لڑواتے اور ایک دوسرے پر داؤ لگواتے اور طریقہ بتلاتے جاتے۔ پھر دوسرا پہلے پر وہی داؤ لگاتا تو داؤ کا توڑ سکھلاتے۔ جب وہ داؤ اور اس کے توڑ کو بخوبی سمجھ جاتے اور عملی طور پر کر گزرتے

تو کسی ایک سے فرماتے اچھا اب داؤ مجھ پر کرو اور خود پچھڑ کر داؤ کی نزاکتیں ذہن نشین کراتے پھر خود توڑ کرتے اور اس کو توڑ کی کاٹ سکھاتے۔

شاگرد سے پچھڑ کر اپنا استادی کمال دکھلانا اور اس طرح سکھلائی کا حق سکھلائی کو ، شاگرد کا حق شاگرد کو اور فن کا حق فن کو دینا اور پورے کمال کے ساتھ دینا حضرت پر ختم ہوگیا۔ ہزاروں شاگرد اور ہزارہا مرید رکھتے ہوئے ، دنیاوی اعتبار سے بھی عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور صدر شعبہ ہونے کے باوجود حضرت کی اس بے نفسی کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس بے نفسی اور بے لوثی کی وجہ سے حضرت نے ہزاروں کے دل جیتے اور پھر ان دلوں کو اللہ و رسول کی تجلیات کی آماجگاہ بنادیا۔

پہلوان کو داؤ پیچ کرنا اور سکھانا آسان ہے مگر صوفی کے لئے بےحد مشکل ہے۔ حضرت کا ارشاد ہے " فنائے افعال کی وادی ایسی صعب و دشوار گزار ہے کہ اس میں چلنا کیا ہے ؟ ایک آفت کا سامنا ہے۔ اس دنگل میں فنائے ذات کے بڑے بڑے مدعی چاروں خانے چت گرتے ہیں۔ اور پھر ان کا اٹھنا مشکل ہوجاتا ہے "۔

حضرت کشتی میں اپنے زمانہ کے مشہور و ممتاز پہلوان قمرالدین خاں کے شاگرد تھے۔

ایک مرتبہ حیدرآباد کے مشہور پہلوان مولا بخش نے حضرت سے کشتی لڑنے کی خواہش کی۔ حضرت نے ان سے فرمایا کشتی تمہارا پیشہ ہے اور رات دن کا تمہارا مشغلہ میں کشتی کے فن سے واقف ہوں مگر رات دن کا میرا مشغلہ پڑھنا پڑھانا ہے بھلا دونوں کا کیا جوڑ۔ مولا بخش پہلوان تین سو ساٹھ داؤ اور اس کے توڑ نہ صرف جانتے تھے بلکہ تمام توڑوں کی کاٹ سے بھی خوب واقف تھے حضرت سے کشتی لڑنے پر بس تلے ہوئے تھے۔ اور اصرار کئے جارہے تھے۔ حضرت کو مجبوراً اترنا پڑا۔ پلک جھپکتے ہی مولا بخش پہلوان چت تھا۔ اس نے عرض کیا میں آپ کا توڑ نہیں سمجھا۔ پھر دوبارہ لڑنے کی خواہش کی۔ پلک جھپکتے میں مولا بخش پہلوان پھر نیچے تھا۔ اس نے کہا میرے داؤ پر آپ نے کیا توڑ کیا اب بھی نہ سمجھ سکا۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ ہوا میری طبیعت کا ردعمل تھا۔

عرب کا مشہور پہلوان رکانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے کشتی لڑنے کی خواہش کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اس کو پلک جھپکتے میں پچھاڑ دیا تھا۔ حضرت کو جس قدر ممکن ہو سنت پر عمل کرنے کی جستجو رہتی تھی لہذا اللہ نے پہلوان کو پچھاڑ دینے کی سنت بھی مولا بخش پہلوان کے ذریعہ پوری کروادی۔ ہوسکتا ہے حضرت نے مولا بخش پہلوان پر وہی داؤ لگایا ہو جو حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے رکانہ پہلوان پر لگایا تھا۔

محلہ رکاب گنج میں غالب جنگ کی مسجد کے عقب میں عظیم خاں پہلوان کا دنگل تھا۔ حضرت اپنے صاحبزادوں کے ساتھ وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ دنگل میں جو کشتیاں ہوتی تھیں ان کو ملاحظہ فرماتے۔ اور اپنے صاحبزادوں کو کشتی کا شوق دلاتے تھے۔

حضرت نے اپنے فرزند محمد پاشا صاحب کو کشتی سیکھنے کا حکم دیا۔ اس زمانہ میں مولا بخش پہلوان الیاس برنی صاحب کو کشتی سکھانے ان کے بنگلہ واقع اے سی گارڈ کو جاتا تھا۔ محمد پاشا صاحب بھی حضرت کے فرمانے پر برنی صاحب کے بنگلہ کو کشتی سیکھنے جانے لگے۔ محمد پاشا صاحب خوب ورزشی تھے اور خود الیاس برنی صاحب بھی۔ دونوں کی جوڑی تھی۔ مولا بخش پہلوان دونوں کو سکھاتا تھا۔

محمد پاشا صاحب نبی بخش پہلوان سے بھی چند داؤ پیچ سیکھے تھے ۔ نبی بخش پہلوان کی گردن پر گاما پہلوان صرف ہاتھ رکھا تو پریشان ہوگیا تھا ۔

حضرت نے لات مارنے کے چند مقامات بتلائے تھے ۔ جو حسبِ ذیل درج کئے جاتے ہیں ۔

۱ ۔ لنگوٹ پر ۔ ۲ ۔ چھاتی پر ۔ ۳ ۔ ٹھوڑی کے نیچے یا اوپر ۔ ۴ ۔ ناک پر ۔ ۵ ۔ شہ رگ یعنی گردن اور بانس کے درمیان دونوں جانب ۔ ۶ ۔ پسلیوں سے بغل تک ۔ ۷ ۔ چڈے میں دونوں جانب ۔ ۸ ۔ گھٹنہ پر ۔ ۹ ۔ ٹخنہ پر ۔

انسان کے جسم میں بعض مقامات ایسے ہیں اگر ان کو انگوٹھے یا انگلی سے دبایا جائے تو اس مقام پر ناقابلِ برداشت تکلیف ہوتی ہے ۔ اور ایک قسم کا تکلیف دہ شاک محسوس ہوتا ہے ۔ دشمن اگر جسم کو لپٹ جائے تو اس وقت ان شاک کے مقامات پر انگلی یا انگوٹھے سے دباکر اس کو اپنے یا اپنے دوست کے جسم سے علٰحدہ کیا جاسکتا ہے ۔ و نیز دشمن کو اپنے بس میں کرنے کے سلسلہ میں بھی ان مقامات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ۔ یہ حضرت کا ریسرچ ہے ۔

حضرت کے بتلائے ہوئے شاک کے مقامات حسبِ ذیل ہیں ۔

۱ ۔ آنکھیں ۔ ۲ ۔ ناک ۔ ۳ ۔ ٹھوڑی کے اوپر نیچے ۔ ۴ ۔ دونوں کانوں کے پیچھے گڑھے میں ۔ ۵ ۔ بانس کی ہڈی سے اوپر دو شہ رگیں ہیں ۔ ۶ ۔ گدی کے اوپر ۔ ۷ ۔ پیشانی میں دونوں جانب بلندی پر ۔ ۸ ۔ کن پھڑے ۔ ۹ ۔ دگدگی میں ۔ ۱۰ ۔ بغل میں ۔ ۱۱ ۔ کہنی کے اندرونی جانب غدود پر ۔ ۱۲ ۔ کہنی کی ہڈی کے قریب غدود پر ۔ ۱۳ ۔ پہونچے کے نیچے ہڈی کے قریب ۔ ۱۴ ۔ انگوٹھے اور کلمہ شہادت کے ملنے کی جگہ گوشت پر ۔ ۱۵ ۔ پہونچے میں نبض کے قریب غدود پر ۔ ۱۶ ۔ پہونچے کے اوپر انگوٹھے کی سیدھ کے گڑھے میں ۔ ۱۷ ۔ بنصر اور وسطیٰ کے ملنے کی جگہ جوڑ پر ۔ ۱۸ ۔ چھوٹی پسلیوں پر ۔ ۱۹ ۔ چڈوں میں ۔ ۲۰ ۔ فم معدہ ۔ ۲۱ ۔ لنگوٹ ۔ ۲۲ ۔ ایڑی کے اوپر ٹخنہ کے نیچے پچھلے حصہ کی جانب ۔ ۲۳ ۔ دونوں ٹخنوں کے بیچ میں جہاں پر حرکت کرتا اور مڑتا ہے ۔ ۲۴ ۔ ایڑی کے دونوں جانب پچھلے حصہ پر ۔ ۲۵ ۔ پاؤں کے انگوٹھے کے قریب گڑھے میں ۔

حضرت نے بعض حفاظتی تدابیر بھی بیان فرمائیں تھیں جو حسبِ ذیل ہیں ۔

۱ ۔ اوپر سے بنڈے وغیرہ آنے کی صورت میں سر پر ٹوکرا یا کڑھائی وغیرہ پکڑ لو اور گزر جاؤ ۔ (بنڈہ دکھنی میں چھوٹے پتھر کو کہتے ہیں)

۲ ۔ سامنے سے بنڈے وغیرہ آنے کی صورت میں سامنے رومال پکڑلو ۔ بنڈے بے ضرر ہوجائیں گے ۔

۳ ۔ کم از کم چاقو ہمیشہ ساتھ رکھو اور استعمال سے واقف رہو ۔

۴ ۔ راستہ چلتے وقت چوکنے رہو ، ہر طرف نظر رکھو ، پیچھے سے غافل نہ رہو ۔

۵ ۔ محلہ کی گلی کوچوں سے پوری طرح سے واقف رہو اور اپنی عورتوں کو واقف کراؤ تاکہ موقع پر نکل سکیں ۔

۶ ۔ دشمن سے رعایت نہ برتو ۔ اس کے ارادے سے واقف رہو ۔

۷ ۔ دشمن کو حقیر نہ جانو ۔

۸ ۔ جان کے مقابلہ میں اعضاء کو اہمیت نہ دو ۔

۹ ۔ شیشی کی گولی پر لاتحزن ان اللہ معنا ۔ فاللہ خیر حافظا و ھو ارحم الراحمین یا اور کوئی آیت کندہ

کراؤ ۔ گولی کے درمیان تسبیح کے دانہ کی طرح سوراخ کراؤ اور ریشم کی یا کوئی مضبوط ڈوری میں ڈال کر ہمیشہ گلے میں رکھو تعویذ بھی ہے اور وقت پر کام بھی لیا جاسکتا ہے ۔

۱۰ ۔ ہر کسی پر اعتبار کرنے میں جلدی نہ کرو ۔

۱۱ ۔ راز کو ہمیشہ راز رکھو ۔

۱۲ ۔ عورتوں کو جری بناؤ ۔ کم از کم ہاتھ چھڑانا ، علی مد وغیرہ تو آنا چاہئیے ۔

حضرت کے ان ارشادات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے جو اوپر بیان ہوئے اور ذیل میں پیش خدمت کئے جارہے ہیں ۔

فرمایا ۔ بزدل ، بھوک پیاس کے کچے ، جنگ میں کام نہیں دیتے ۔

فرمایا ۔ فتح و شکست کثرت و قلت پر مبنی نہیں ۔ چھوٹی منظم باساز و سامان شجاع جماعت بڑی بھیڑ بھاڑ کو شکست دے سکتی ہے ۔

فرمایا ۔ فتح و نصرت ، قوت اور علم و حکمت پر مبنی ہے ۔

فرمایا ۔ اسلحہ کا تیار کرنا اور ان کے استعمال کی مشق کرنا ، رسولوں کی سنت ہے ۔ یہ زمانہ فلاخن اور تزویر کا نہیں ۔ طیاروں ، دبابوں اور توپ و بندوق کا ہے ۔ و اعدولهم ما استطعتم من قوة ٭ کا ہے ۔ ہر طرح کی تیاری کا ہے ترهبون به عدو الله وعدوکم ٭ کا ہے ۔ دشمنوں میں خوف پیدا کرنے کا ہے ۔ ظالموں کو روکنے کا ہے ۔ (٭ انفل ۔ آیت ۶۰)

فنِ موسیقی کی تعلیم

موسیقی پر مضمون

فنِ موسیقی کی تعلیم

ایک متبحر عالم، مفسر قرآن ، حدیث کے پروفیسر ، عثمانیہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ دینیات ، یا پھر ایک فقیرِ کامل ، ایک خدا رسیدہ بزرگ ، ایک بے نظیر صوفی اور ہزار ہا مریدین کے مرشد یا پھر فنونِ حرب کے ماہر اور استاد ، یا ایک مردِ مجاہد کی حیثیت سے جو لوگ حضرت کو جانتے ہیں یہ بات سن کر ان کو یقیناً تعجب ہوگا بلکہ حیرانی ہوگی کہ حضرت کو فنِ موسیقی سے بھی فطری مناسبت تھی ۔ اور فنِ موسیقی کے مطالعہ اور راگ راگنیوں کی مشق کا بھی حضرت کو شوق رہا ہے ۔ حضرت نے باقاعدہ ستار سیکھا تھا ۔ اور برسوں اس کا اشتغال جاری رہا تھا ۔

فنِ موسیقی پر یوں تو کئی کتابیں حضرت کی نظر سے گذریں مگر ایک مبسوط کتاب جو فن موسیقی کے ایک ماہر کی لکھی ہوئی ہے حضرت نے اس کا غائر مطالعہ فرمایا تھا ۔ حضرت کی طبیعت کی افتاد شروع سے یہی تھی کہ کوئی کتاب ہاتھ میں آتی اس کو شروع سے آخر تک بغور پڑھے نہ چھوڑتے بلکہ اس کو پوری طرح سے چھان ڈالتے ۔ اور اس پر عبور حاصل کرلینے تک دم نہ لیتے اور ذہنِ رسا اس پر تنقید کئے بغیر نہ رہ سکتا ۔ حضرت نے خود بھی ایک بصیرت افروز مضمون فن موسیقی پر لکھا تھا ۔ اور علمی طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کی تھی جو ماہنامہ تاج میں چھپ چکا ہے ۔ جس کو مضمون کے آخر میں پیش کردیا گیا ہے ۔

اپنے علمی ، مذہبی اور خاندانی وقار کے پیش نظر اس شوق کی تکمیل کیلئے یا اس فن کے کمالاتِ علمی اور عملی طور پر دیکھنے اور سننے کی خاطر ماہرینِ فن کے گھروں یا کوچہ و بازار کے چکر تو نہ کاٹ سکتے تھے اور نہ تو اس فن کو ادھورا ہی چھوڑ سکتے تھے ۔ لہذا حضرت کی جودتِ طبع نے اس فطری طلب کی پیاس بجھانے کے لئے راستہ نکال ہی لیا اور فن موسیقی کے مشہور و معروف باکمالانِ فن کے ریکارڈ جمع کئے اور ان کو بغور سنا کرتے جس میں انھوں نے اپنا اپنا کمال پیش کیا تھا ۔ ریکارڈ زیادہ تر چھوٹی سائز کے ہوا کرتے تھے جس پر راگنی کا اور صاحبِ فن کا نام لکھا رہتا تھا ۔ شوق کی انتہاء یہ تھی کہ ایک راگنی کے لئے کئی راگنیوں کے ریکارڈ موجود تھے ۔ اس دور میں ان ریکارڈوں کی بڑی مانگ تھی ۔ اہلِ فن ، موسیقی کے دلدادہ اور قدر شناس ان کو خرید کر نایاب کتابوں کی طرح اہتمام سے محفوظ رکھتے تھے ۔ باوجود فضیلتِ علمی اور ثقاہتِ طبع کے حضرت موسیقی اور سنگیت کی ہر شاخ پر گہری نظر رکھتے تھے اور علمی اعتبار سے ماہرانہ رائے دے سکتے تھے ۔

حیدرآباد کے کتنے ہی امراء حضرت سے عقیدت رکھتے تھے ۔ ضرورت پر حاضرِ خدمت ہوتے ۔ حضرت کو اپنے پاس مدعو کرتے اور حضرت کی قدم رنجہ فرمائی کو باعثِ برکت سمجھتے تھے ۔ ان میں سے بعض موسیقی کے باکمالوں کے قدر شناس بھی تھے ۔ جب کبھی کوئی باکمال ان کے پاس حاضر ہوتا یا بلوایا جاتا تو اس موقع پر حضرت بھی مدعو کئے جاتے ۔ فن کے کمالات کے بالمواجہ سننے کا حضرت کو اس طرح موقع مل جاتا ۔

ایک مرتبہ ہندوستان سے موسیقی کا ایک فن کار حیدرآباد بلوایا گیا ۔ اس کو سننے اہل ذوق اور فنکار سر اور ہاتھ کے اشارہ سے اس کے کمال کی داد دیئے جارہے تھے ۔ بحیثیت ایک عالم اور مولوی حضرت کا تعارف اس سے ہوچکا تھا حضرت کے خاموش رہنے پر نہ معلوم وہ کیا سمجھ رہا تھا ۔ ایک مقام پر جب اس نے اپنا انتہائی کمال دکھلایا تو اس نے دیکھا کہ حضرت نے اپنے سر کی جنبش سے اس کے کمال کی داد دی ۔

محفل جب برخواست ہونے لگی تو اس نے فخر سے کہا کہ میرے فن کی صحیح داد تو مجھے آج ملی ہے اور وہ بھی کسی فنکار سے نہیں بلکہ بچوں کو پڑھانے والے ایک مولوی صاحب سے ملی ہے ۔ اس نے حضرت کے ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے اور دعا کا طالب ہوا ۔

فکرِ صحیح رکھنے والا اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ موسیقی سے ربط کے بغیر طبیعت میں توازن اور فکر میں لطافت پیدا نہیں ہوسکتی ۔ حضرت نے اس فن کی طرف صرف اس لئے توجہ فرمائی کہ طبیعت اس کوچہ سے بھی ناآشنا نہ رہے ۔ ایک حد تک جب یہ مقصد حاصل ہوگیا تو اس سے زیادہ کا حصول حضرت نے اپنے لئے نہ صرف غیر ضروری سمجھا بلکہ دیگر علمی اور روحانی مصروفیات اور اشغال میں مانع تصور کیا ۔

موسیقی کی اولین غرض بھی ارتکازِ خیال کے ساتھ یکسوئی پیدا کرنا اور جذبہ کو ابھارنا ہی ہے ۔ جذبہ خود سے نہیں ابھرتا ۔ کچھ محرکات درکار ہوتے ہیں ۔ بعض وقت اس کو ارادتاً ابھرنے کا موقع دینا پڑتا ہے ۔

فطرت جب انسانی تخیل کی رہین منت بنتی ہے تو اس میں معنی پیدا ہوتے ہیں اور ان بلندیوں تک انسانی روح کی رسائی ممکن ہوجاتی ہے جو پہلے ناممکن سمجھی جاتی تھی ۔ اور تخیل ایسے عالموں کی سیر کراتا ہے جنہیں ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی ۔ تخیل کی قوت اور اس کے انبساط کی انتہا نہیں ۔ اسی کی بدولت احساس و شعور کی ساری منتشر صلاحتیں وجدانی وحدت بن کر ظاہر ہوتی ہیں ۔ جہاں انسان حسنِ ازل کی یکتائی میں اپنی خودی کو مکمل طور پر کھودیتا ہے ۔ جہاں بحث و نظر کی گنجائش نہیں ۔

مختلف راگنیوں میں حضرت ایسے اشعار پڑھتے یا پڑھواتے جن سے محبوبِ حقیقی سے عشق و محبت کے جذبات بھڑک سکیں جس کا اثر گھنٹوں نہیں دنوں بے چین رکھے اور شوقِ دید حسنِ بے صورت کیلئے تڑپتا اور مچلتا ہی چلا جائے ۔

راگ راگنیوں کے سکھانے کے سلسلہ میں حضرت نے اپنے فرزند حسینی پاشا صاحب اور اپنے ایک مرید فخرالدین صاحب قادری کے پیچھے بڑی محنت کی تھی حضرت نے مختلف راگ راگنیوں کی مشق کے لئے مختلف اشعار منتخب کرلئے تھے تاکہ سکھلانے اور سیکھنے میں سہولت ہو ۔ راگنی کا نام بتلاتے اور منتخب شعر کو اس راگنی میں خود گاکر بتلاتے اور اس کے نشیب و فراز پر متوجہ کرتے ۔ مضمون کے آخر میں چند راگنیاں اور منتخبہ اشعار جو میں نے نوٹ کئے تھے پیش کردیئے ہیں ۔

دراصل نغمہ بھی ایک شعر ہے لیکن اسے الفاظ کا جامہ نہیں ملا ۔ اس نے اپنی روحِ معنیٰ کے لئے نواؤں کا بھیس لے لیا ہے ۔ فخرالدین صاحب کی آواز میں بلا کی مٹھاس تھی ۔ سننے والا اپنے قلب و روح میں عجب طرح کا تاثر پاتا تھا ۔ حضرت اپنے قدیم مکان واقع رکاب گنج میں تھے ۔ فخرالدین صاحب اور حسینی پاشا صاحب راگنیوں میں اشعار گاتے اور حضرت پر استغراق اور بے خودی کا عالم طاری ہوجاتا ۔ ان کے ساتھ خود بھی گاتے موقع موقع سے راگنی کے اعتبار سے تان پلٹے بھی لگاتے ۔ آنکھوں سے توحید کی مستی ٹپکتی، حال و حیرت کا عالم طاری ہوجاتا ۔ بعض وقت تو بے خودی میں لوٹنے لگتے ۔ ایک مرتبہ اس شعر پر حضرت کو جو کیفیت ہوئی تھی

ارے دینے والے مجھے دردِ دل دے
مرے دینے والے مجھے دردِ دل دے

جس انداز میں گارہے تھے اور تکرار کئے جارہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ تان پلٹے بھی لگارہے تھے اس وقت کے حرکات و سکنات، اشارے، چہرے کے کیفیات، آنکھوں کا سرور، یہ کیفیات بیان سے باہر ہیں ۔ کئی گھنٹے حضرت پر یہی حال و استغراق طاری رہا ۔

حسینی پاشا صاحب مسلسل گائے جارہے تھے ۔ حضرت کی کیفیات دیکھنے میں گم اور اپنے آپ سے بے خبر تھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیفتگی و ارادت ، جوشِ ربط و نسبت اور اضطرابِ عقیدت کا حال اس وقت کھل کر سامنے آجاتا جب نعتیہ اشعار پر حضرت سر دھننے لگتے اور مست و بے خود ہوجاتے بالآخر لوٹنے لگتے ۔ ایسا معلوم ہوتا کہ عاشقِ رسول اپنے محبوب کے قدموں پر لوٹ رہا ہے ۔ کئی کئی گھنٹے گزر جاتے مگر حالت قابو میں نہ آتی ۔ اس زمانہ میں راتوں میں یہ شغل اکثر جاری رہتا تھا ۔

حضرت فرماتے ہیں ۔ معیت جسمی بھی ہوتی ہے مثالی اور روحی بھی جس قدر معیت بڑھے گی ذاتِ مستجمع کمالات سے تاثر زیادہ ہوگا ۔ معیتِ جسمی صاحب کرام سے خاص تھی تو کیا خیالی مثالی روحانی معیت واجب الاہتمام نہیں ۔

نیاز محمد صاحب جو حمال شاہ کے نام سے مشہور تھے لوگ ان کو ۔ اللہ کا حکم ۔ کہہ کر بھی پکارتے تھے ۔ یہ پہلے حمالی کیا کرتے تھے ۔ پڑھے لکھے نہ تھے ۔ رات دن ذکر و شغل کرنے کی وجہ سے ان کو کشف ہوگیا تھا ۔ روحانیت اتنی تھی کہ لوگوں پر توجہ کر سکتے تھے ۔ برسوں جنگلوں میں گھومتے رہے اس وقت لوگ ان کو جانتے بھی نہ تھے ۔ حضرت نے ان کو جنگل سے شہر میں کھینچ لیا ۔ سانولے سلونے اونچے قد کے خوب مضبوط ہاتھ پاؤں کے آدمی تھے ۔ بیوی بھی تھی ۔ بچے بھی تھے ۔ سرخی مائل زرد رنگ کے کپڑے اور اسی رنگ کا عمامہ پہنتے تھے ۔ سر میں زلفیں تھیں ، گلے میں تسبیح پڑی رہتی تھی ۔ ہاتھ میں عصا رہتا تھا ۔ راستہ چلتے تو گاؤں کھیڑے والوں کی طرح ۔ جمعہ مکہ مسجد میں ادا کرتے ۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی بائیں طرف کے آخری کونے میں اپنی جگہ مقرر کرلی تھی ۔ ختم نماز کے بعد الا اللہ کے نعرے لگاتے تھے ۔ ان کا اپنا ایک خاص رنگ تھا ۔ پیروں میں گھنگرو باندھ کر خوب رقص کرتے ۔ رقص کا کمال یہ تھا کہ ہر گھنگرو سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی ۔

حضرت کے پاس حاضر ہوتے اور گھنگرو باندھ کر رقص کرنے کی اجازت طلب کرتے ۔ حضرت کے پاس ہر قسم کے آدمی کی سمائی تھی ۔ تنگ نظری نہ تھی ۔ حضرت خشک قسم کے مولوی نہ تھے ۔ فقیری کی وجہ طبیعت میں تازگی، تراوٹ اور شگفتگی تھی ۔ ہر ایک کو اس کے حال پر چھوڑتے ۔ اچھے جذبات کو مٹا دینا حضرت کے مسلک کے خلاف تھا ۔ جذباتِ محبت کی قدر فرماتے تھے شاہ صاحب کو ملول نہ کرتے ۔ ان کو اپنی مرضی پر چھوڑ دیتے ۔ حسینی پاشاہ صاحب مختلف راگنیوں میں اشعار پڑھتے ۔ جی کھول کر تان پلٹے لگاتے ۔ دیکھنے کا عالم رہتا ۔ حضرت کی موجودگی ، حمال شاہ میں مزید زور و قوت اور حضوری کی خاص کیفیت پیدا کرتی ۔ رقص کرتے جاتے ، گھنگرو سے اللہ اللہ کی آواز نکلتی ، چکر پر چکر لگاتے ، درمیان میں ھُو حق کے نعرے مارتے ۔ اشعار کا مطلب اشاروں سے ظاہر کرتے تھے ۔ ایک پر لطف کیفیت معلوم ہوتی تھی ۔

نغمہ دراصل حُسنِ صوت کی وجہ سے طبیعت میں رقت اور حرکت پیدا کرتا ہے ۔ اس کے سننے سے صوفی کو جو اضطراب پیدا ہوتا ہے وہ رقص کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے ۔ حمال شاہ کے چہرہ پر دورانِ رقص ایک مبہوتیت نمایاں رہتی ۔ توحید کے گھماٹے میں حضرت کو دیکھتے تو بلائیں لیتے ، قدم بھی چومتے ۔ بعض وقت دیکھ دیکھ کر درود بھی پڑھتے ۔ رات دیر گئے تک گھنٹوں یہی رنگ رہتا ۔ حضرت کے چہرہ پر ایک رنگ آتا ایک رنگ جاتا ۔ دیکھنے والے محوِ حیرت رہتے بعض وقت حضرت پر عاشقانہ انداز کی کیفیت رہتی ۔ بعض وقت حضرت سے شانِ محبوبیت نمایاں ہوتی ۔ تو اس وقت کے کیفیات ، حرکات و سکنات ، رنگ ڈھنگ عام کیفیات سے بالکل مختلف ہوتے ۔

ایک مرتبہ فرمایا ۔ محبوبیت کی شان میں انہیں نہ چھیڑو ۔ بعض وقت محبوبیت کی شان میں بھی بال پن کی کیفیت رہتی ہے ۔

اس وقت ان سے لپٹ سکتے ہیں "۔

ایسے ہی بے شمار مناظر مدینہ منزل میں بھی دیکھنے کو ملے ۔

محمد غوث جس کا شمار قوالوں میں تھا ۔ فوج میں ملازم تھا ۔ موسیقی سے شغف رکھتا تھا ۔ آکر حضرت کا مرید ہوگیا ۔ محلہ رکاب گنج کے مکان میں روزانہ حاضری دیا کرتا ۔ نمازِ مغرب کے ساتھ ہی حضرت کو مختلف راگنیوں میں اشعار سناتا ۔ حضرت کے پاس خوش حال تعلیم یافتہ طبقہ رجوع تھا ۔ بڑے بڑے عہدہ دار مرید اور معتقد تھے ۔ گیارھویں کی محفل میں قوالوں کی خوب بن آتی ۔ محمد غوث کو وظیفہ ہوجانے سے بیکار تو تھا ہی ، بے کاری سے بے گار بھلا کثیر العیال بھی تھا ۔ خود بھی قوالیوں کے ساتھ شوقیہ اشعار سنانے لگا ۔ بعد میں قوالوں کا پیشہ اختیار کرلیا ۔

مدینہ منزل کے دور میں حضرت اپنے نواسوں اور بعض مریدوں کو بعدِ مغرب راگ راگنیوں سے واقف کرانے لگے ۔ خود بھی گاتے ان سے بھی گواتے ان میں موسیقی کا ذوق پیدا کرتے ۔ حق تو یہ ہے کہ آوازِ خوش ، زندگی کے غم دور کردینے ، طبیعت میں خودرفتگی عطا کرنے اور محویت پیدا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی ۔ موسیقی دماغی کاوشوں کا مداوا اور ظاہری اور باطنی بیماریوں کا علاج ہے ۔ بالخصوص وحشت اور جلالی اذکار کی گرمی سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے اور اس حرارت کی وجہ سے اختلاج سے مشابہ جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کے لئے تو بڑی حد تک سکون کی موجب ہے ۔

بعض اشعار میں درد و سوز ، رندی و مستی ، حسن و عشق کی کرشمہ سازیوں اور حُسن آفرینیوں کی ترجمانی طرزِ ادا کی ندرت کے ساتھ اس قدر والہانہ انداز میں پیش ہوتی ہے کہ سامع کے جذبات میں عشق و محبت کے طوفان کا ہیجان برپا ہوجاتا ہے ۔

بعض وقت شاعر کے لطیف و نازک اشارے موسیقی کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر مردہ اجسام میں جان ڈالتے اور منزل کی طرف تیز گام کردیتے ہیں ۔ اور بہ اعتبارِ عقیدہ و مدارجِ علم ویقین ، جذب و وجدان کی نئی نئی راہیں کھل جاتی ہیں ۔

شعر و موسیقی کی ہم آہنگی سامع کی روح اور قلب پر اس قدر وجد آفریں ارتسام پیدا کرتی ہے کہ ذرہ ذرہ میں حسنِ ازلی کی جھلکیں مطابقِ عرفان بے نقاب ہونے لگتی ہیں ۔

حضرت فرماتے ہیں ، غنا ، شعر گوئی اور قوالی ایسے امور ہیں جو دل میں عشق و محبت کی آگ لگاتے ہیں ، جذبات کو ابھارتے ہیں ، گھٹے ہوئے جذبات کو باہر لاتے ہیں ، خیالات کو ایک نقطہ پر قائم کرتے ہیں ۔

حضرت کے آخری زمانہ میں عبدالوحید بعدِ مغرب حاضری دیا کرتا تھا ۔ یہ صرفاس کا فوجی تھا ۔ گھر کے اخرجات کے بارے میں پریشان رہتا تھا ۔ حضرت سے طالبِ دعا رہتا ۔ حضرت نے اپنے نواسوں کے ساتھ اس کو بھی راگ راگنیوں کی تعلیم دینی شروع کی ۔ جہالت کے ساتھ ساتھ آواز نہایت بھاری اور بھونڈی پائی تھی ۔ طبیعت ایسی کہ موسیقی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ۔ حضرت بطور خاص اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کو سکھانے کے بہانہ خود اپنے رمز میں رہتے اور آنے جانے والوں میں بھی موسیقی کا ذوق غیر شعوری طور پر پیدا ہوتا رہتا ۔ حضرت پہلے کے مقابلہ اور زیادہ کمزور ہوگئے تھے ۔ آواز میں بھی پستی آچکی تھی ۔ وقار الدین اور اعظم الدین دونوں نواسے وحید کو سکھلانے میں مدد دینے لگے ۔ یہ دونوں اس کو صحیح راگنی پر قائم رکھنے کی غرض سے خود گاتے اور وحید کو ان کا ساتھ دینے کی ہدایت کرتے وحید کا یہ حال تھا کہ ایک مصرع ایک راگنی میں گاتا اور دوسرا مصرع دوسری راگنی میں گانے لگتا ۔ خود گاکر بتلاتے اور صحیح راگنی اور اس کی طرز

اور لَے کا اندازہ کراتے اور ہر راگنی کے تان پلٹوں کا فرق بتلاتے۔

وحید کو شوق ہوا تو ہارمونیم سیکھ لیا۔ حضرت کے بہت سارے اشعار زبانی یاد تو ہوگئے تھے۔ گیارھویں کی محفل میں ایک طبلچی کو ساتھ لے کر خود بھی پہنچ گیا۔ حضرت نے اس کو ہارمونیم اور طبلچی کے ساتھ دیکھا تو بےاختیار مسکرا پڑے اور دیگر قوالوں سے پہلے موقع عنایت فرمایا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں حضرت کے اشعار پڑھنے لگا تو اہل محفل کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اشعار پر حضرت کے چہرے اور حرکات و سکنات سے کیفیت نمایاں ہونے لگی تو اہل محفل پر اس کا اثر پڑنے لگا۔ لوگوں کی توجہ وحید سے اور اس کے گانے سے ہٹ کر اشعار اور اس کے مطالب اور حضرت کی کیفیات کی طرف مبذول ہوئی تو محفل میں گرمی آگئی۔ لوگ نذر لے کر دوڑے۔ ہر چوکی سے حضرت دو غزلیں سماعت فرمایا کرتے تھے۔ مگر وحید کو صرف ایک غزل گانے کا موقع دیتے۔ اس طرح ہر ماہ اس کی مالی مدد ہوجایا کرتی وحید ٹھیٹھ فوجی تھا باوجود حضرت کی مسلسل کوشش کے وہ فوجی کا فوجی رہا۔ •

حضرت کے پاس چونکہ مطلق ہی تقیدات میں نمایاں ہے۔ لہذا حضرت کی نظر اطلاق و تقید دونوں پر رہتی تھی اور دونوں کا حق دینے میں اعتدال کو برقرار رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا "وحید رات میں نعت اچھی طرح گا رہا تھا۔ اس وقت تو سنتے رہے بعد میں تنقید ہوئی کہ اتار چڑھاؤ کی طرف ذرا زیادہ توجہ ہوگئی تھی۔ اب بھلا کیا کہا جاسکتا ہے۔ سوائے جی قصور ہوا کے "۔

ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت کی طبیعت ناساز تھی۔ نزلہ اور زکام ہوگیا تھا۔ آواز بھی متاثر ہوگئی تھی۔ وحید وقت مقررہ پر پہنچے۔ حضرت اس تکلیف میں بھی اس کو سکھانے لگے۔ حضرت کا یہ بھی ایک کمال تھا جس شخص سے جس قسم کا علاقہ رہتا حضرت اس علاقہ کو اس سے ملاقات کے وقت ملحوظ رکھتے تھے مثلاً وحید سے موسیقی کا علاقہ تھا اس سے فلسفہ و کلام کے مسائل پر گفتگو نہ کرتے۔ حضرت کا تعلق جس شخص سے جس حیثیت سے رہتا اس کو اسی حیثیت میں محدود رکھتے ہوئے بھی اللہ و رسول سے ربط و تعلق پیدا کرتے اور اس کی مخصوص حیثیت میں اس علاقہ کے لئے راستہ نکال لیتے۔ حضرت کی مستقل مزاجی تھی کہ حضرت کسی حال میں ہوں اپنے روز مرہ کے مشاغل کو کبھی متاثر ہونے نہیں دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سخت نزلہ اور زکام کی حالت میں جب کہ آواز بھی بیٹھی ہوئی تھی وحید کو واپس نہ کیا اور سکھانے لگے۔ حضرت اشعار گا کر طرز بتلا رہے تھے۔ اس وقت چہرہ مبارک کی کیفیت، آنکھوں کی مستی اور باوجود پست اور متاثر ہونے کے آواز کی مٹھاس، لَے اور ادائی کی لطافت، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کے یہ سارے ہنگامے اس ایک لَے کے سامنے ہیچ ہیں۔ جو کچھ میں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا الفاظ میں اس کا اظہار میرے لئے ناممکن ہے۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں۔

کانوں میں بس گئی ہے اک آوازِ دلنشیں
مدت ہوئی مگر اسے بھولا نہیں ہوں میں

• حضرت کی دعا کا اثر ہے کہ آج عبدالوحید صاحب نہایت خوش حال ہیں اور اپنے محلہ کی مسجد کے پیش امام ہیں (ادارہ)

چند راگنیاں اور ان کی مشق کے لئے منتخبہ اشعار

راگنی کا نام	منتخبہ اشعار
	پیا بن آوت نہیں چین
باگیسری	میں تو جاگی ساری رین — پیا نہیں آیو، سیاں نہیں آیو
	بکوا برج دیکھن کو چلو ری
بنت	میں تو تورے دامن وا لگی سادات
بھیروں	میں جگائے ہاری رے
سندھ بھیروں	اٹھو سیاں جاگو ری — میں جگائے ہاری رے
	مجھے جگا کے جوبن لوٹا رے
برج	سکھی رے گھر آیو مہمان
تلک کامود	دیکھو ری خانم کون کھڑا ہے
ترم	۱۔ تم بن کٹھن کٹی ساری رین
پیلو	جیسے جل بن مچھلی تڑپے — تڑپت ہوں دن رین — تم بن ۔۔۔۔۔
	۲۔ ہم سنگ نیناں کاہے کو لگائے
جوگیا جوگیہ	دھیان لگا رہے من موہن کا
جگدیشری	مرآت تجلی دل ہی تو ہے — لیلیٰ کا یہ محمل ہی تو ہے
دیسی	پردیس بالم دھن اکیلی
سارنگ	۱۔ یار سنوریا نبھانا نبھانا — ہم نہیں ہونگے ہوگا زمانہ
	تیری گلی کے سو سو پھیرے — تو نہ روٹھ چاہے روٹھے زمانہ
	۲۔ دیا کرو سادات ہم پر دیا کرو
	چھوٹے نہ دونگی سریر
	نجریا سے جیا بھر دوں گی — چھوٹے نہ دونگی سریر
	بہت کروگے پیا آنے نہ دوگے — آپ ہی رہوگے دلگیر
سوہنی	۱۔ نازو انداز جب آیا تو حیا بھی آئی
	۲۔ زسپہر ہمت بلند تر بخدا طلوعے مقامِ خوش
سراپردا	اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
شاہانہ	من موہن ہے یار ہمارا — اس پہ فدا گھر بار ہمارا

غارا	۱۔ در محفلِ یکتائی اغیار نمی گنجد اغیار چساں گنجد چوں یار نمی گنجد
	۲۔ سر دے تو مجھے یارب آشفتہ سودا دے دینا ہو اگر مجھ کو دل رہنِ تمنا دے
کھماج	سانولی صورت پر میں جاؤں واری رے
کافی	۱۔ لگو جی میں کو نام محمد پیارا
	۲۔ کروں گی جیا بھر کے پیار سیلی جو ہو سو ہو
ملہار	میگوا جھر جھر برسن لاگے ہم اپنے پیا کو ترسن لاگے
	بھیگت کیوں ہے گھر کے باہر اندر آجا زلفوں والے
مانڈو	تھارو نام محمد مصطفےٰ من پیارو لاگو جی اللہ من پیارو لاگو جی
مالکوس	۱۔ اللہ محمد حوث
	۲۔ اوستِ شراب لاابالی انظر للہ کیف حالی
ہنڈول	۱۔ جھولا جھولن کے دن آئے
	۲۔ ساقی ادھر بھی اک پیمانہ سدا رہے میخانہ
یمن	پیا پردیسوا کاسے کہوں سندیسوا
	ڈھلے چلے جوبن وا سویت بھیو گیسوا
	پیا پردیسوا

حضرت کا مضمون علمِ موسیقی پر جو ماہنامہ تاج میں شائع ہوچکا ہے

اردو میں علمِ موسیقی پر جتنی کتابیں لکھی جاتی ہیں ان میں عام طور پر سرگم بتادی جاتی ہے۔ اس کی توجیہ سائنس اور علمی اصول پر نہیں کی جاتی۔ حضرت نے اردو میں جس طرح سے استدلال کیا ہے اور توجیہ فرمائی ہے اہلِ فن ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ فنِ موسیقی سے دلچسپی رکھنے والے اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (للمؤلف)

سلّمِ موسیقی

جب ہم مختلف آوازیں سنتے ہیں تو صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ نیچی اونچی آوازیں، اترے چڑھے سُر (عالی و سافل صوت) سنتے ہیں بلکہ سُروں کی لرزشوں (اہتزازات) کے اعداد میں جو نسبت ہوتی ہے اس کو بھی دریافت کرلیتے ہیں۔ صرف نسبت ہی کو نہیں جان لیتے بلکہ یہ سُر جن کی لرزشوں میں نسبتیں پائی جاتی ہیں پے درپے ہمارے کان میں پہنچتے ہیں تو ہم کو لذت یا کراہت پیدا ہوتی ہے اور طبعِ سلیم اور فہمِ مستقیم حکم لگاتا ہے کہ یہ نسبت ذوق کے مطابق ہے یا نہیں۔

مختلف آوازوں کے مجموعہ کو "سلّمِ موسیقی" کہتے ہیں۔ سلّمِ موسیقی کئی درجات میں منقسم ہوتی ہے۔ ہر درجہ کو سرگم (دیوان) کہتے ہیں۔ سرگم (دیوان) میں سات سُر (برج) یا پردے ہوتے ہیں۔

سات سُر (برج) یہ ہیں۔

عربی نام	دو	ری	می	فا	صول	لا	سی	دو
اردو نام	سر	رکھب	گندھار	مدہم	پنچم	دھیوت	نکھاد	سر
عربی میں علامت	ج	د	ہ	و	ز	ا	ب	ج
اردو میں علامت	سا	رے	گا	ما	پا	دھا	نی	سا

اسی طرح ایک سلّم میں کئی (دیوان یا) سرگم ہوتے ہیں۔ جس سرگم کا سر قائم رہتا ہے اس کو (دیوانِ قرار) اصل سرگم کہتے ہیں۔ اور دوسرے سرگم (دیوان) کو جوابی سرگم۔

(دیوانِ جواب) اصل سرگم (دیوانِ قرار) پر ایک ہندسہ لکھتے ہیں اس طرح جؔ دؔ اور جوابی سرگم (دیوانِ جواب) پر ۲ کا ہندسہ اس طرح جؔ دؔ علیٰ ہذا القیاس

جس درجہ کا سرگم (دیوان) اونچا ہوگا اس پر اس درجہ کا ہندسہ ہوگا۔ مثلاً پانچویں سرگم (دیوان) کے سر (برج ج) کو اس طرح لکھیں گے۔ جؔ ساؔ اور نیچے کے سرگم کے سروں پر منفی کی علامت لکھیں گے۔ مثلاً جؔ ساؔ سے یہ مراد ہے کہ ۲ درجے نیچے کا سرگم کا سر ہے۔

عدد اہتزازات

یعنی سُروں کی لرزشوں کے اعداد

جب ایک تار طول میں لرزش کرتا ہے تو اس کی آواز دوسرے اونچے سرگموں (سلّمِ اعلیٰ) کے لئے اصل (قرار) ہے اور اونچا سرگم (سلّمِ اعلیٰ) اس کا جواب۔

فرض کرو اصل سُر کا طول ایک ہے تو دوسرے سُروں کا طول حسبِ ذیل نسبت سے ہوگا۔

ج۱	د	ہ	و	ز	ا	ب	ج۲
سا۱	رے	گا	ما	پا	دھا	نی	سا۲
۱	$\frac{8}{9}$	$\frac{4}{5}$	$\frac{3}{4}$	$\frac{2}{3}$	$\frac{3}{5}$	$\frac{8}{15}$	$\frac{1}{2}$

یہ تو تحتانی سُر کو فوقانی سُر سے نسبت ہے۔ فوقانی سُر کی تحتانی سے نسبت اس نسبت کا قلب و عکس ہوگی۔

۱	$\frac{9}{8}$	$\frac{5}{4}$	$\frac{4}{3}$	$\frac{3}{2}$	$\frac{5}{3}$	$\frac{15}{8}$	۲

ان کسور کو عدد صحیح میں تحویل کریں تو لرزشوں میں یہ نسبت ہوگی۔

ج۱	د	ہ	و	ز	ا	ب	ج۲
سا۱	رے	گا	ما	پا	دھا	نی	سا۲
۲۴	۲۷	۳۰	۳۲	۳۶	۴۰	۴۵	۴۸

اول و دوم۔ اور دوم و سوم اور ہفتم و ہشتم میں ۳ کا فرق ہے۔ سوم و چہارم میں دو کا فرق ہے۔ پنجم و ششم میں ۴ کا، ششم و ہفتم میں ۵ کا فرق ہے۔ پس اگر (سا) کو ۲۴ فرض کریں تو (ما) کو = ۳۲ = ماننا پڑے گا۔

یہ تو سُروں کی لرزشوں کے اعتبار سے باہمی نسبت ہے۔ ہر ہر سُر میں فی نفسہٖ کتنی لرزشیں ہیں سیرین کی مدد سے دریافت ہوسکتی ہیں۔ سیرین ایک آلہ ہے جو لرزشوں کے دریافت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ آلات کے ذریعہ سے یہ امر تحقیق کو پہنچا ہے کہ سُروں میں حسب تفصیلِ ذیل لرزشیں ہوتی ہیں۔

ج۱	د	ہ	و	ز	ا	ب	ج۲
سا۱	رے	گا	ما	پا	دھا	نی	سا۲
۱۲۸	۱۴۴	۱۶۰	۱۷۰	۱۹۲	۲۱۳	۲۴۰	۲۵۶

توافق اصوات و تعاند
یعنی سُروں میں موافقت و ناموافقت

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ سُروں کی آوازیں جب کان پر پے درپے پڑتی ہیں تو کانوں کو اچھا اور لذت معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو دو تین سُر پے در پے آواز دیں تو خواہ مخواہ اچھا ہی معلوم ہو اور لذت پیدا ہو۔ بلکہ بعض سُروں کا اجتماع مکروہ معلوم ہوتا ہے اور بعض کا مرغوب۔

بات یہ ہے کہ جن سروں میں توافق ہوتا ہے ان کا باہم سنائی دینا مرغوب معلوم ہوتا ہے اور جن میں توافق نہیں ان کا معاً سنائی دینا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ توافق ایک سرگم کے ایک سُر میں ہے۔ کیونکہ ان کی لرزشیں واحد ہیں۔ یعنی سب سے بہتر نسبت وحدت ہے۔ جو دوسرے سرگموں کے ایک سُر میں مثلاً ج۱ ج۲ سا۱ سا۲ کیونکہ دوسرے سرگم (دیوانِ جواب) کے سُر کی لرزشیں پہلے سَرگم (دیوان قرار) کے سر کی لرزشوں کی دو چند ہوتی ہیں۔ یعنی نسبت وحدت کے بعد نسبت ضعفیت ہے۔ یعنی نسبت ۲ : ۱ پھر نسبت ۴ : ۳ پھر ۵ : ۴۔ تین سُروں میں سب سے بہتر ۴ : ۵ : ۶ کی نسبت ہے جو سَا : گَا : پَا میں ہے۔ حاصل یہ کہ بہترین نسبت، نسبت وحدت ہے۔ اصلی لذت اسی میں ہے۔ جس قدر اس سے بعد ہوگا کراہت پیدا ہوگی۔

ارشاداتِ حکیمانہ

"تضرع و انکسار عبدیت کی جان ہے"

علم و عمل کی دنیا ہے　　　غفلت باعثِ ذِلت ہے

تعظیم شخصی کی انتہاء بُت پرستی ہوتی ہے

صراطِ مستقیم پر چلنے والا ہی پُل صراط پر سے گزر جائے گا

ارشاداتِ حکیمانہ

۱۔ "جو چیز تمہارے دل میں کھٹکے اس کو ترک کردو"۔
۲۔ "تم اپنے دل کو ایسا رکھو کہ اگر اس کو سب کے سامنے پیش کریں تو کسی سے شرمندگی نہ ہو"۔
۳۔ "اپنے دل سے پوچھو، ضمیر سے پوچھو"۔
۴۔ "عالم بے عمل اندھے کے ہاتھ میں مشعل"۔
۵۔ "بنیادی پتھر اگر ٹیڑھا رکھا گیا ہے تو ساری دیوار ٹیڑھی ہوگی"۔
۶۔ "بار بار قسم کھانا جھوٹے ہونے کی علامت ہے"۔
۷۔ "ہنس کر بات کرنا مکارمِ اخلاق سے ہے"۔
۸۔ "بد اخلاق سے سب بھاگتے ہیں"۔
۹۔ "سانپ کو مارنا سپولے کو باقی رکھنا دور اندیشی کے خلاف ہے"۔
۱۰۔ "دوسروں کی برائیوں کو سوچتے رہنا، یہ بھی غیبت کے خاندان سے ہے"۔
۱۱۔ "آمد سے زیادہ خرچ ہوگا تو تھوڑے دن میں مفلس ہوجاؤ گے"۔
۱۲۔ "مفلسی عیب نہیں مگر اس کی شکایت کرنا عیب ہے"۔
۱۳۔ "بہت زیادہ احتیاط میں بدگمانی ہوتی ہے"۔
۱۴۔ نکتہ چینی کرنی ہو تو اس کی ابتداء خود اپنے سے کرو"۔
۱۵۔ "پیشوائے مذہب کو حق گوئی سے کوئی شئے مانع نہیں ہوسکتی"۔
۱۶۔ "دشمن کو حقیر نہ سمجھو"۔
۱۷۔ "چنگاری سے بے پرواہی نہ کرو"۔
۱۸۔ "بدی کا بدلہ سب بدی سے کرتے ہیں تم عالی ہمت ہو تو نیکی سے بدلہ کرو"۔
۱۹۔ "آنکھوں سے دیکھے ہوئے کے برابر کانوں سے سنا ہوا نہیں ہوسکتا"۔
۲۰۔ "ایک جھوٹ دس جھوٹ کو لاتا ہے"۔
۲۱۔ "غیر ضروری چیز کی ہرگز عادت نہ ڈالو"۔
۲۲۔ "یادرکھو؛ زمانے کو برا کہنا اللہ پر اعتراض کرنا ہے"۔
۲۳۔ "داناکی بلا دور"۔
۲۴۔ "انسان محلِ نسیان، بشر بہ شر"۔
۲۵۔ "انسان سے بھول چوک نہ ہوتی تو فرشتہ ہوتا"۔
۲۶۔ "دشمنی کی حالت میں بھی ایسی بات کرو کہ اگر دوستی ہوجائے تو اس کا ذکر باعثِ ندامت نہ ہو"۔

۲۷ ۔ • قرابت دار وہ ہے جس کو محبت نے قریب کیا ہو •۔
۲۸ ۔ • دوست کو جانچنے سے پہلے خود اپنے کو جانچ لو کہ میں اس کے ساتھ کیسا ہوں •۔
۲۹ ۔ • سونے کی حفاظت لوہا کرتا ہے •۔
۳۰ ۔ • سونے کو خوبصورت عورت اور لوہے کو کالا سپاہی سمجھو •۔
۳۱ ۔ • جس کی تیغ اس کی دیگ •۔
۳۲ ۔ • کھانا آدمی کے لئے ہے نہ کہ آدمی کھانے کے لئے •۔
۳۳ ۔ • پیٹ کے لئے کھانا پانی • تن کے لئے کپڑا • رہنے کے لئے جگہ • باقی سب بے ضرورت ہے •۔
۳۴ ۔ • خوبصورت کو چاہئیے کہ اپنے برے کاموں سے داغ نہ لگائے ۔ اور بد صورت کو چاہئیے کہ اپنی نیک سیرت سے اس کا تدارک کرے •۔
۳۵ ۔ • آن جانے سے نہ ناک رہتی ہے نہ کان •۔
۳۶ ۔ • مستقبل تاریکی میں رہتا ہے •۔
۳۷ ۔ • بدلگام گھوڑا خود بھی گرے گا • سوار کو بھی گرائے گا •۔
۳۸ ۔ • گن کر لو • گن کر دو •۔
۳۹ ۔ • سچ کہنے کی عادت • بیسیوں گناہوں سے بچاتی ہے •۔
۴۰ ۔ • دوسرے کا سچا عیب ظاہر کرنا بھی غیبت ہے •۔
۴۱ ۔ • دوسرے پر غلط الزام لگانا تہمت ہے •۔
۴۲ ۔ • کچھ کھاؤ کھلاؤ • کچھ اتفاقیات کے واسطے رکھو • کچھ اپنے بڑھاپے اور متعلقین کے لئے چھوڑو •۔
۴۳ ۔ • جیسے جیو گے ویسے مرو گے • جیسے مرو گے ویسے اٹھو گے •۔
۴۴ ۔ • محسن کا احسان نہ ماننا • ناشکری کرنا • بدترین اخلاقی گناہ ہے •۔
۴۵ ۔ • شکر کے معنی قدردانی کے ہیں •۔
۴۶ ۔ • نعمت کو بے محل لگا دینا • نعمت کی ناقدری ہے • ناشکری ہے •۔
۴۷ ۔ • دو چیزیں یاد رکھو • دو چیزیں بھول جاؤ • اپنا کیا ہوا احسان دوسرے کی کی ہوئی برائی بھول جاؤ ۔ اپنی برائی اور دوسرے کی بھلائی یاد رکھو •
۴۸ ۔ • ایک دن مرنا ہے ! کچھ کھاؤ پیو • کچھ اللہ کے پاس جمع کراؤ •۔
۴۹ ۔ • تمہارا دشمن شربتِ سرور • تمہاری عقل کا دشمن شربت انگور • تم کو کہیں کا نہ رکھے گا •۔
۵۰ ۔ • خدا نے دو کان دیئے ہیں اور ایک زبان • دو باتیں سنو تو ایک بات کہو •۔
۵۱ ۔ • وہ شکاری کتا ہے جو کمائے مگر خود نہ کھائے •۔
۵۲ ۔ • کھانے کے وقت پانچوں انگلیاں برابر ہوجاتی ہیں •۔
۵۳ ۔ • نیم حکیم خطرہ جان • نیم ملا خطرہ ایمان •۔

۵۴ - " جگر جگر ہے ، دِگر دِگر ہے "۔
۵۵ - " میں جو چاہوں تو کچھ نہیں ہوتا ۔ وہ جو چاہے تو کیا نہیں ہوتا " (حسرت صدیقی)
۵۶ - " جو ہونا ہے وہ ہوتا ہے جو ملنا ہے وہ ملتا ہے "۔
جب اس کا ارادہ چلتا ہے تو اپنا ارادہ کون کرے (حسرت صدیقی)
۵۷ - " توفیقِ شکر کا شکر نہیں ہوسکتا "۔
۵۸ - " سب مل کر ایسے رہو جیسے ایک عضو کو تکلیف ہو تو دوسرے عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے "۔
۵۹ - " آپس میں ایسے رہو جیسے دیوار کی اینٹیں کہ ایک دوسرے کی مدد سے دیوار کھڑی ہوتی ہے "۔
۶۰ - " کسی کے دلی خیالات کے بارے میں حکم لگانا علمِ غیب کا دعویٰ ہے "۔
۶۱ - " بالعرض نسبت کرنے سے شرک نہیں ہوتا " بالذات " کہنے سے شرک ہوتا ہے "۔
۶۲ - " جھوٹے کی ہر بات جھوٹی نہیں ہوتی "۔
۶۳ - " نیک فطرت برا نہیں ہوتا ، بد طبیعت بھلا نہیں ہوتا "۔ (حسرت صدیقی)
۶۴ - " بڑے عالم سے نہ پوچھو ، تجربہ کار سے پوچھو "۔
۶۵ - " احسان کر کے احسان دھرنا ، احسان کو نیست کردیتا ہے "۔
۶۶ - " جو کام کرو اخلاص سے کرو ، تمہارے کام میں نمائش اور ریا نہ ہو "۔
۶۷ - " بیٹھے شیر سے دوڑتا کتا بہتر "۔
۶۸ - " جو زیادہ متاثر ہوگا وہ زیادہ محبوب ہوگا "۔
۶۹ - " من الجنۃ والناس کے " ناس " سے ڈرو "۔
۷۰ - " مرد کی گرد میں رہو ، نامرد کی سرحد سے بھاگو "۔
۷۱ - " تمہارے اگر سو دوست ہیں اور ایک دشمن تب بھی تم اس ایک دشمن سے بے فکر نہ رہو "۔
۷۲ - " آگ جب مشتعل ہوجاتی ہے تو نہ خشک لکڑی کو رکھتی ہے نہ تر کو "۔
۷۳ - " فساد جب پھیل جاتا ہے تو گنہگار اور بے گناہ کو نہیں دیکھتا "۔
۷۴ - " تم پاک رہو ، ناپاک کپڑے کو پٹک پٹک کر دھوتے ہیں "۔
۷۵ - " تلوار کا زخم اچھا ہوجاتا ہے زبان کا زخم بمشکل درست ہوتا ہے "۔
۷۶ - " پیادہ جو گھر چلتا ہے تو فرزیں ہوجاتا ہے "۔
۷۷ - " بندہ کے دونوں ہاتھ خالی "۔
۷۸ - " اللہ بس باقی ہوس "۔
۷۹ - " اعلیٰ شاعر فطرت کی زبان ہوتا ہے اور اعلیٰ مصور قدرت کا ہاتھ ہوتا ہے "۔

۸۰ ۔ " شاعر جیسا دیکھتا ہے ویسا سناتا ہے ، اور مصور جیسا دیکھتا ہے ویسا دکھاتا ہے "۔

۸۱ ۔ " فقر کی سرحد کفر کی سرحد سے لگی ہوئی ہے "۔

۸۲ ۔ " محبت اور رحمت آسمان سے اترتی ہیں "۔

۸۳ ۔ " لوگو! لوگوں کے عیوب کیلئے اندھے بہرے بن جاؤ "۔

۸۴ ۔ " چاندی ، سونے اور نوٹوں کو بحفاظت رکھتے ہو ، مگر عورت کی حفاظت سے بے پرواہی "؟

۸۵ ۔ " تیز تلوار سب کو کاٹتی ہے ، مگر ریشم کو کاٹ نہیں سکتی "۔

۸۶ ۔ " جنگل سے نکلا شیر ، نر کیا مادہ کیا "؟

۸۷ ۔ " ہمارا انڈا ہزاروں کا ، ہمارا چوزہ لاقیمت "۔

۸۸ ۔ " دریا کے دھارے میں تیرنا شیر کا کام ہے "۔

۸۹ ۔ " اعتبار انجام پر ہے ، اختتام پر ہے "۔

۹۰ ۔ " نہ تمہارے اچھے ہونے کے لئے کوئی آیت اتری ، نہ ہمارے اچھے ہونے کے لئے "۔

۹۱ ۔ " جہاں آنکھ کام نہیں کرتی وہاں عقل کام کرتی ہے ۔ جہاں عقل کام نہیں کرتی وہاں وحی و الہام کام کرتے ہیں ۔ دیکھو! آنکھوں سے سایہ دیوار حرکت کرتا نہیں معلوم ہوتا مگر عقل سمجھتی ہے کہ سایہ دیوار متحرک ہے ۔ الہٰیات میں عقل عاجز ہوتی ہے تو وحی رہنما ہوتی ہے ۔ یعنی پیغمبر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے "۔

۹۲ ۔ " عالم مثال میں معانی صورت لیتے ہیں ایک معنیٰ کو سینکڑوں صورتوں سے ادا کرسکتے ہیں ۔ ایک صورت کو پکڑ لینے سے دوسری صورتوں سے انکار پیدا ہوتا ہے ۔ اور اسی پر بت پرستی کی بنیاد ہے "۔

۹۳ ۔ " متغیر ، غیر متغیر کا غیر ہے ۔ جسم میں تغیر آتا ہے اور " انا " میں تغیر نہیں آتا ۔ لہٰذا جسم مادی ہے اور " انا " غیر مادی "۔

۹۴ ۔ " اللہ دینے والا محمدؐ تقسیم کرنے والے ، تم کو کچھ ملے گا تو تقسیم کرنے والے کے ہاتھ سے ہی ملے گا "۔

۹۵ ۔ " تناسب سے نسبت پیدا ہوتی ہے ۔ نسبت وحدت کو لاتی ہے ۔ صورت میں رہے تو حسن ہے ۔ ہاتھ پاؤں میں رہے تو ادا ہے ۔ آواز میں رہے تو سُر ہے ۔ ضربات میں رہے تو تال ہے ۔ پریشان خاطری بغیر وحدت کے دور نہیں ہوتی ۔ اطمینان ہی علامت ایمان ہے "۔

۹۶ ۔ " حادثِ تدریجی سے نسبت دیں تو تقدیم زمانی ہے ۔ حادثِ غیر تدریجی سے نسبت دیں تو " تقدیم دہری " ہے ۔ قدیم کو قدیم سے نسبت دیں تو " تقدیم سرمدی ہے "۔

۹۷ ۔ " وجود کی کئی قسمیں ہیں ۔ ۱ ۔ وجودِ خارجی یا عینی یا ذاتی ۔ ۲ ۔ وجودِ خیالی ۔ ۳ ۔ وجودِ عقلی ۔ ۴ ۔ وجودِ شبہی ۔ ۵ ۔ وجودِ مجازی ۔ اعلیٰ وجود کے ممکن رہتے ہوئے ادنیٰ وجود ناقابلِ التفات ۔ وجودِ خارجی ظاہر ہے ۔ خارج میں دیکھنے کے بعد اس کی صورت ذہن میں آجاتی ہے ۔ صورت اور خیل و خصوصیات سے مجرد ہو کر ایک مطلق و مجرد معنیٰ ذہن میں آتے ہیں ۔ یہ وجودِ عقلی ہے مثلاً غضب و غصہ ، خونِ دل کا جوش کرنا ، مگر غضبِ الٰہی میں اس کی ضرورت نہیں ۔ ایک شئے سے اس کی شبیہ مراد لینا ، وجودِ شبہی ہے مثلاً علم

کو دودھ کی شکل میں دیکھنا کسی علاقے کی وجہ سے ایک شئے سے اس کا متعلق مراد لینا مثلاً پرنالہ بہا یعنی پانی بہا کیونکہ پرنالے کو پانی سے نسبت ہے "۔

۹۸۔ " وھو بکل شیء علیم یہاں شئے سے مراد موجود ہے۔ اور خدائے تعالیٰ خود بھی اس میں شامل ہے "۔

۹۹۔ " ان اللّٰہ علیٰ کل شیء قدیر یہاں شئے سے مراد ممکن ہے، بندہ ہے۔ خدا کی ذات خدا کی قدرت کے تحت نہیں ہے۔ خدائے تعالیٰ میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا۔ ہم خودکشی کرسکتے ہیں، خدا خودکشی نہیں کرسکتا "۔

۱۰۰۔ " قدرت ناممکن سے متعلق نہیں ہوتی۔ قدرت کے ناممکن سے متعلق نہ ہونے سے عجز لازم نہیں آتا۔ اول سے پہلے اول کا پیدا نہ کرسکنا عجز نہیں۔ اور آخر کے بعد کسی دوسرے کو نہ پیدا کرسکنا بھی عجز نہیں "۔

۱۰۱۔ " علم کیا چیز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ عالم اور معلوم کے درمیان ایک نسبت اور تعلق ہے۔ بعض کے پاس علم ایک نور ہے اور معلوم کے عالم کے پاس آنے کے بعد وہ نور معلوم کو دکھائی دیتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں، وہ چیز جو عالم کے پاس حاضر ہو یہ حضوری علم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں، علم اللہ کی صفت ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ سے ربط بڑھتا جائے گا علم بڑھتا جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں عالم و معلوم کے درمیان سے پردہ اٹھنے کا نام ہے۔ علم دو قسم کا ہے بے واسطہ، بواسطہ۔ خارج میں جو چیز رہتی ہے اس کا علم اس فوٹو کے واسطے سے ہوتا ہے جو عالم کے ذہن میں آتا ہے۔ آدمی کو اپنا، اپنے اوصاف کا علم حضوری اور بلا واسطہ ہوتا ہے "۔

۱۰۲۔ " تصور کیا ہے اور تصدیق کیا ہے؟ مفرد چیز کا علم " تصور " مرکب (غیر مفرد) کا علم " تصورِ نسبت "۔ جزویہ کا علم بغیر ذاتی رائے کے تصور " تخیل " کمزور خیال کے ساتھ تصور " وہم " اثبات اور نفی دونوں کے متعلق برابر کے خیال کے ساتھ تصور " شک "۔ ظن غالب کے ساتھ تصور " علم "۔ بعض یہاں سے اقسام علم کو تصدیق کہتے ہیں۔ بڑوں نے کہا ہم نے مان لیا۔ " تقلید اور تصدیق " دلائل سے یقین ہوا تو " تحقیق اور علم یقینی "۔ بعض لوگ صرف تحقیقی علم کو " علم " کہتے ہیں ورنہ " عدمِ علم "۔ (بغیر تحقیق کے) یقین کو " علم " نہیں کہتے۔ ان کے پاس تصدیق و یقین ایک جدا حالت ہے۔ اس کو " لواحقِ ادراک " کہتے ہیں۔ اکثر محققین کا خیال ہے کہ تصدیق اور یقین (یعنی یقین بعدِ تحقیق) علم کی ارتقائی حالت کا نام ہے۔ ان کے پاس " غیر علم " (یعنی بغیر تحقیق کے یقین) " علم " (یعنی یقین بعدِ تحقیق) سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ فضیلت کا دار و مدار " علم " پر ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصدیق کرنا، کسی بات کو مان لینا فعل ہے، انسان کا کام ہے۔ بعض کے پاس شروع سے آخر تک علم فعل نہیں انفعال ہے۔ ان کے پاس علم کی تصدیق کی نہیں جاتی بلکہ ہوجاتی ہے "۔

۱۰۳۔ " نباتات جمادات کو کھا جاتے ہیں۔ نباتات کو حیوانات کھا جاتے ہیں۔ حیوانات کو انسان کھا جاتا ہے۔ انسان فنائی اللہ ہوجاتا ہے۔ ہر چیز میں ایک جان ہے۔ جمادات سے نباتات میں بہتر حیات ہے حیوان میں نباتات سے بہتر حیات ہے اور انسان میں حیوان سے بہتر حیات ہے "۔

۱۰۴۔ " میرے سامنے ایک خوش نویس کا قطعہ رکھا ہوا ہے۔ حروف کیا چمکدار اور سیاہ ہیں، اس وقت میں نے سیاہی کو دیکھا۔ کیسی نشستیں ہیں کیسے دائرے ہیں کیا جوڑ توڑ ہیں اس وقت میں نے حروف کی شکل کو دیکھا۔ اعتبارات نہ ہوتے تو حکمت باطل ہوجاتی "۔

۱۰۵ ۔ " بے گناہی دو قسم کی ہوتی ہے ۔ اللہ کا فضل و کرم اس کی وجی گناہ سے بچاتی ہے اس کو عصمت کہتے ہیں اور اس شخص کو معصوم ۔
اس سے انکار کفر ہے ۔ یہ شان ہوتی ہے پیغمبر کی "۔
بعض ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں کہ انھوں نے ساری عمر کوئی گناہ نہیں کیا اس کو حفاظت کہتے ہیں اور اس شخص کو محفوظ ۔ ایسے
شخص سے انکار کرنا (یعنی محفوظ کو محفوظ نہ ماننا) خیر سے محروم ہونا ہے ۔ معصوم سے گناہ کا امکان نہیں ، محفوظ ولی سے امکان تو
ہے مگر واقع نہیں ہوتا "۔

۱۰۶ ۔ " کسی معاملہ میں تقدیرِ الٰہی کا ظہور ہوجائے اور جو پیش آنا تھا آجائے تو یوں نہ کہو کہ " اگر فلاں تدبیر کی جاتی تو ایسا نہ ہوتا "۔ اس لئے
کہ علمِ الٰہی (ام الکتاب) میں ایسا ہی تھا ویسا نہ تھا "۔

۱۰۷ ۔ " اگر کسی مسلمان میں ننانوے (۹۹) باتیں ایسی ہوں جن سے کفر برآمد ہوتا ہے اور ایک بات ایسی ہو جو اس کے ایمان پر دلالت
کرتی ہو تو اسے کافر نہ کہنا ۔ اگر وہ اللہ کے نزدیک کافر نہیں ہے تو تم کافر ہوجاؤ گے ۔ توبہ کرکے دوبارہ ایمان لانا پڑے گا "۔

۱۰۸ ۔ " جوان آدمی کا ختنہ نہ کراؤ ۔ ختنہ کرانا سنت ہے اور جوان آدمی کا بغیر کسی مجبوری اور عذر کے بے ستر ہونا حرام ہے ۔ سنت
کے حاصل کرنے کے لئے حرام پر سے نہ گذرو "۔

۱۰۹ ۔ " گذشتہ زمانہ میں کی ہوئی اپنی نیکیاں اور کیفیات یاد آنے لگیں تو نفس سے کہنا " وہ آدمی تو مرچکا ۔ اب یہ بتا کہ موجودہ آدمی کیسا ہے "؟

۱۱۰ ۔ " مرتا کیا نہیں کرتا "۔

۱۱۱ ۔ " خدمت پر رہتے ہیں تو یزید رہتے ہیں ۔ خدمت سے ہٹتے ہیں تو بایزید ہوجاتے ہیں "۔

۱۱۲ ۔ " تقویٰ دل کی صفت ہے نہ کہ شائے عمامے کی "۔

۱۱۳ ۔ " خالی تھیلی پڑی رہتی ہے بھری تھیلی کھڑی رہتی ہے "۔

۱۱۴ ۔ " زر سے زور ہے ۔ مل سے جہل ہے "۔

۱۱۵ ۔ " آدمی کی کسوٹی سونا ۔ سونے کی کسوٹی پتھر "۔

۱۱۶ ۔ " آتا ہے تو ہاتھ سے نہ دیجے ۔ جاتا ہے تو اس کا غم نہ کیجے "۔

۱۱۷ ۔ " قناعت کا خزانہ خالی نہیں ہوتا "۔

۱۱۸ ۔ " نمک حرامی آقا کی ÷ غیر سے عرضِ حاجت ہے " (حضرت صدیق)

۱۱۹ ۔ " علم کسی سے دبنے والا نہیں ، دماغی کام اعضاء کے کام سے اعلیٰ و ارفع ہے ۔ دماغی کام کو غیر موثر سمجھنا اس کو کچھ اہمیت نہ دینا اپنے غیر
اہم ہونے کی علامت ہے ۔ جاہل غافل بولتا چالتا حیوان ہے ۔ عالم عاقل ایک مکمل انسان ہے ۔ وہ جاہلوں کو ایسے ہی مسخر کرلے گا جیسے
دیگر حیوانات کو "۔

۱۲۰ ۔ " تم نے پابندی قانون کی پرواہ نہ کی تو قانون نے بھی تمہاری حق رسائی کی پرواہ نہ کی "۔

۱۲۱ ۔ " حرص کے تین حروف ہیں اور تینوں خالی ۔ بے نقطہ سنتا ہے تو حرص کرو طمع کرو "۔

۱۲۲ ۔ " تقدیر کی زنجیر میں تمہاری دعا کا حلقہ ہوگا تو دعا بھی کروگے اور قبول بھی ہوگی "۔

۱۲۳۔ "روپیہ کے عوض اشرفی دیدی یہ بہترین بدلہ ہے۔ دنیا میں نہ دیا آخرت میں امید سے زیادہ دیا یہ بھی بہترین قبولیت ہے۔ دعا تو ہر حال میں قبول ہوتی ہے۔ اگر نظامِ عالم کے موافق ہے تو اسی عالم میں قبول ہوتی ہے ورنہ آخرت میں۔

۱۲۴۔ "اصل ہر چیز میں جواز ہے جب تک اس کے خلاف ثابت نہ کیا جائے"۔

۱۲۵۔ "بدعت وہ ہے جو مقاصد اسلام کے خلاف ہو"۔

۱۲۶۔ "یہ میں ہوں ہے مرد کا قول پدر فروشی ذلت ہے" (حسرت صدیقی)

۱۲۷۔ "بیشک تمہارے باپ دادا بہت اچھے تھے مگر تم کیا ہو؟ کوئی دعویٰ بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتا۔ اچھے کام کروگے تو تمہارے اچھے ہونے پر دلیل ملے گی۔ پیغمبر کا بیٹا ہونا کنعان کے کام نہ آیا۔ اچھا وہ ہے جس کی گواہی لوگ دیں نہ کہ زبانی بھنکیاں مارنے والا"۔

بندگی باید پیمبر زادگی در کار نیست

۱۲۸۔ "زبان ہے تو چھوٹی مگر آفت کا پرکالا ہے"۔

۱۲۹۔ "بعدِ امتحان عزت ہے یا ذلت"۔

۱۳۰۔ "پریشانی میں ثابت قدمی مردوں کی نشانی ہے"۔

۱۳۱۔ "آدم زادے ہم سب پیغمبر زادے ہیں۔ ایسے فخر سے کیا حاصل جس کا "فا" پڑھا نہ جائے"۔

۱۳۲۔ "عاقل سمجھ کر بولتا ہے۔ غافل بول کر سمجھتا ہے"۔

۱۳۳۔ "داخل ہونے سے پہلے نکلنے کا راستہ دیکھ لو"۔

۱۳۴۔ "بندہ ہمیشہ سرافگندہ"۔

۱۳۵۔ "غافل کی عقل گدی میں"۔

۱۳۶۔ "پراگندہ روزی پراگندہ دل"۔

۱۳۷۔ "رشوت اگر ستم ہے تو ناحق سفارش کیا کم ہے"۔

۱۳۸۔ "شرط نہیں تو مشروط بھی نہیں"۔

۱۳۹۔ "سرحد پر نہ روک آگے بڑھ کر روک"۔

۱۴۰۔ "اول خویش بعدہ درویش"۔

۱۴۱۔ "القرض مقراض الصحبة"۔

۱۴۲۔ "تندرستی ہزار نعمت ہے"۔

۱۴۳۔ "بند مٹھی لاکھ کی"۔

۱۴۴۔ "جہاں جاتے ہو اور جتنا روپیہ پاس ہے اس کو ہمیشہ چھپاؤ"۔

۱۴۵۔ "صبر پہلی ساعت کا ہے"۔

۱۴۶۔ "جب اصل چیز جاتی رہی تو اس کی فرع بھی جاتی رہتی ہے۔ جب اصل باقی نہیں رہتا تو اس کے بدل کی طرف رجوع کیا جائیگا"۔

۱۴۷ ۔ "ولایتِ خاص بہ نسبت ولایتِ عام کے قوی تر ہے"۔
۱۴۸ ۔ "جب تک ممکن ہو کلام مہمل نہ سمجھا جائے گا"۔
۱۴۹ ۔ "حقیقی معنیٰ درست نہ ہوں تو مجازی معنیٰ لئے جائیں گے ۔ مجاز بھی ممکن نہ ہو تو بے شک وہ کلام مہمل ہے"۔
۱۵۰ ۔ "غائب کی صفت بیان کرنا معتبر ہے ۔ حاضر و مشار الیہ کے وصف کے ذکر کی ضرورت نہیں"۔
۱۵۱ ۔ "اعتبار، مقاصد و معانی کا ہے، نہ کہ صرف الفاظ و عبارت کا"۔
۱۵۲ ۔ "ہر شے جس حال پر تھی اسی حال پر رکھی جائے گی ۔ قدیم قدامت پر رہے گا"۔
۱۵۳ ۔ "ضرر قدیم نہیں مانا جاتا"۔
۱۵۴ ۔ "صفاتِ عارضہ میں اصل عدم ہے ۔ ایک امر جو کسی زمانے میں ثابت ہوجائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو وہ ثابت ہی سمجھا جائے گا"۔
۱۵۵ ۔ "نئی چیز زمانہ قریب سے متعلق سمجھی جائے گی"۔
۱۵۶ ۔ "منصوص کے خلاف اجتہاد کی گنجائش نہیں"۔
۱۵۷ ۔ "خلافِ قیاس پر قیاس نہیں ہوسکتا"۔
۱۵۸ ۔ "ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد کو نہیں توڑ سکتا"۔
۱۵۹ ۔ "مشقت آسانی کو پیدا کرتی ہے ۔ اور صعوبت سہولت کو ۔ اور تنگی وسعت کو"۔
۱۶۰ ۔ "نہ ضرر پہنچاؤ نہ ضرر اٹھاؤ"۔
۱۶۱ ۔ "مانع زائل ہوجائے تو ممنوع پھر آجائے گا"۔
۱۶۲ ۔ "ایک ضرر دوسرے ضرر سے زائل نہیں کیا جاسکتا"۔
۱۶۳ ۔ "ضرر عام کے لئے ضرر خاص قابل اختیار رہے"۔
۱۶۴ ۔ "فساد کا دور کرنا منفعت حاصل کرنے سے بہتر ہے"۔
۱۶۵ ۔ "جب تک ممکن ہو ضرر دور کیا جائے گا"۔
۱۶۶ ۔ "عام حاجت یا خاص بمنزلہ ضرورت کے ہے"۔
۱۶۷ ۔ "اپنا ضرر دور کرنے کے لئے دوسرے کو ضرر نہیں دیا جاسکتا"۔
۱۶۸ ۔ "جس کا لینا ناجائز اس کا دینا ناجائز"۔
۱۶۹ ۔ "عادت بھی ایک حاکم ہے ۔ جو عادتاً ممتنع ہے وہ حکماً بھی ممتنع ہے"۔
۱۷۰ ۔ "زمانے اور حالات کے تغیر سے احکام میں بھی تغیر ہوتا ہے"۔
۱۷۱ ۔ "حقیقی معنیٰ اگر عادت کے خلاف ہو تو قابلِ ترک ہے ۔ عادت کا اعتبار کثرت اور غلبہ پر ہے ۔ غالب کا اعتبار ہے نہ کہ نادر کا۔
۱۷۲ ۔ "جو امر کہ عرف میں مشہور ہے وہ بمنزلہ مشروط کے ہے"۔

۱۷۳ ۔ • شئے کا تابع شئے کے حکم میں ہے ۔ تابع کا حکم علحدہ نہیں کیا جاسکتا ۔

۱۷۴ ۔ • ایک چپ لاکھ سکھ " ۔

۱۷۵ ۔ • نامرد مرتا روز ہے مردوں کی موت اک بار ہے
ہرگز نہیں مرتا ہے وہ مرنے کو جو تیار ہے
باآبرو ہو زندگی بے آبرو بے کار ہے
گرہمتِ مردانہ ہو آسان ہر دشوار ہے

۱۷۶ ۔ • اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے " ۔

۱۷۷ ۔ • نہ دوڑو نہ منہ کے بل گرو " ۔

۱۷۸ ۔ • جلد بازی شیطان سے ہوتی ہے " ۔

۱۷۹ ۔ • دیانت و محبت سے دشمن بھی رام ہوتا ہے " ۔

۱۸۰ ۔ • اللہ دیا ہے تو تم بھی کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ " ۔

۱۸۱ ۔ • بہت بولنے والے سے بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں " ۔

۱۸۲ ۔ • کانٹے کے تول لو اور کانٹے کے تول دو " ۔

۱۸۳ ۔ • محبت ہو تو انصاف کی ضرورت نہیں " ۔

۱۸۴ ۔ • کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے " ۔

۱۸۵ ۔ • آخر حق کی فتح ہوتی ہے " ۔

۱۸۶ ۔ • دوست وہ ہے جو وقت پر کام آئے " ۔

۱۸۷ ۔ • رعیت پر مصلحت سے حکومت کی جاتی ہے " ۔

۱۸۸ ۔ • حقیقت پر اطلاع دشوار ہو تو علامت اس کی قائم مقام ہوگی " ۔

۱۸۹ ۔ • کتاب مثل خطاب کے ہے " ۔

۱۹۰ ۔ • جو امر دلیل سے ثابت ہو گویا وہ معائنہ سے ثابت ہے " ۔

۱۹۱ ۔ • جو نفع اٹھائے گا وہ نقصان بھی اٹھائے گا " ۔

۱۹۲ ۔ • مرتکب فعل اگرچہ عمداً نہ ہو ضمان (تاوان) دے گا " ۔

۱۹۳ ۔ • جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے طلب کرے محروم رہے گا " ۔

۱۹۴ ۔ • تکلیف مالایُطاق درست نہیں " ۔

۱۹۵ ۔ • حدود ، شبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں " ۔

۱۹۶ ۔ • وکیل کا کام موکل کا سمجھا جائے گا " ۔

۱۹۷ ۔ • جو معاہدات مصلحتِ عامہ یا مکارمِ اخلاق کے خلاف ہیں خلافِ قانون سمجھے جائیں گے • ۔

۱۹۸ ۔ • مصلحتِ عامہ کو مصلحتِ خاصہ پر ترجیح ہے • ۔

۱۹۹ ۔ • رسم و رواج حکمِ قانون رکھتا ہے ۔ رسم کے مقبول ہونے پر متواتر عمل دلالت کرتا ہے • ۔

۲۰۰ ۔ • حکومت کو حق ہے کہ اپنے خلاف سازش سے روکے • ۔

۲۰۱ ۔ • ہر شخص کو حق ہے کہ اپنا مال بحفاظت دوسری جگہ منتقل کرے • ۔

۲۰۲ ۔ • ہر شخص کو حق ہے کہ حکومت نے اگر نقصان کیا ہو تو اس کی تلافی کا مطالبہ کرے • ۔

۲۰۳ ۔ • بہبودی خلائق یا ریاست کا حق اہم ترین حق ہے • ۔

۲۰۴ ۔ • جہلِ قانون کسی عاقل بالغ کے لئے عذر نہیں ہوسکتا • ۔

۲۰۵ ۔ • آفاتِ سماوی و اتفاقی کی ذمہ داری کسی پر عائد نہیں ہوتی • ۔

۲۰۶ ۔ • جس فعل سے کسی شخص کی آزادانہ رضامندی نہیں اس پر اس فعل کی ذمہ داری بھی نہیں • ۔

۲۰۷ ۔ • جس معاہدہ میں غیر ممکن شرط لگائی جائے وہ معاہدہ کالعدم ہے • ۔

۲۰۸ ۔ • استحقاقِ نالش متضرر کی وفات پر ساقط ہوجاتا ہے • ۔

۲۰۹ ۔ • ہر شخص دوسرے کو اسی قدر مجبور کرسکتا ہے جس قدر خود مجبور ہوسکتا ہے • ۔

۲۱۰ ۔ • کوئی شخص اپنی جائداد کو واجبی قیمت پر بھی فروخت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا • ۔

۲۱۱ ۔ • کوتوالی میں ہر شخص مجرم ہے جب تک اس کی براءت نہ ہو • ۔

۲۱۲ ۔ • عدالت میں ہر شخص بےگناہ ہے جب تک اس کا جرم ثابت نہ کیا جائے • ۔

۲۱۳ ۔ • شبہ کا فائدہ ملزم کو دیا جائے گا • ۔

۲۱۴ ۔ • گواہ نہ لانے کی صورت میں جس کا نقصان ہے اس کے ذمہ بارِ ثبوت ہے • ۔

۲۱۵ ۔ • سو (۱۰۰) مجرموں کا چھوٹنا بہتر ، مگر ایک بےجرم کو سزا دیا جانا بدتر • ۔

۲۱۶ ۔ • پھرا ، پھرا کے دینے سے نہ دینا کچھ برا نہیں • ۔

۲۱۷ ۔ • میں رانی تو رانی ۔ کون بھرے گا پانی • ۔

۲۱۸ ۔ • سرکاری و قومی مال کی چوری تمام قوم کا گنہگار بناتی ہے • ۔

۲۱۹ ۔ • لڑائی کے زمانہ میں قانون نہیں رہتا • ۔

۲۲۰ ۔ • جو تکلف سے کسی قوم کی مشابہت پیدا کرتا ہے وہ انہیں میں کا ہے • ۔

۲۲۱ ۔ • نیت پر عمل کا دارومدار ہے • ۔

۲۲۲ ۔ • دوا کھانے سے زیادہ اہم پرہیز ہے • ۔

۲۲۳ ۔ • چھوٹے گناہ پر اصرار کرنے سے بڑا ہوجاتا ہے • ۔

۲۲۴ ۔ "گناہ کر کے اس کو جائز سمجھنے سے کفر لازم آتا ہے"۔

۲۲۵ ۔ "ضررِ خفیف سے ضررِ شدید زائل کیا جاسکتا ہے"۔

۲۲۶ ۔ "کسی کو جائز نہیں کہ بے وجہِ شرعی کسی کا مال لے"۔

۲۲۷ ۔ "اقرار حجتِ قاصرہ ہے"۔

۲۲۸ ۔ "قسم سے انکار اصل دعویٰ کو باطل نہیں کرسکتا"۔

۲۲۹ ۔ "حجت میں تناقض پیدا ہوجائے یعنی ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی تو وہ حجت باقی نہیں رہے گی"۔

۲۳۰ ۔ "فاعل پر حکم لگایا جاتا ہے نہ کہ آمر پر۔ مگر یہ کہ آمر جبر و زبردستی کرے"۔

۲۳۱ ۔ "وحشی جانوروں کو پوری طرح گرفتار کرلیا جائے تو اس کا قبضہ سمجھا جائے گا"۔

۲۳۲ ۔ "کوئی شخص اس حق سے زیادہ منتقل نہیں کرسکتا جو خود اس کو حاصل ہے"۔

۲۳۳ ۔ "زمانہ میں مقدم کا حکم مقدم"۔

۲۳۴ ۔ "دیر کرنے سے انصاف میں خلل ہوتا ہے"۔

۲۳۵ ۔ "کوئی شخص کسی کام کے کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا"۔

۲۳۶ ۔ "ملک کا فائدہ اسی میں ہے کہ نالشات کم ہوں"۔

۲۳۷ ۔ "اگر دو شئے میں سے ایک شئے کے انتخاب کا حق ہے تو بعدِ انتخاب قطعی ہوگا"۔

۲۳۸ ۔ "ناانصافی کی بناء پر یا احتمال پر اپیل کی جاتی ہے"۔

۲۳۹ ۔ "مقدماتِ دیوانی میں بجانبِ مدعی اور مقدماتِ فوجداری میں بجانبِ ملزم تائید کی جاتی ہے"۔

۲۴۰ ۔ "آج کل زوردار ہی حقدار ہے۔ اور قوی کا ہر قول قانون ہے۔ اور ہر فعل جائز ہے، اور قوی کی مدافعت بغاوت ہے۔ اور ضعیف کو زندہ رکھنا ہی احسان ہے۔ معاہدات کی تعمیل تلوار سے ہوتی ہے نہ کہ باتوں سے اور کمزور دوستوں کو جزوِ بدن کرلینا چاہیئے"۔

۲۴۱ ۔ "کوئی شخص خود اپنے مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرسکتا"۔

۲۴۲ ۔ "دورانِ مقدمہ، مقدمہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی"۔

۲۴۳ ۔ "محسن، محسن الیہ کو چاہتا ہے، ماں باپ اولاد کو چاہتے ہیں۔ استاد شاگرد کو چاہتا ہے۔ مرشد مرید کو چاہتا ہے۔ پیغمبر امتی کو چاہتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو چاہتا ہے"۔

۲۴۴ ۔ "دے کر ناخوش ہونے سے بہتر ہے کہ نہ دے کر ناخوش کریں"۔

۲۴۵ ۔ "بد اخلاق سے سب بھاگتے ہیں"۔

۲۴۶ ۔ "بد کے ساتھ نیکی، نیک کے ساتھ بدی کے مماثل ہے۔ کیونکہ اس سے بد کو مدد ملتی ہے"۔

۲۴۷ ۔ "تمہاری بندوق میں جب تک ایک ٹوٹا بھی ہو تم اس کے چلانے میں کوتاہی نہ کرو"۔

۲۴۸ ۔ "جب حقیقی معنیٰ اور متعارف معنیٰ یعنی محاورے کے معنیٰ میں مخالفت ہو تو متعارف معنیٰ قابلِ ترجیح ہیں۔ مجازی معنیٰ لینے کے لئے حقیقی معنیٰ محال یا دشوار ہونا چاہیئے"۔

۲۴۹ ۔ ٭ ہر ایک سے مل کر ایک ہو جا   پانی سے سیکھ لے صفائی
آئینہ کی طرح منہ پہ کہہ دے   پیچھے ہرگز نہ کر برائی   (حسرت صدیقی)

۲۵۰ ۔ ٭ دو دل یک شود بشکندہ کوہ را ۔ گندک اور شورہ جب ملتے ہیں تو بارود بن کر پہاڑوں کو اڑا دیتے ہیں ٭ ۔

۲۵۱ ۔ ٭ اونٹ کا پاؤں باندھ کر توکل کرو ٭ ۔

۲۵۲ ۔ ٭ ہوتی ہے غربت میں ثروت ، پر بڑی ایذا کے بعد ۔
لعل قیمت کو پہنچتا ہے بدخشاں چھوڑ کر ٭ ۔

۲۵۳ ۔ ٭ تم بڑوں کی عزت نہ کرو گے تو تمہارے چھوٹے تمہاری عزت نہ کریں گے ٭ ۔

۲۵۴ ۔ ٭ معینِ جرم بھی مجرم ہے ٭ ۔

۲۵۵ ۔ ٭ سفر کی شکل اور سقر کی شکل ایک ہے ٭ ۔

۲۵۶ ۔ ٭ عاقل کا ایک نکھرا بند ہوتا ہے تو دوسرے نکھڑے سے سانس لیتا ہے ٭ ۔

۲۵۷ ۔ ٭ گوشت نہ ملے تو شوربا ہی سہی ٭ ۔

۲۵۸ ۔ ٭ گھر میں اندھیرا ہے ، تو گھر کے دروازے پر بجلی کا گولہ روشن ہے ۔ کچھ : یہ واعظِ بے عمل کی مثل ہے ٭ ۔

۲۵۹ ۔ ٭ خون ، پانی سے گاڑھا ہے ، یعنی قرابت دار غیروں سے بہتر ٭ ۔

۲۶۰ ۔ ٭ خدا کو نہ ماننے والا بھی موت کو مانتا ہے ٭ ۔

۲۶۱ ۔ ٭ استغنائے ذاتی خاص اللہ کی صفت ہے ۔ ماسوا اللہ اللہ کا محتاج ۔

۲۶۲ ۔ ٭ جوتی کوئی سر پر نہیں رکھتا ٭ ۔

۲۶۳ ۔ ٭ جواہر دار خنجر سے کوئی بھونک نہیں لیتا ٭ ۔

۲۶۴ ۔ ٭ تونگری بہ دل است نہ بہ مال ۔ بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال ۔

۲۶۵ ۔ ٭ جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے ٭ ۔

۲۶۶ ۔ ٭ حق دبے گا نہیں دبائے گا ٭ ۔

۲۶۷ ۔ ٭ بھائی اچھا یا دوست اچھا ۔ بھائی اچھا جب کہ دوست ہو
جب تک سانس ہے تب تک آس ہے ٭ ۔

۲۶۸ ۔ ٭ اچھا کلام جو "قَلّ" و "دَلّ" ہو ٭ ۔

۲۶۹ ۔ ٭ جھوٹی قسم سے آبادی کی بربادی ہے ٭ ۔

۲۷۰ ۔ ٭ درہم کا آخر ٭ ہم ٭ دینار کا آخر ٭ نار ٭ ۔

۲۷۱ ۔ ٭ سانپ بے مارے نہیں مرتا ٭ ۔

۲۷۲ ۔ شیطان نے قیامت کا گتہ لیا ہے ۔ ایسی درازی عمر سے فائدہ کیا ۔ گلاب ایک دن رہتا ہے ، اس سے عطرِ گلاب ، روحِ گلاب ، شربتِ گلاب ، محبوبوں کے گلے کا ہار ، بیماروں کے لئے غنچۂ گل اور گلقند چھوڑ گیا ٭

۲۷۳ - "گلاب کی کلی چٹخ کر اپنی موت کی اطلاع دیتی ہے"۔

۲۷۴ - "بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے کہ آئندہ محنت ہے اور مصیبت ہے"۔

۲۷۵ - "چار دن کی چاندنی، چند سال کی جوانی"۔

۲۷۶ - "سویا سو کھویا، جاگا سو پایا"۔

۲۷۷ - "ہر ایک کی ایک مدت ہے اس وقت تک کسی کی کچھ نہیں چلتی"۔

۲۷۸ - "گھونسہ، تھپڑ ہاتھ ہی کی شکلیں ہیں، مگر ہر ایک کا حکم جدا ہے۔ گھونسہ پسلیاں توڑے گا، تھپڑ کلہ سجائے گا۔ گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی"۔

۲۷۹ - "خیال خلاق المعانی ہے"۔

۲۸۰ - "میں ڈوبا تو ساری دنیا ڈوب گئی"۔

۲۸۱ - "ہٹ دھرم کو کوئی قائل نہیں کرسکتا"۔

۲۸۲ - "اے تنگ دلی ترا برا ہو۔ ورنہ میری تھی سب خدائی"۔

۲۸۳ - "برے وقت دوست بھی دشمن ہوجاتے ہیں"۔

۲۸۴ - "دسترخوان پر دوستوں کی کیا کمی"۔

۲۸۵ - "کبھی کبھی ہانڈی ڈوئی کی بھی لڑائی ہوتی ہے، یعنی بعض وقت میاں بیوی میں بھی شکر رنجی ہوجاتی ہے"۔

۲۸۶ - "دوستوں کے گھر میں جھاڑو دے لے مگر دشمنوں کی زنجیر نہ ہلا"۔

۲۸۷ - "کسی کی رہی ہے کہ ہماری رہے گی"۔

۲۸۸ - "دوسرے مانگنے سے ناخوش ہوتے ہیں۔ خدا مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔

۲۸۹ - "بڑی تباہی یا بڑی لعنت مشنری ہے۔ دس کا کام ایک کرلیتا ہے اور نو (۹) بے کار ہوجاتے ہیں۔ مشنری کے ذریعہ سے سرمایہ دار بے ہنر لوگوں کا خون چوس لیتے ہیں"۔

۲۹۰ - "ترکِ عادت میں اپنی + مخفی خرقِ عادت ہے"۔

۲۹۱ - "کمانے کے لئے اگر ایک ہنر کی ضرورت ہے۔ تو خرچ کرنے کے لئے دو ہنر کی ضرورت ہے"۔

۲۹۲ - "زکوٰۃ اور ترکہ سرمایہ داری کو توڑتا ہے"۔

۲۹۳ - "اللہ کی لٹھیا میں آواز نہیں"۔

۲۹۴ - "دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است"۔

۲۹۵ - "الخیر فی ماوقع"۔

۲۹۶ - "عقلیات میں الفاظ معنیٰ کے تابع ہیں۔ نقلیات میں معنیٰ الفاظ کے تابع ہیں"۔

۲۹۷ - "احناف کے پاس قرآن کے مطلق کو حدیثِ غیر متواتر تخصیص نہیں کرسکتی دوسروں کے پاس قرآن کی تخصیص حدیث سے بھی ہوسکتی ہے"۔

۲۹۸ ۔ "امر تکرار کا طالب نہیں ۔ نماز وقت سے مطلق ہے ۔ وقت آتا جائے گا تو امر بھی اس کے ساتھ آتا جائے گا"۔

۲۹۹ ۔ "خوان بڑا ، خوانچہ بڑا اس کے اندر آدھا بڑا"۔

۳۰۰ ۔ "جھوٹے کے سامنے سچا رو رو مرے"۔

۳۰۱ ۔ "جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے"۔

۳۰۲ ۔ "بہرا دو وقت ہنستا ہے ۔ پہلے سب کے ساتھ ۔ دوبارہ سمجھ کر"۔

۳۰۳ ۔ "نہ بری بات بولو نہ بری بات سنو"۔

۳۰۴ ۔ "دور کے ڈھول سہانے"۔

۳۰۵ ۔ "اول دیکھو ، پھر کودو"۔

۳۰۶ ۔ "پہلی سواری دشوار ہوتی ہے"۔

۳۰۷ ۔ "گھوڑا چابک سوار کو پہچانتا ہے"۔

۳۰۸ ۔ "ڈھیلے کا جواب پتھر"۔

۳۰۹ ۔ "زور دار پیادہ کو فرزیں بھی نہیں مار سکتا"۔

۳۱۰ ۔ "موتی نکالنا چاہتے ہو تو ، دریا میں غوطہ لگانا پڑے گا"۔

۳۱۱ ۔ "اپنی گلی میں کتا بھی شیر"۔

۳۱۲ ۔ "روپیہ رہتا ہے تو کام نہیں دیتا ، جاتا ہے تو کام دیتا ہے"۔

۳۱۳ ۔ "پانی رحمت ہے ، زیادہ ہوجائے تو طوفان ہے زحمت ہے"۔

۳۱۴ ۔ "روئی ہے تو نرم اور سفید مگر اس کے اندر سختی اور سیاہی ہے"۔

۳۱۵ ۔ "بے دلیل دعویٰ بزدل ہاتھی ہے"۔

۳۱۶ ۔ "جو مر گیا اس کی قیامت تو ہوچکی"۔

۳۱۷ ۔ "سب سے چھپاؤ گے ، خدا سے کیسے چھپاؤ گے"۔

۳۱۸ ۔ "نہ نو من تیل آئے گا نہ رادھا ناچے گی"۔

۳۱۹ ۔ "بڑے گھر کی باندی بھی سلیقہ مند رہتی ہے"۔

۳۲۰ ۔ "فتح مندی کی کونجی صبر"۔

۳۲۱ ۔ "جب موت کا ڈر ہوتا ہے تو بخار پر راضی ہوجاتا ہے"۔

۳۲۲ ۔ "ان کا آنا قیامت کے دامن سے بندھا ہوا ہے"۔

۳۲۳ ۔ "کیا کہنا ہے کہہ دو ورنہ تمہارا پیٹ پھول جائے گا"۔

۳۲۴ ۔ "وہ تو قیامت کے بوریئے ، بدھنے سمیٹ رہے ہیں"۔

۳۲۵ ۔ "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

حضرت بحرالعلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ

اہلِ دانش و اربابِ بینش کی نظر میں

حضرت بحرالعلوم مولانا محمد عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ

اہلِ دانش و اربابِ بینش کی نظر میں

• آپ کا وجود عالم کے لئے خیر و برکت ہے۔
آپ کا نقصان قوم کا نقصان ہے۔
اسلام میں آپ کو مرکزیت حاصل ہے۔
آپ کی بزرگی مسلم ہے۔
آپ میرے جد کی جگہ ہیں۔ آپ اپنے نواسوں میں شریک فرمائیں تو میرے لئے موجبِ سعادت ہے۔

حضرت پیر نجم الدین گیلانی
فرزندِ نقیب الاشراف بارگاہِ غوث الاعظم

★ مولوی نصیر الدین ہاشمی تحریر کرتے ہیں :۔

محی الدولہ کے پوتے شاہ فضل اللہ کو آصفجاہ رابع نے عدالت العالیہ کا پہلا میر مجلس بنایا تھا ۔ شاہ فضل اللہ کے فرزند شاہ عبدالقادر بھی قضایائے عروب کے پہلے ناظم تھے ۔ ان ہی شاہ عبدالقادر کے فرزند مولانا عبدالقدیر صدیقی ہیں ۔ مولانا کی پیدائش حیدرآباد میں ۲۷ / رجب ۱۲۸۸ھ میں ہوئی ۔

۔ مدرسہ عربی کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز ہوا اور جامعہ عثمانیہ کے صدرِ شعبہ دینیات کی حیثیت سے وظیفہ حُسنِ خدمت حاصل فرمایا "۔

آپ کی اعلیٰ قابلیت اور انتظامی صلاحیت کے باعث مدرسہ دار العلوم کی اصلاحی کمیٹیوں میں آپ کو شریک کیا جاتا رہا ۔ چنانچہ مولانا شبلی کی صدارت میں نصاب اور اصلاحِ تعلیم کیلئے جو کمیٹی حکومت نے مقرر کی تھی اس میں خصوصیت سے آپ کو شریک کیا گیا تھا ۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱ھ)

★ مولوی حافظ محمد مظہر صاحب نائبِ صدر حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرس لکھتے ہیں :۔

" آپ کی ذہانت اور محنت کے خود اساتذہ معترف تھے ۔ ادب ، معقول و منقول میں آپ کا پلہ علم بڑا ہی بلند و بالا ہے ۔ علم کو علم کے لحاظ سے حاصل کیا ۔ علم ہی کی خدمت میں اپنی عمر گزار دی ۔ ہندوستان بلکہ دنیائے اسلام کے جید اور ہمہ دان علماء میں آپ کا شمار ہے ۔ آپ کی ذاتِ عالی علمائے حیدرآباد کے لئے قابلِ نازش ہے ۔ اور موجودہ حلقہ علماء آپ کی بزرگی و تبحر کا معترف ہے ۔ اور آپ سے مستفید ہوتا رہتا ہے "۔

(اقتباس از " دارالعلوم کے سپوت " سلسلہ مطبوعاتِ ادارہ ادبیات اردو)

★ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ لکھتے ہیں :۔

" حضرت مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ ان بزرگانِ ملت میں سے تھے جو صدیوں بعد ہی کسی ملک میں پیدا ہوتے ہیں ۔ وہ کوئی پیشہ ور صوفی نہ تھے اور نہ موجودہ عہد کے بعض نام نہاد صوفیوں کی طرح کسبِ معیشت و ثروت کی خاطر تصوف و عرفان کی طرف مائل ہوئے تھے ۔ وہ اصل میں ایک جیدّ عالم بلکہ بحرالعلوم اور علومِ دینیات کے استاذالاساتذہ تھے ۔ لیکن دنیا دار عالموں اور فاضلوں کی طرح اپنے علم و فضل سے حصولِ دولت و جاہ اور نمود و نمائش کا کام نہیں لیتے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوق اپنی طرح طرح کی حاجتوں اور تکلیفوں کا مداوا ان سے پاتی رہتی اور ان کے فیضانِ علمی و روحانی سے شاد کام و بامراد واپس جاتی تھی "۔

" ان کے علم و یقین کا اعتراف اور تصنیفات و تالیفات کا کام اس وقت شروع ہوچکا تھا جب کہ میں ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا ۔ چنانچہ میں نے اپنی ایک کتاب " داستانِ ادبِ حیدرآباد " میں ان کا ذکر ایک ایسے دور کے ادیبوں میں کیا تھا ، جس کا کوئی ادیب و شاعر اس وقت زندہ نہیں تھا ۔ اس وقت پہلے پہل مجھے شبہ تھا کہ یہ وہی عبدالقدیر ہیں یا کوئی دوسرے ، اور جب یقین ہوگیا کہ یہ وہی ہیں تو اردو کے دو پرانے اربابِ قلم شاہ میراں جی شمس العشاق بیجاپوری اور ملا وجہی کی عمر اور تالیفات کے طویل دور کے بارے میں میرا شبہ دور ہوگیا "۔

" ایک بار دیکھا کہ مولانا اپنے قدیم مکان واقع محلہ رکاب گنج کے صحن میں ہنوٹ کے کرتب دکھا رہے ہیں اور شہر کے بڑے بڑے پہلوان اور ماہرِ فن دادِ تحسین و آفرین دے رہے ہیں ۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کا سنِ شریف ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکا تھا ۔ مگر چال کی پھرتی اور داؤ پیچ کی چالاکی سے بالکل نوجوان معلوم ہوتے تھے "۔

" مولانا استاذ الاساتذہ ہونے کے باوجود کم عمر اور کم سواد بچوں کی تعلیم کو اپنے لئے کسرِ شان یا تضیعِ اوقات نہیں سمجھتے تھے ۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مصروف تھا "۔

" سالگرہ کے موقع پر چند سالوں سے میں التزام کے ساتھ شریک رہتا تھا ۔ ایسی دھوم دھام اور تزک و احتشام کی تقریب شاید ہی بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی کہیں نصیب ہو ۔ مولانا کے جملہ مرید اور معتقد پھولوں کے ہار پیش کرتے اور اُن کا ایک انبار جمع ہو جاتا تھا اور مولانا اپنے خاص خاص احباب اور معتقدین کو اپنے دستِ مبارک سے یہ ہار تقسیم فرماتے ۔ یہ اعزاز مجھے اور سید تقی الدین (فرزند) کو بھی بارہا حاصل ہو چکا ہے "۔ (ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱ ھ)

★ مولانا حسن نظامی دہلوی نے اپنے قیام حیدرآباد کے زمانے میں حضرت کا تذکرہ آنے پر فرمایا ۔

" کیا مولوی ۔ مولوی ؛ وہ تو مولوی گر ہیں ان کے پاس تو مولوی ڈھل ڈھل کر نکلتے ہیں "۔

قائدِ ملّت نواب بہادر یار جنگ نے اپنی تقریر میں حضرت کے تعلق سے کہا ۔

" یہ وہ آدمی ہے جن کے بعد اگر تم روتے روتے موسیٰ ندی بھی بہا ڈالو تو ایسا آدمی پیدا نہیں ہو سکتا "۔

★ مولوی عبدالواحد اویسی صدرِ کل ہند مجلس اتحاد المسلمین نے کہا ۔

" میں اپنی زندگی میں جس شمع سے اکتسابِ نور کرتا رہا ہوں وہ شمع مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرت تھی جو آج بجھ گئی ۔ لیکن جس نور نے میرے دل و دماغ کو جِلا دی ہے وہ بہرحال مولانا مرحوم ہی کا عطیہ ہے ۔ اور اس اعتبار سے مولانا اپنی طبعی موت کے باوجود میرے لئے زندہ جاوید ہیں "۔

★ حضرت پیر نجم الدین گیلانی فرزندِ نقیب الاشراف بارگاہِ حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت کی سالگرہ کے جشن میں ہزاروں کے مجمع میں حضرت کو مخاطب کرکے فرمایا ۔

" آپ کا وجود عالم کے لئے خیر و برکت ہے آپ کا نقصان قوم کا نقصان ہے ۔ ایسی سینکڑوں سالگرہ منانا نصیب ہو ۔ اسلام میں آپ کو مرکزیت حاصل ہے "۔

★ مولانا سید شاہ لیاقت حسین قادری ریڈر عربی جامعہ عثمانیہ لکھتے ہیں ۔

" حضرت کی فہم ، فہمِ نبوی کے تابع تھی ۔ اور عقل عقلِ رسالت سے استفادہ کرتی تھی ۔ چنانچہ ہر قول و فعل میں آپ ہمیشہ دامنِ رسالت میں پناہ لیتے تھے ۔ کلام مطابقِ حدیثِ نبوی ہوتا جو عینِ منشاء قرآن ہوتا ہے "۔

" آپ کے پاس آنے والا لذتِ حال و مسرتِ حضوری محسوس کرتا تھا ۔ آپ کی صحبت میں بیٹھنے والا خدائے بزرگ و برتر کی معیت و قربت کی نعمت سے سرفراز ہوتا تھا "۔

" حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اہل اللہ کون ہیں ؟ ارشاد فرمایا ۔ جس کی صورت دیکھ کر اللہ یاد آجائے "۔

ہزاروں گواہی دیں گے کہ آپ کی صورت دیکھنے سے اللہ یاد آتا تھا۔ آپ کا قال بھی اللہ تھا۔ آپ کا حال بھی اللہ ہی اللہ تھا"۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱)

★ حافظ مولانا حامد صدیقی لکھتے ہیں :۔

" بحر العلوم، امامِ وقت، مجتہدِ ملت، عارفِ ربانی و واصلِ یزدانی صاحبِ استغراق و فنائیت حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبدالقدیر صدیقی القادری حضرت کس مرتبہ کے بزرگ اور کس پائے کے ولی ہیں یہ تو کوئی عارف یا ولی ہی بتلا سکتا ہے اپنے کو تو اس کوچہ کی ہوا بھی نہیں لگی"۔

" اپنی اس زندگی میں اللہ والے متعدد دیکھے ہیں مگر ارشاد و مسند نشینی کا حقدار اپنے تجربہ میں جیسا حضرت مولانا حضرت کو پایا کسی اور کو نہ پایا۔ ع

عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

یوں تو اس اطراف میں بہت سے بزرگ صورت، درویش نما عالم، خرقہ پوش و عمامہ بند نظر سے گزرے ہیں مگر اپنی نظر میں کوئی جچا ہی نہیں۔ بمصداق

ایک صورت ہے لاکھوں ہزاروں میں

" ہندوستان کے ایک بہت بڑے مایہ ناز علامہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نے خود مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ " ہمارے حضرت قبلہ حیدرآباد کے سب سے بڑے صوفی اور ربطِ خاص رکھنے والے بزرگ ہیں۔ مولانا نے فرمایا " بھئی اس زمانے میں حیدرآباد ہی نہیں بلکہ دور دور ایسا آدمی جس سے راز و نیاز کی بات معلوم ہوسکے ہمارے حضرت قبلہ کے سوا کوئی اور نظر نہیں آیا"۔ (ماخوذ از ماہنامہ القدیر)

★ شیخ الاسلام مولانا سید محمد بادشاہ حسینی قادری معتمد صدر مجلس علمائے دکن لکھتے ہیں :۔

" حق یہ ہے کہ بحر العلوم، تاج العلماء، سیدی و سندی و استاذی اخی محترم حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبدالقدیر صدیقی القادری کا وجودِ باجود آیۃ من آیات اللّٰہ و رحمۃ اللّٰہ کا نمونہ ہے۔ حضرت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ حضرت ممدوح ادام اللہ فیوضہ کیا ہیں اور کس مرتبہ پر فائز ہیں اس کو ہر شخص اپنے حسبِ استعداد سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

قرن ہا باید کہ یک صاحب دلے پیدا شود

اس فقیر کو ۱۳۳۰ھ نبوی سے ۱۳۸۱ھ تک تقریباً پچاس سال حضرتِ اقدس کی صحبتِ بابرکت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ہم عصر علمائے کرام حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب حاضر ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ ابھی دریائے علم کے یہ ابتدائی شناور ہیں جو دریا کے کنارے کھیل رہے ہیں"۔ (ماخوذ از ماہنامہ القدیر)

جناب محمد فاروق صاحب سابق ناظم بلدیہ لکھتے ہیں :۔

" حضرت قبلہ کے پاس ان کے وصال سے تین دن پہلے، جمعہ کی صبح حاضر ہوا تھا۔ بحمداللہ دست بوسی کا موقع ملا اور سلام بھی قبول ہوا۔ سب سے بڑھ کر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حضرت قبلہ نے اپنے اندازِ خاص میں مجھ کو نگاہِ کرم سے دیکھ لیا۔ یہ نگاہ کرم!

" قربانِ نگاہِ تو شوم باز نگاہے " کی مصداق ہے " آخر میں حضرت قبلہ کے شاگرد ، ہمدمی اور رفیقِ سفر مولانا الیاس برنی کے چند الفاظ کا اعادہ کرتا ہوں ۔

" جب ہم دمشق پہنچے تو بہت سوں نے ہم سے کہا کہ علامہ بدرالدین سے ضرور ملیں جو لاتے بڑے ذی اثر پیر اور عالم تھے کہ فرانسیسی گورنر تک ان سے ملاقات کے لئے جایا کرتا تھا ۔ دل میں خطرہ آیا پہلے وہ ملے تو ہم ملیں گے ۔ روانگی سے دو روز پہلے ہم کہیں جا رہے تھے ۔ اچانک راستہ میں علامہ بدر الدین سے ملاقات ہوگئی ۔ بغلگیر ہوگئے ۔ ہمارے معلم نے ہماری شرط بیان کی تو آبدیدہ ہوگئے اور ملاقات پر شکریہ ادا کیا ۔ اس کے بعد ہم جاکر حضرت سے ملے اور اپنے رفیقِ خاص علامہ عبدالقدیر صدیقی صاحب کو بھی ملایا ۔ حضرت (بدرالدین) ان کی (حضرت عبدالقدیر کی) علمیت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ باہر چل کر اپنے مریدوں میں اعلان کر دیا کہ دمشق میں علم کا آفتاب طلوع ہوا ہے ۔ اپنی تصنیف و تالیف کے متعلق مشورے کرلو ۔ ورنہ ناقدری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اچھے بندوں کو دمشق نہیں بھیجے گا " ۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱)

★ ڈاکٹر غلام دستگیر رشید پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی لکھتے ہیں ۔

" اللہ اللہ کیسی نیک ساعت تھی کہ عثمانیہ یونیورسٹی میں داخلہ ملا اور دل کی تمنا بر آئی ۔ جب تعلیم کے باضابطہ اوقات سے فرصت ملتی تو آل سینٹس چرچ کے قریب کی منزل میں جو اس وقت دینیات منزل کے نام سے موسوم تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتِ مبارک میں حاضری ہوتی ۔ علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب جمع ہوتے ۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی سے خاص ربط تھا ۔ پھر حضرت الیاس برنی صاحب کی صحبتِ بابرکت کی اجازت ملی ۔ دونوں کو حضرت علامہ عبدالقدیر صدیقی سے نسبتِ خاص تھی ۔ مولانا حسرت شعبہ کے صدر بھی تھے ۔ وہ دونوں حضرات (مولانا مناظر و مولانا الیاس) حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے فیضانِ علم و معرفت کے لئے رجوع کرتے ۔ اس لئے بھی کثرت سے اِس بحرالعلوم کے کنارہ پر سیر کا موقع نصیب ہوتا ۔ یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان کا ایک عالم پیش نظر ہوتا " ۔

" تقابلی نسبت اور تناسب کا احساس نہایت اہم شرطِ کمال ہے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مجتہد محدث تھے ۔ آپ کو روایت کے علاوہ درایت پر بھی کافی عبور تھا ۔ آپ کی کتاب " معیار الکلام " اصولِ علم کا ایک آئینہ ہے ۔ مولانا عبدالباری صاحب ندوی علمائے کرام کی جماعت میں فلسفۂ جدید کے خاص ماہر پروفیسر اور مترجم تھے ۔ تجدیدِ تصوف مسلوک کے مؤلف کی حیثیت سے بھی اہلِ نسبت کے حلقہ میں مشہور و معروف ہیں ۔ وہ نہایت نکتہ سنج و نکتہ چیں نقاد بھی ہیں ۔ ایک بار فرمایا کہ " میں نے علماء کی جماعت میں غیر معمولی جامعیت کے چند اصحاب دیکھے ہیں ۔ ان میں حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالقدیر صدیقی صاحب ہیں ۔ فلسفہ و تصوف کے علمی مسائل پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں خاص گفتگو رہتی ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات میں پچھلے اکابرِ علم اور علمائے ربانیین کے فیضِ علوم کا جوہرِ جامع جمع ہوگیا تھا ۔ فرمایا کرتے تھے " میں شیخ ابن عربی ، حضرت جیلی اور شاہ ولی اللہ کا شاگرد ہوں " اس خصوصیت پر " حکمتِ اسلامیہ " اور ترجمہ و شرح فصوص الحکم ، کھلی ہوئی دلیلیں ہیں ۔ ظاہری اختلاف میں توفیق و تطبیق کا ملکہ راسخ العلم ہونے کی بڑی نشانی ہے ۔ حضرت قرآن و حدیث اور خود فقہ میں

مختلف مجتہدانہ قیاسات میں توفیق و تطبیق کی شکلیں سمجھاتے جس سے ارشادِ نبوی کی تصدیق ہوتی کہ امت کا اختلاف رحمت ہے ۔ اسی طرح حکمت و تصوف میں اصطلاحات کا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ کہیں ایک ہی اصطلاح کے مختلف مفاہیم و مراد ہیں ان کو نہ سمجھنے سے بڑے پیچ پڑتے ہیں ۔ حضرت کی تشریح اور توجیہہ سے کئی پیچ حل ہوجاتے ۔ اس علمی کمال کے باوجود دوسرے صاحبِ علم یا عمر کے بزرگوں کی بڑی تعظیم فرماتے تھے ۔ علم کی وسعت کے ساتھ ساتھ ظرف کی وسعت اور نظر کی گہرائی پائی جاتی تھی ۔ کسی ایک مسلکِ فقہی اور مشرب میں حق کو مقید اور محدود نہیں سمجھتے تھے ۔ کسی نیکی یا عبادت کے ترک کرنے کے مقابل کسی امام یا مجتہدانہ قیاس پر عمل کو مباح سمجھتے تھے ۔ اتفاقِ امت اور اتحادِ ملت کی اہمیت کو ترجیح دیتے تھے ۔ باہمی فضیلت کی نسبتوں کو نظر انداز نہ فرماتے ۔ ایک بار حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات و خدمات کے نازک موضوع پر ایک تحریری لکھ دیا ۔ صحابی ہونے کے لحاظ سے اور تدبر اور انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے امیر معاویہؓ کی خصوصیات پر تنقیدِ روایات کے ساتھ روشنی ڈالی ۔ لیکن بڑے مدلل طریق سے واضح فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے مقابل میں معرفتِ تقویٰ اور وحدتِ امت کا ولولہ اور حقِ خلافت کا مرتبہ کس قدر بلند تھا ۔ سارے اہلِ فکر سامعین نے عالمانہ توازن اور علمی طرزِ بیان کی داد دی " ۔

" مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم محقق جب کبھی ملتے ، حضرت کی روحانی عظمت کے قائل ہوتے ۔ مشہور ماہرِ لسانیات پروفیسر بسنت کمار بکرجی صدر قانون ساز کونسل بنگال ، محترم جناب خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثارِ قدیمہ کے ساتھ حضرت سے ملاقات و تبادلہ خیالات سے مشرف ہوئے ۔ یہاں سے جاکر حضرت کی روحانی عظمت کے اعتراف میں ایک پُر اثر خط خواجہ صاحب کو لکھا ۔ جسے میں نے بھی پڑھا ۔ آخری جو گفتگو حضرت نے فرمائی وہ حقیقتِ محمدیؐ کے ایک خاص پہلو پر تھی ۔ اس کی بصیرت افروزی کا بیان ممکن نہیں " ۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۳ھ)

★ پروفیسر الیاس برنی صدرِ شعبہ معاشیات و سابق مجلس عثمانیہ یونیورسٹی نے حضرت کا سراپا اس طرح کھینچا ہے ۔

" رنگ گندمی ، نقشہ بھاری ، کشادہ پیشانی ، آنکھیں بڑی ، خوب نورانی ، میانہ قد ، جسم دیوڑھا ، ورزشی سڈول ، سینہ چوڑا ، کلائی گول ۔ قوت میں اچھے اچھے لوہا مانیں ۔ پنجہ لڑاؤ ، پنجہ فولاد ۔ کشتی لڑو تو بڑے استاد ۔ فنِ بنوٹ میں ماہر ، لٹھ ، چھڑی ، خنجر ، تلوار سب ہتھیاروں میں ہوشیار ۔ بخوشی سکھانے تیار ۔ پانی کے تیراک ۔ گھوڑے کے سوار ، بندوق کے نشانہ باز ۔ غرض کہ پکے مجاہد ۔ محبت شفقت دیکھ کر بوڑھے جوان سب دوست بن جائیں ، حسبِ حیثیت فیض پائیں ۔ عمر دیکھو تو بڑھاپا صحت دیکھو تو جوانی ، طبیعت دیکھو تو بچپن ۔ دل دیکھو تو سب کچھ پھر کچھ نہیں ۔ ہر رنگ میں بے رنگ ۔ تاہم بڑھاپا زور چلاتا ہے ۔ تو یورک ایسڈ بڑھ جاتا ہے ۔ کمر میں گھٹنوں میں درد ہوجاتا ہے ۔ پھر رفع ہوجاتا ہے ۔ یورک ایسڈ توانا تندرست کو بھی ستاتا ہے " ۔

" حضرت کو شاعری کا فطری ذوق ہے ۔ پھر موسیقی کی بھی لطیف چاشنی سونے پر سہاگہ ۔ حسرت تخلص ہے ۔ عربی ، فارسی ، اردو ، ہندی ، چاروں زبانوں میں شاعری چلتی ہے اور ہر زبان کا وہ رنگ کہ اہلِ زبان داد دیں ۔ خاص کر عرب ممالک میں جو اہلِ ذوق حضرات آپ کا عربی کلام سنتے سر دُھنتے تھے ۔ اردو کلام دیکھئے سادگی اور سلاست میں فصاحت و بلاغت گھول رہی ہے ۔ کلام ایسا پُراثر پُرکیف کہ سنتے ہی دل میں اتر جائے ۔ زبان پر چڑھ جائے ۔ جو کلام شائع ہوچکا ہے اپنے کمال کا خود شاہد ہے ۔ نثر میں بھی عربی کی

وہی کیفیت ہے ۔ اہلِ زبان کی ادبیت ہے ۔ اردو زبان کا جو مجموعہ شائع ہوا ہے اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ معنیٰ کی رفعت و لطافت اور عبارت کی شگفتگی و سلاست یہ خوبیاں نثر میں کس طرح جمع ہوتی ہیں "۔

• حضرت حافظ تو نہیں کہ پورا قرآن کریم زبانی یاد ہو ۔ البتہ مقامات بہت سے یاد ہیں ۔ لیکن قاری ضرور ہیں ۔ اور بہت پختہ قاری ہیں ۔ فنِ قراءت پر علمی اور عملی لحاظ سے خوب عبور ہے ۔ طالبین کو اس فن میں تعلیم دیتے ہیں سند دیتے ہیں ۔ خاص کر رمضانِ شریف میں قراءت کا خوب شغل رہتا ہے ۔ جو طالبِ فن ہیں استفادہ کرتے ہیں ۔ رہے دینی علوم، قرآن، حدیث، تفسیر، کلام، فقہ ان میں حضرت کا جو درجہ ہے کیا کہنے، چھوٹا منہ بڑی بات ہے "۔

(ماخوذ از صراط الحمید حصہ اول الیاس برنی)

★ جناب سید محمد صاحب ریڈر اردو عثمانیہ یونیورسٹی لکھتے ہیں ۔

• آپ کا دستِ مبارک وہ ہاتھ تھا جس کی گرفت سے طاقتور پہلوان کو بھی ہاتھ چھڑانے میں بڑی دِقت محسوس ہوتی تھی ۔ اور ہاتھ ملاتے ہی وہ آپ کی قوت وکمالِ فن کا قائل ہوجاتا تھا ۔ یہی دستِ مبارک وہ ہاتھ بھی تھا جس پر سینکڑوں نہیں ہزاروں نے بیعت کرکے راہِ ہدایت پائی ۔ یہی ہاتھ وہ ہاتھ بھی تھا جو ہزاروں دکھیاروں کے سروں پر دستِ شفقت بن کر پھرا اور ان کے دکھوں اور دردوں کے دور کرنے کا باعث ہوا "۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱)

★ پروفیسر الحاج قاری کلیم اللہ حسینی سابق صدر شعبہ فارسی عثمانیہ یونیورسٹی لکھتے ہیں ۔

• اس قحط الرجال کے زمانہ میں ایسی جامع الکمالات اور مجمع الصفات ہستی عدیم النظیر تھی "۔

(ماخوذ از ماہنامہ القدیر)

★ جناب سید احمد حسین امجد لکھتے ہیں ۔

• للہ الحمد ! حضرت حسرت ممالک اسلامیہ و ہند کی ان مغتنم ہستیوں میں ہیں جن کو علم و عمل کا جامع کہا جاسکتا ہے ۔ ایسے باعلم و عمل عارف شاعر کے کلام میں کس کو کلام ہوسکتا ہے ؟ غور سے پڑھنے والے کے لئے ہر غزل میں ایک خاص کیفیت اور ہر شعر میں ایک خاص لذت ہے "۔ (ماخوذ از کلیاتِ حسرت)

★ ڈاکٹر یوسف الدین صدرِ شعبہ مذہب و ثقافت عثمانیہ یونیورسٹی نے یونیورسٹی کے جلسہ تعزیت میں جو تقریر فرمائی تھی ۔ اس کے چند اقتباسات پیش ہیں ۔

• علامہ عبدالقدیر صدیقی کا شمار پاکستان اور ہندوستان کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے ۔ وہ ایک عالم ہی نہیں بلکہ وہ ایک بہت بڑے شاعر اور صوفی بھی تھے ۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے ۔ ان کے معتقدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ جن میں ہندو بھی ہیں، مسلمان بھی، سکھ بھی ہیں، پارسی و عیسائی بھی "۔

• اسلامیات میں ان کی حیثیت ایک امام کی تھی ۔ انہوں نے چھوٹی بڑی پچاس کتابیں لکھیں ۔ تفسیر میں انہوں نے ایک عام

فم تفسیر لکھی ہے جو چھپ چکی ہے ۔ حدیث میں انھوں نے عربی میں " الدین " نام کی کتاب تالیف کی ۔ ایک جرمن مستشرق نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے ۔ انھوں نے کوئی نئی بات تو نہ کہی لیکن پھر بھی سب کچھ لکھ دیا ہے ۔ یہ خوبیوں کا ایک انمول مجموعہ ہے ۔

اسلامی فلسفہ اور تصوف میں ان کا پایہ بہت بلند تھا ۔ انھوں نے " حکمتِ اسلامیہ " نامی ایک اچھوتی کتاب لکھی ہے اور محی الدین ابن عربی کی کتاب " فصوص الحکم " کا اردو ترجمہ اور شرح لکھی اور آج تک اس معیار کی شرح نہیں دیکھی گئی ۔

" پچپن (۵۵) سال کے بعد مسلسل دس سال تک وہ عثمانیہ یونیورسٹی میں تعلیم دیتے رہے ۔ اور عثمانیہ یونیورسٹی کی ہر جہتی ترقی سے دلچسپی لیتے رہے اور پینسٹھ سال کی عمر میں وظیفۂ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہوئے لیکن پینسٹھ سال سے چورانوے (۹۴) سال تک گھر پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور وہ پیدائشی معلم تھے ۔ وہ میرے استاد تھے ۔ میرے والدِ مرحوم کے بھی استاد تھے اور میرے دادا مرحوم کے چھوٹے بھائی کے ہم درس تھے " ۔

" مرنے سے چند روز قبل خود مولانا نے یاد فرمایا ۔ ایک دن سرِ شام گیا ۔ اتفاق سے مولانا کا صبح میں آپریشن ہوا تھا ۔ مریدوں نے روکا لیکن مولانا نے فوراً پاس بلالیا ۔ پھر کرسی سے اٹھ کر اپنے پلنگ پر بیٹھنے کے لئے کہا اور مریدوں سے مخاطب ہوکر کہا " تم اسے روکتے ہو ، یوسف میرا شاگرد ہے ، اس کا والد قادر مرتضیٰ حسین مرحوم میرا شاگرد تھا ۔ اس کا دادا بھی میرا ہم درس تھا ۔ اس کے بہت سے رشتہ دار بھی میرے شاگرد ہیں ۔ آج یوسف کالج میں میری کرسی پر بیٹھا ہے " ۔ اور میں اپنی بے بضاعتی پر زمین میں گڑا جارہا ہوں ۔ پھر مولانا مرحوم نے میرے تحقیقاتی کام سے متعلق دریافت فرمایا ۔ میں نے کہا " آج کل میں عبدالرزاق ابن ہمام الصنعانی الیمانی (۱۲۶ تا ۲۱۱ ھ) کی تفسیر اور حدیث کی کتاب ، مصنف عبدالرزاق کو ایڈیٹ کررہا ہوں ۔ مولانا نے کہا " عبدالرزاق تو بڑے پائے کے امام تھے ۔ وہ امام احمد حنبل کے استاد اور امام بخاری کے دادا استاد تھے ۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ۔ پھر کہا " تمہارے دوست محمد تاج الدین ایم ۔ اے لکچرار انگریزی بھی امریکہ جانے کے دن میرے پاس آئے تھے ۔ اور میرے مرید بھی ہوئے تھے ۔ تم انھیں لکھ دو کہ میں ان کے لئے دعاگو ہوں اور یہ بھی لکھو کہ وہاں امریکہ میں کوئی اسلام سے متعلق سوال کرے تو خوش اسلوبی سے اس کو اسلام کے متعلق معلومات بہم پہونچاؤ ۔ ذوق شوق سے علم حاصل کرو ۔ دیکھو ! میں اب اس عمر میں ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ انگریزی سیکھ رہا ہوں ۔ تم بھی اعلیٰ درجہ کی انگریزی سیکھو " ۔

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد (پیدائش سے لے کر مرجانے تک علم حاصل کرو) پر انھوں نے عمل کیا ۔ غرض شعبہ دینیات کی کرسیِ صدارت ہی نہیں بلکہ عثمانیہ یونیورسٹی بھی اُن کی ذات سے زینت پارہی ہے ۔ وہ بہت بڑے صاحبِ عرفان بھی تھے " ۔

★ ڈاکٹر عبدالحفیظ قتیل ۔ ریڈر اردو عثمانیہ یونیورسٹی لکھتے ہیں ۔

" کوہ بے ستون کو تراش کر جوئے شیر لانا بہت آسان ہے مگر ایک جاہل کو پڑھا کر عالم بنا دینا اور فاسق کو تربیت دے کر منصبِ ارشاد تک پہنچا دینا مشکل ہے ۔ ختمِ نبوت کے بعد نبوت کا کام ایسے ہی نفوسِ زکیہ انجام دیتے ہیں جن کا خون پسینہ ایک ہوکر دین کے چراغ کا تیل بنتا ہے ۔ یہی لوگ کانبیاء بنی اسرائیل ہوتے ہیں ۔ وہ اپنے زمانے میں جانشینِ رسولؐ ہوتے ہیں ۔ ان کی شخصیت خلقہ القران کا نقشِ قدم ہوتی ہے ۔ ان کا فیضِ صحبت بڑی بات ہے ۔ ان کی صورت دیکھنے سے ایمان آتا ہے ۔ سرکارؒ (حضرت عبدالقدیر) ایسے ہی جانشینِ رسول تھے " ۔

★ ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب پروفیسر انگریزی عثمانیہ یونیورسٹی و مفسر قرآن (بزبان انگریزی) لکھتے ہیں ۔

"چالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوا کہ میری پہلی ملاقات مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی ۔ اور وہ بھی کلیہ جامعہ عثمانیہ میں ان کے شریکِ کار کی حیثیت سے ۔ وہ زمانہ میرے عنفوانِ شباب کا تھا ۔ موقع اس ملاقات کا اس طرح پیدا ہوا تھا کہ اس وقت جامعہ کے شعبہ دینیات کے طلبہ کے مطالعہ کے لئے " مسٹر تھامس آرنلڈ " کی کتاب " پریچنگ آف اسلام " شریکِ نصاب کی گئی تھی ۔ اور میں اس کی تدریس پر مامور تھا ۔ اسی کتاب کے بعض نکات کی توضیح کے لئے مجھے مولانا سے تبادلہ خیال کرنا پڑا ۔ اور مولانا کے متکلمانہ انداز سے میری دلچسپی کی یہ ابتداء تھی " ۔

میرے والد کا انتقال ۱۹۲۵ء کے اواخر میں ہوا ۔ مولانا سے آخری ملاقات میں انھوں نے فرمایا تھا کہ " مولانا میں جسدِ خاکی چھوڑ رہا ہوں لیکن خوش ہوں کہ میرے بچے یعنی خود مجھے اچھی صحبت میں چھوڑ رہا ہوں ۔ مجھے مولانا کی یہ صحبت چالیس سال سے زیادہ حاصل رہی ۔ جو لوگ ہم دونوں کے باہمی تعلقات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہم میں محبت و خلوص کا رشتہ کس قدر مستحکم تھا ۔ میری ملاقات مولانا سے صرف اس وقت ہوا کرتی جب کہ خود مجھے علومِ اسلامیہ کے کسی مسئلہ کے متعلق ان سے تبادلہ خیال کرنا ہوتا ، یا کسی ذریعہ سے مجھے یہ اطلاع مل جاتی کہ مولانا کسی وجہ سے کبیدہ خاطر ہیں اور مجھے یہ کہہ کر لے چلتے کہ شاید آپ کے چلے آنے سے حضرت کے دل میں بشاشت آجائے " ۔

" آہ یہ خیال کہ وہ ہمیں چھوڑ گئے ایک ابتلائے عظیم ہے

بریز ، اے ہجر خونم ، چند سوزی جانِ من بے اُو
مرا صد بار مردن بہ کہ یکدم زیستن بے اُو

" مگر نہیں مجھے تو اب بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ موجود اور قریب ہیں ۔ ان کے علم و فضل کے متعلق صرف اتنا کہوں گا کہ زندگی نے مجھے بہت سارے مواقع عطا کئے کہ میں اپنے زمانے کی فاضل ترین شخصیتوں سے ملا ، اور ان کے علم و فضل اور ان کی قدر و قیمت کا اندازہ کرسکا لیکن کسی پس و پیش کے بغیر میں یہ کہوں گا کہ مولانا سے کسی موضوع پر بھی بحث کے دوران مجھے وہ خوشی حاصل ہوتی تھی جو کسی اور کی صحبت میں ، میں نے ایسی خوشی کبھی نہیں محسوس کی ۔ ان کی شخصیت ایسی جامع واقع ہوئی تھی کہ سخت سے سخت توہم پرست کو بھی اس کے جذبات کو مجروح کئے بغیر حقائق سے روشناس کردیتے ۔ ساتھ ہی جدید طرز کے منکرین و محققین کو بھی کسی مسئلہ میں اپنے خاص اندازِ تفہیم سے مطمئن فرمادیتے تھے ۔

ان کا ذہن متوازن تھا اور انھیں ہر وقت طیبۃ القلب مع اللہ نصیب تھی ۔ ان صفات کی تجلی کا مشاہدہ ان کی ہر چھوٹی بڑی تصنیف میں ہوسکتا ہے ۔ اور خصوصیت کے ساتھ ان کی تفسیر میں ۔ اگر کسی کو ان کے علمِ لدنی کا حال معلوم کرنا ہو تو وہ اُن کے اُس اردو ترجمہ و تشریح کو دیکھ لے جو حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب " فصوص الحکم " کا ترجمہ و تشریح ہے ۔

فرد کی حیثیت سے ان میں وہ تمام صفتیں موجود تھیں جو قرآنِ حکیم نے صالحین کے لئے بیان فرمائی ہیں ۔

جو خلوص ان کی ذات سے تھا وہ شاید ہی اُس حد تک کسی اور کو حاصل ہو اور اسی وجہ سے ان کی روح کی پاکی کا کچھ اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہ ان افراد میں سے تھے کہ جب ان کا کام دنیا میں ختم ہوجاتا ہے تو قبر کے اس پار سے انھیں آواز دی جاتی ہے

یا یتھا النفس المطمئنۃ ○ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ ○ فادخلی فی عبدی ○ وادخلی جنتی ○ (اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا) (الفجر)　　(ماخوذ از ماہنامہ القدیر ۱۳۸۱)

بحرالعلوم کی سالگرہ کے موقع پر اہلِ خاندان کے ساتھ لی گئی ایک یادگار تصویر

نشستوں پر بائیں سے دائیں: حضرات جعفر صادق حسینی (بھسہ) ۔ (صاحبزادگان میں سے) حسن محی الدین ۔ ابو القاسم محمد بادشاہ ۔ ابو تراب علی ۔ محمد عبدالرحیم ۔ بحرالعلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقیؒ ۔
(دامادوں میں سے) حکیم سید محمد باقر حسینی ۔ محمد انور الدین ۔ محمود عبدالصبور ۔ خواجہ ولی الدین ۔ قاضی احمد بشیر الدین فاروقی ۔

ایستادہ: بائیں سے دائیں محمد بن علی ۔ محمد عباس علمبردار ۔ محمد صدیق ۔ محمد قاسم ۔ محسن نصر اللہ ۔ حسین عطاء اللہ ۔ محمد عبدالرزاق ۔ ڈاکٹر محمد عبدالعلیم (پوتے) ۔
محمد انوار الدین ۔ محمد وقار الدین ۔ محمد امجد حسین ۔ مصطفےٰ عتیق الدین ۔ مجتبےٰ علی الدین ۔ (نواسے) محبوب پاشا ۔ موسیٰ کاظم حسینی ۔ (پڑنواسے اور پڑپوتے) ۔

خاندانی شجرے

فہرستِ اسماء

	صفحہ
بحر العلوم حضرت محمد عبدالقدیر صدیقیؒ کا سلسلۂ پدری ۔ محمد فضل اللہ صدیقی ۔ محمد حمید الدین صدیقی	۵۶۳
سراج النساء ۔ محمد بدر الدین صدیقی ۔ محمد ضیاء الدین صدیقی ۔ زینب بیگم	۵۶۴
محمد نور الدین صدیقی	۵۶۵
محمد منور الدین صدیقی ۔ افضل بیگم زوجۂ حمید الدین صدیقی	۵۶۶
حافظ محمد اکبر صدیقی	۵۶۷
مولوی غلام حسین صدیقی	۵۷۴
محمد فتح اللہ صدیقی	۵۷۸
صاحبزادیاں حضرت محمد فضل اللہ صدیقی	۵۸۰
حافظہ جمیلہ بیگم بنتِ محمد فضل اللہ صدیقی	۵۸۲
یٰسین بیگم بنتِ محمد عبدالقادر صدیقی	۵۸۴
حافظہ بیگم بنتِ محمد عبدالقادر صدیقی	۵۸۷
سید شاہ صابر حسینی	۵۸۹
حضرت بحر العلومؒ محمد عبدالقدیر صدیقی ۔ زینب بیگم ۔ محمد عبدالرحیم صدیقی	۵۹۱
خدیجہ بیگم	۵۹۴
ابوتراب علی صدیقی	۵۹۵
ابوالقاسم محمد بادشاہ صدیقی ۔ میمونہ بیگم ۔ حسین شجاع الدین صدیقی	۵۹۶
حسن محی الدین صدیقی ۔ عبدالقادر معین الدین ۔ موسیٰ عبدالرحمٰن ۔ طاہرہ بیگم ۔ احمد عبدالشکور صدیقی	۵۹۷
لطیفہ ربانی ۔ غوث محی الدین صدیقی ۔ سیدہ قطب النساء	۵۹۸
محمد عبدالمقتدر صدیقی	۵۹۹
حضرت سید پرورش علی حسینی	۶۰۱
حضرت سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ	۶۰۴
حضرت قمر النساء زوجۂ حضرت خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ کا جدی سلسلہ	۶۰۶
حضرت سید احمد علی شاہ	۶۱۳
حضرت سید شاہ محمود مکیؒ	۶۱۴
حضرت شیخ الشیوخ سید محمد عمر قادری حسینیؒ	۶۱۵
سید قاسم حسینی	۶۱۶

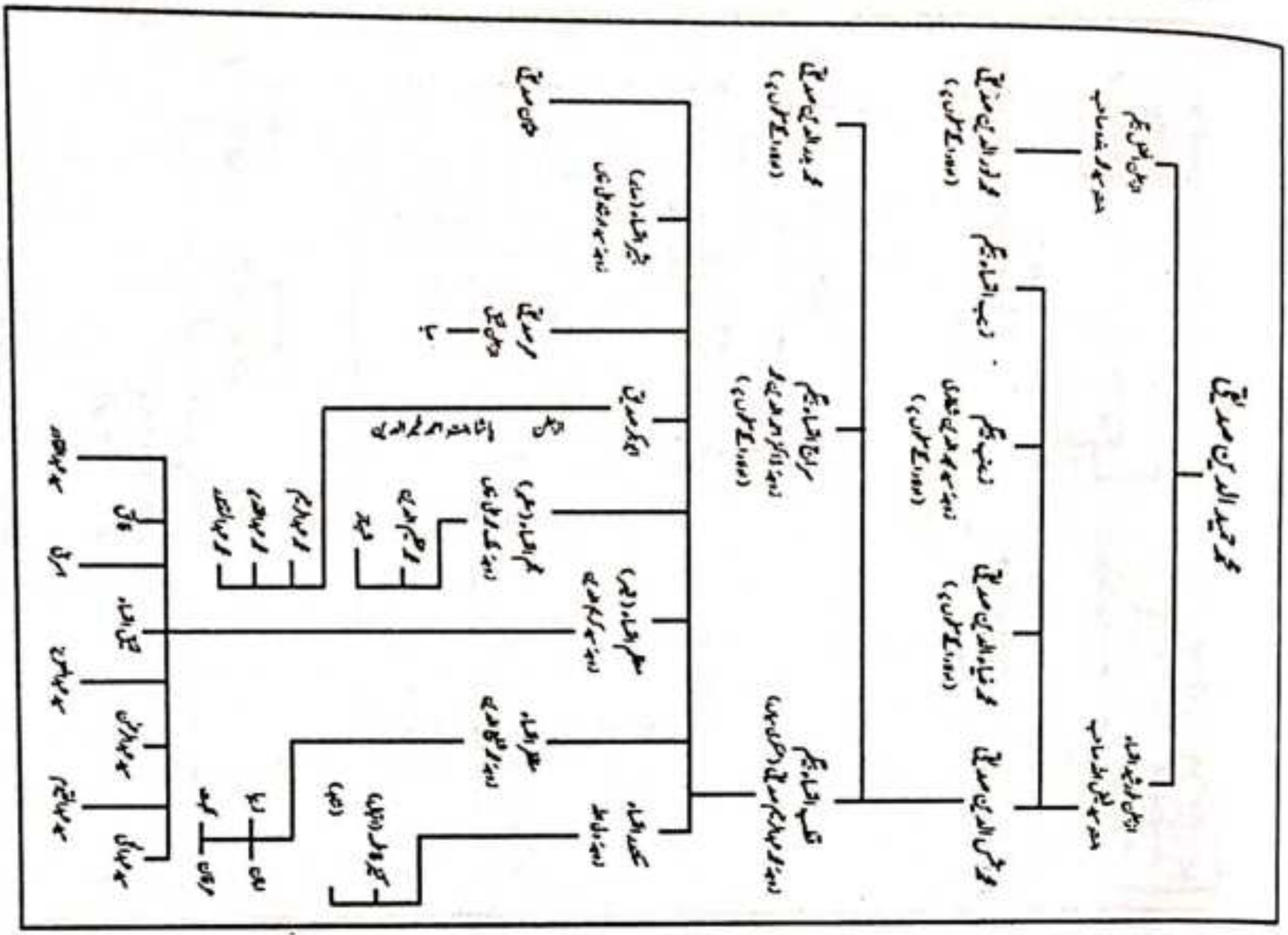

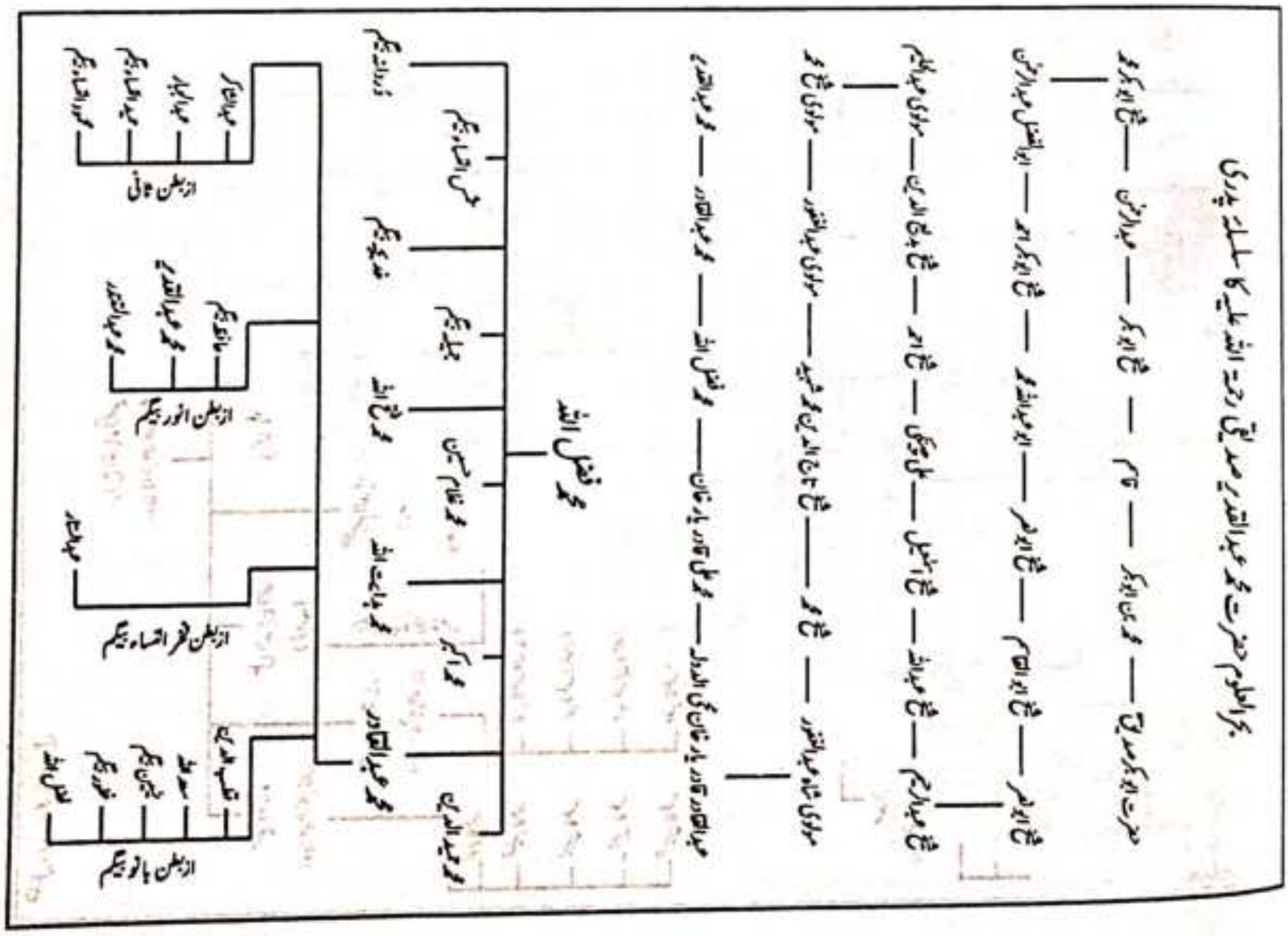

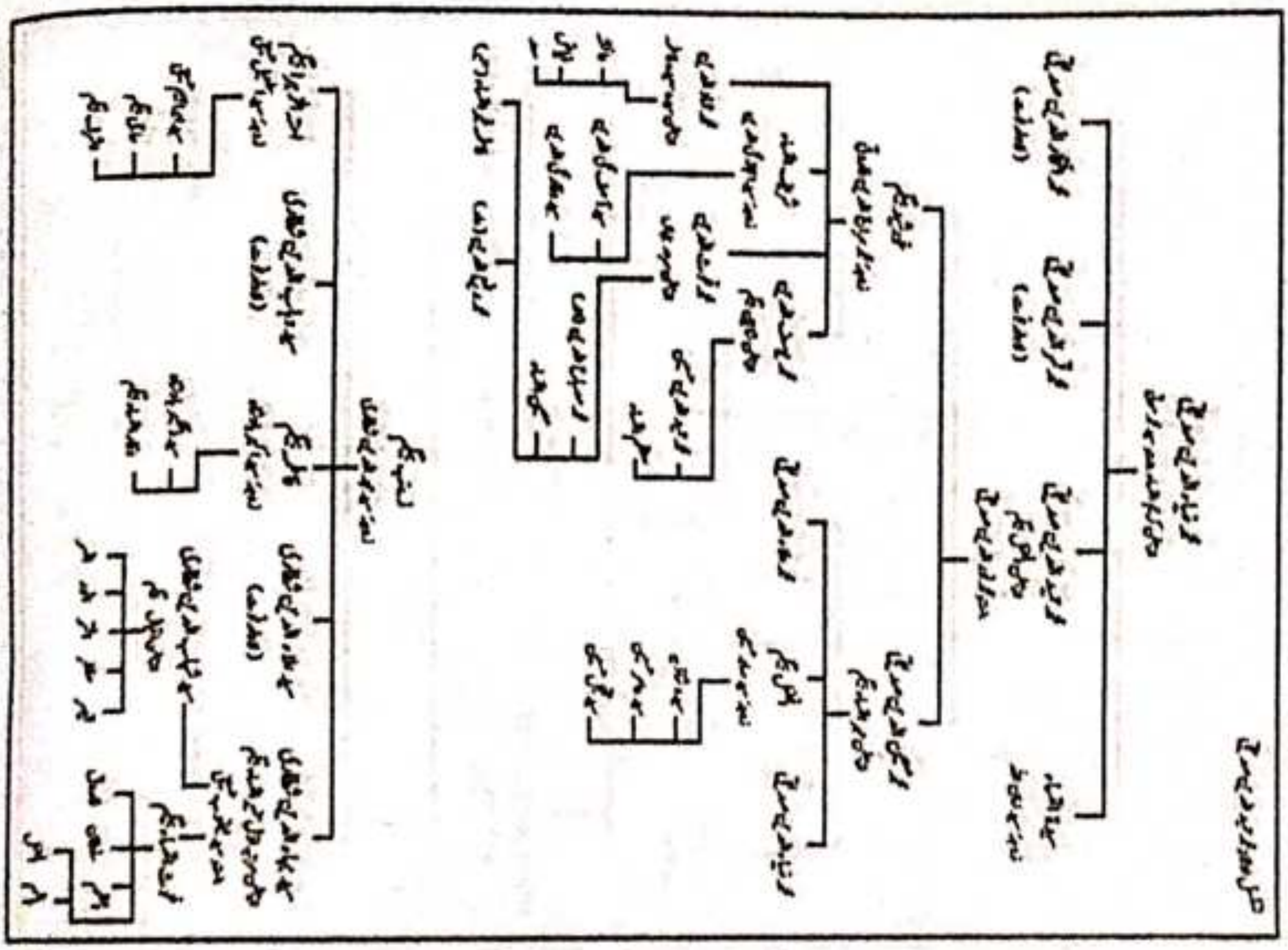

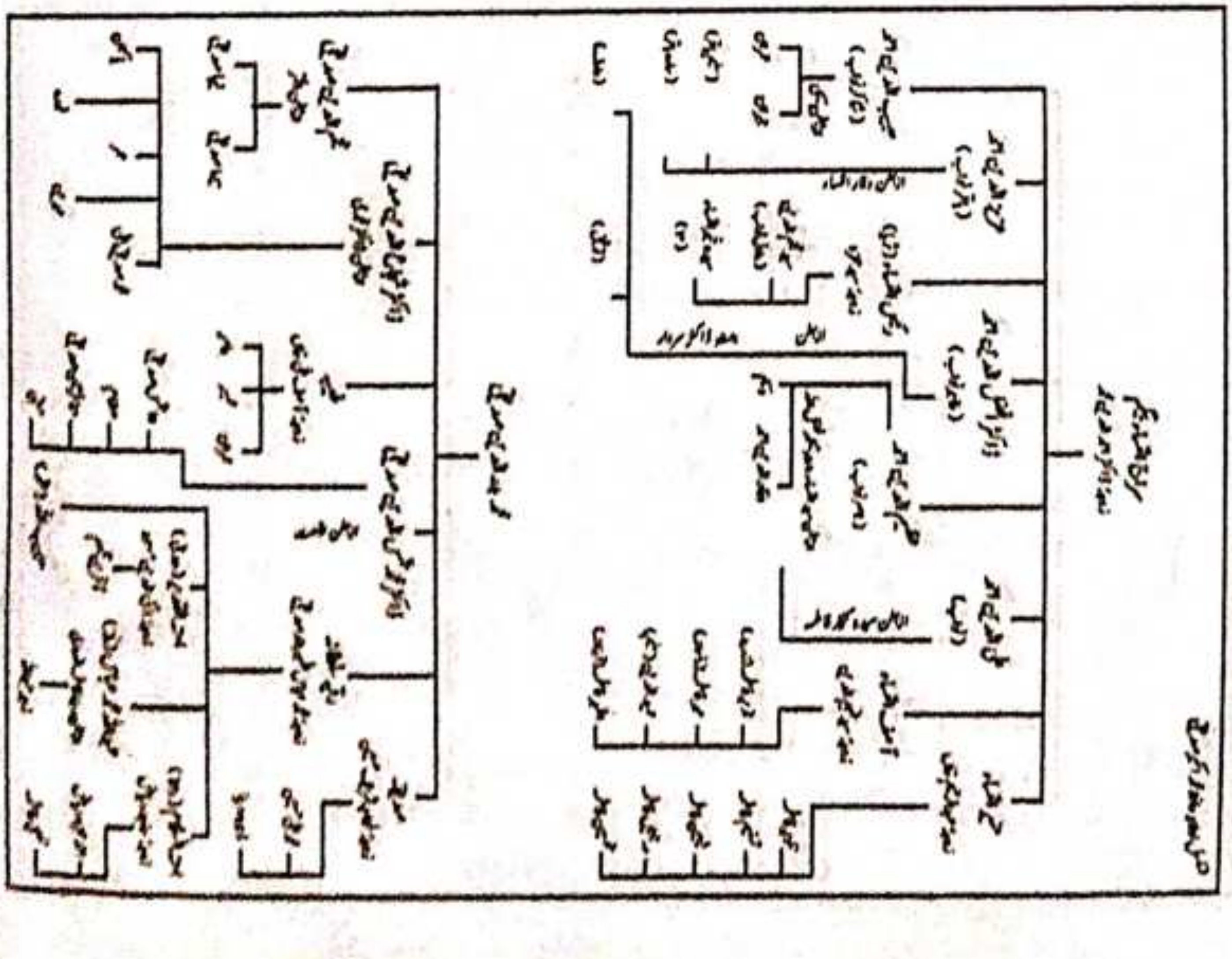

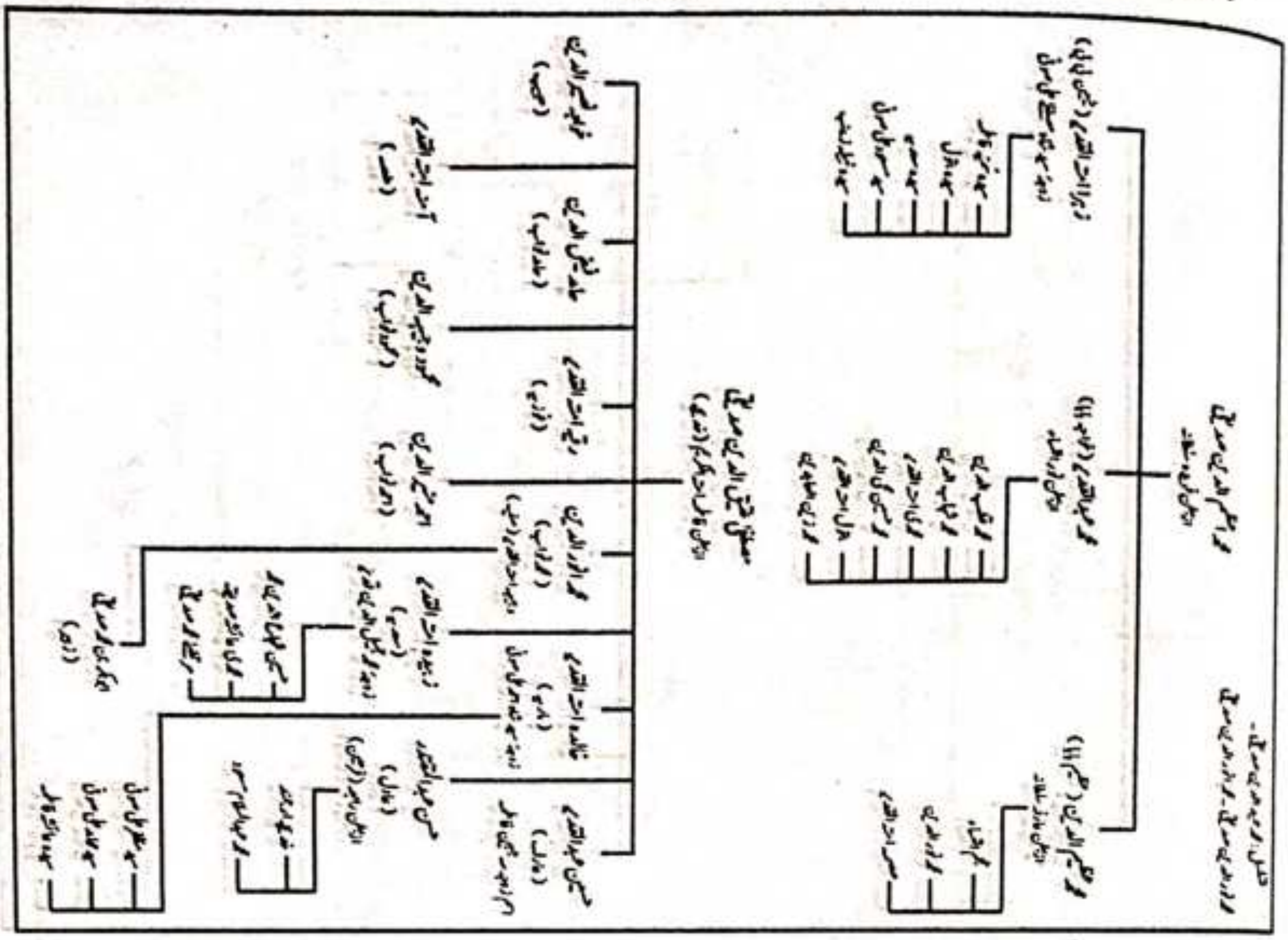

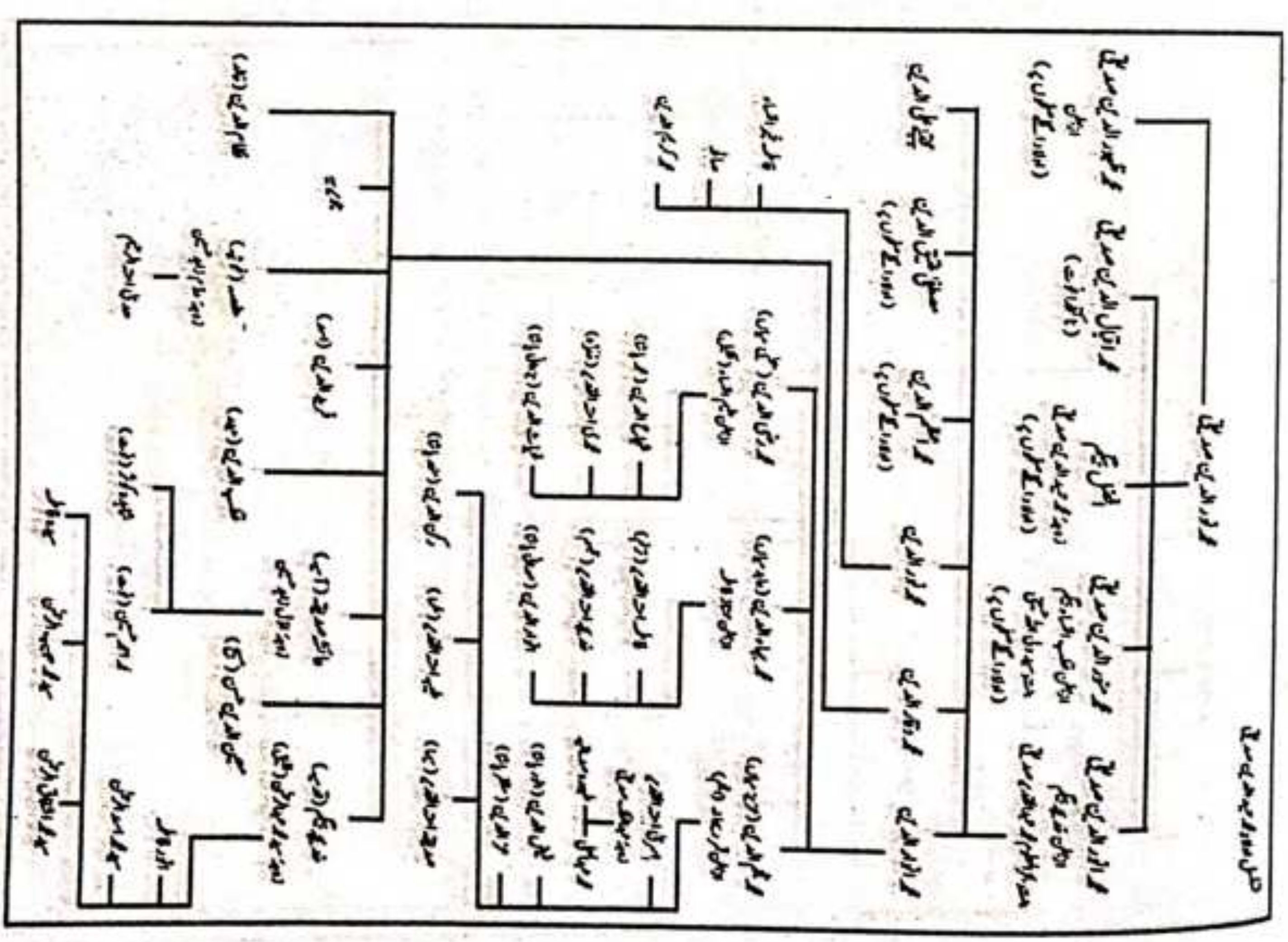

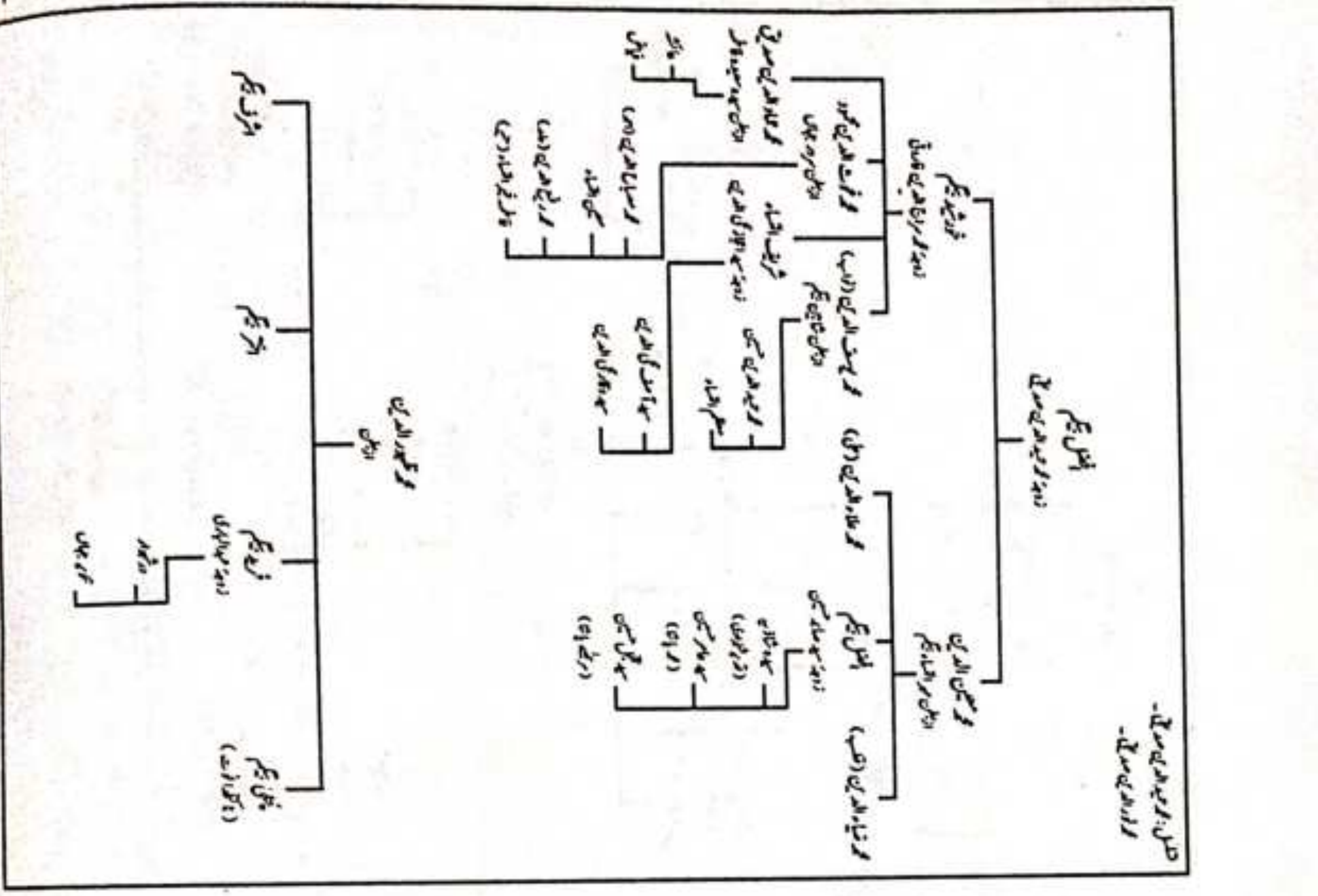

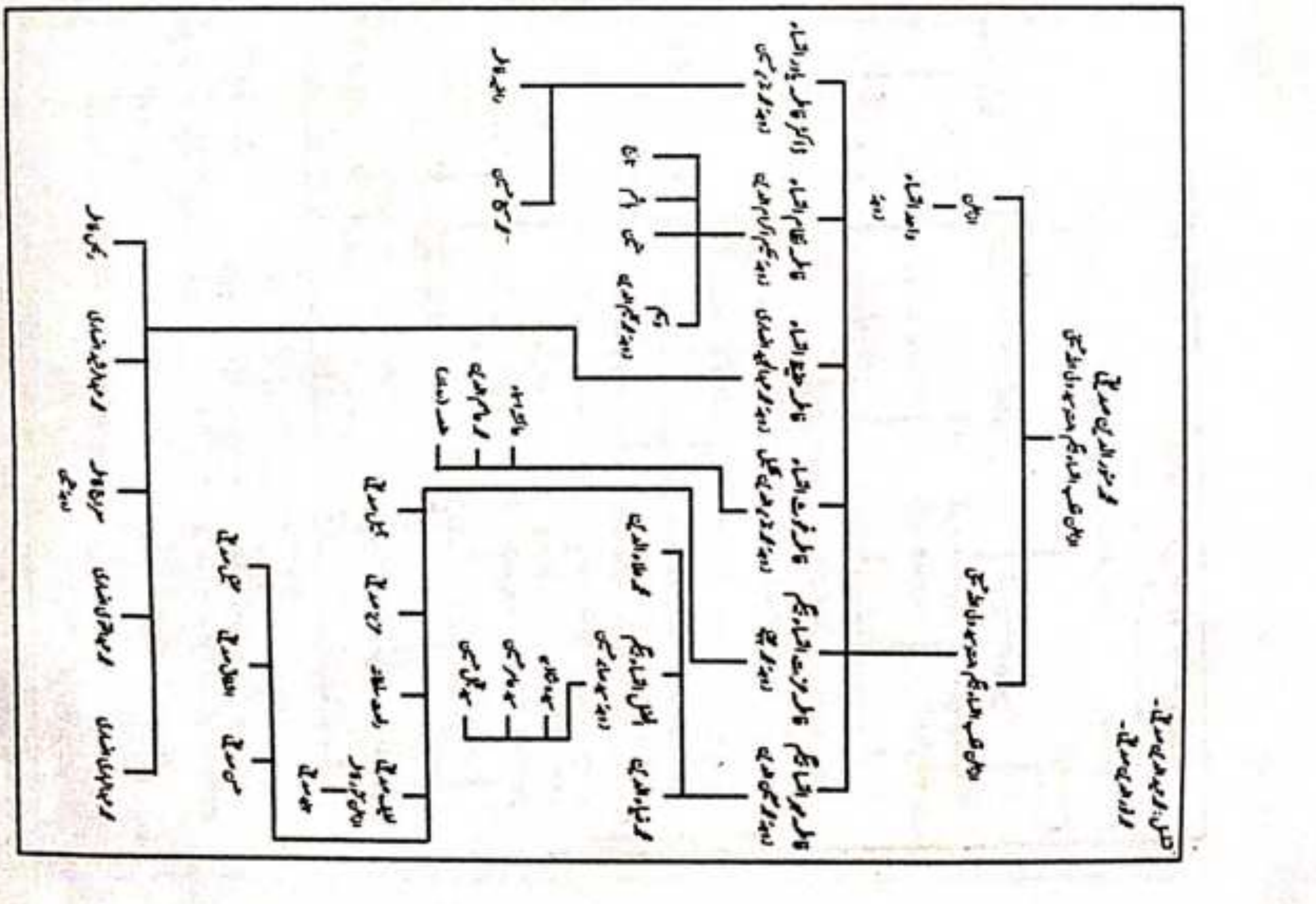

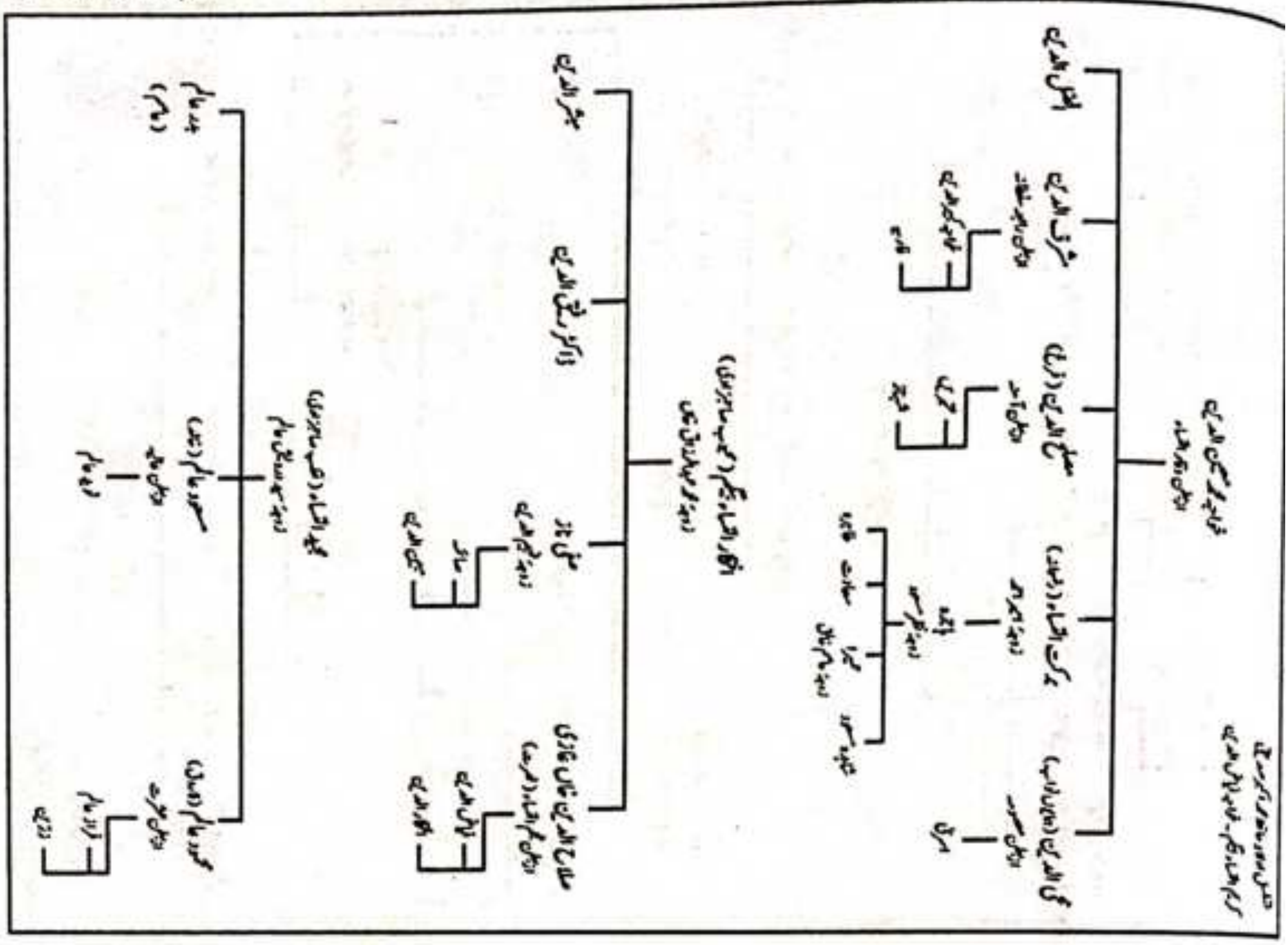

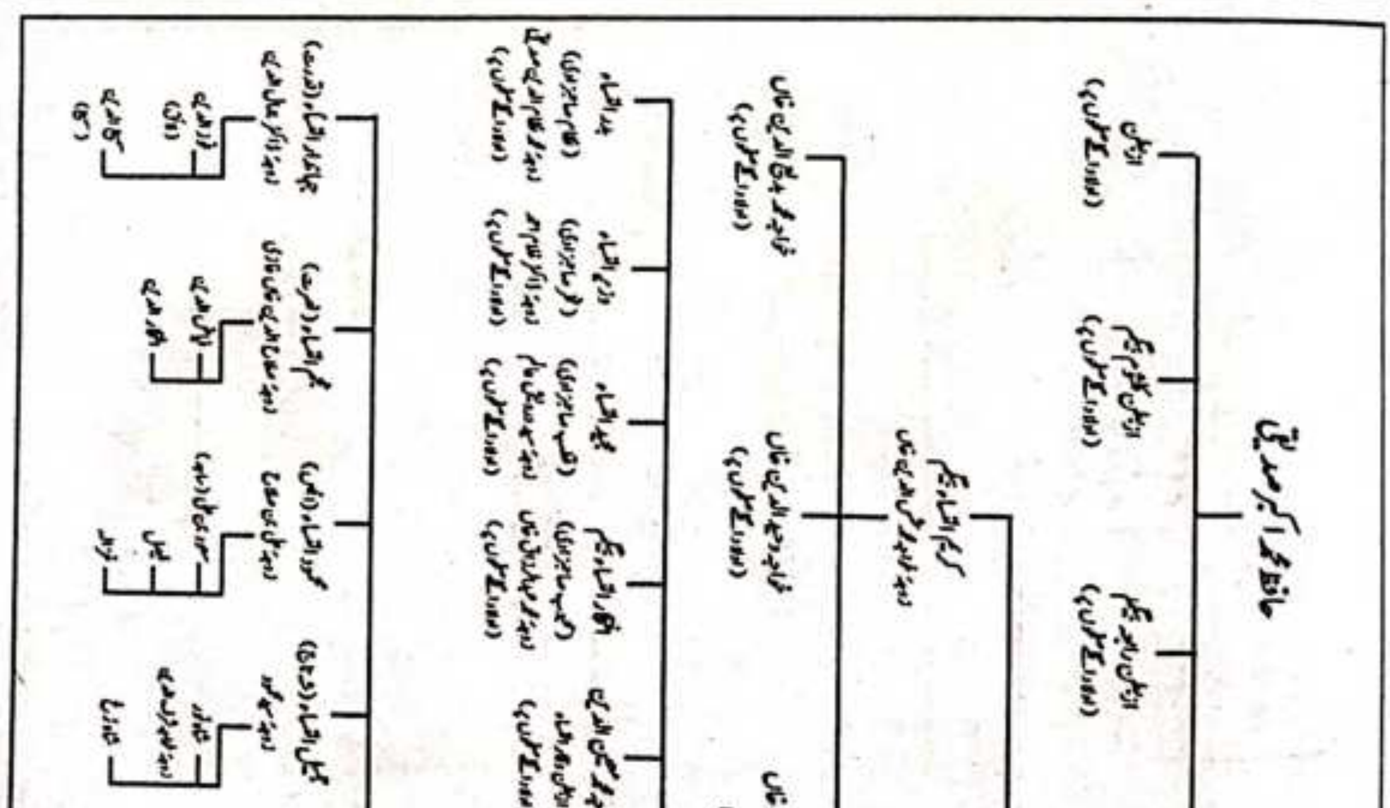

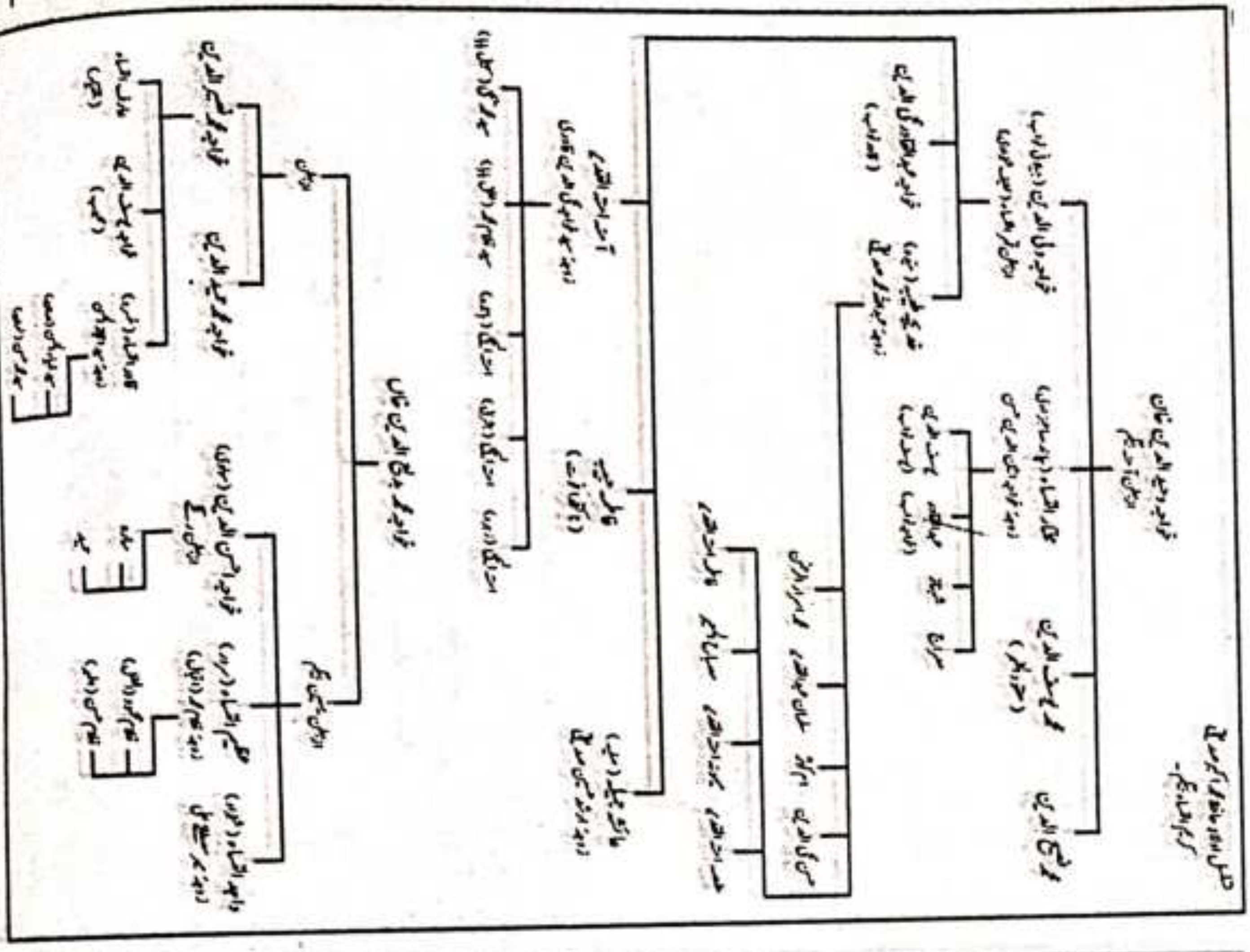

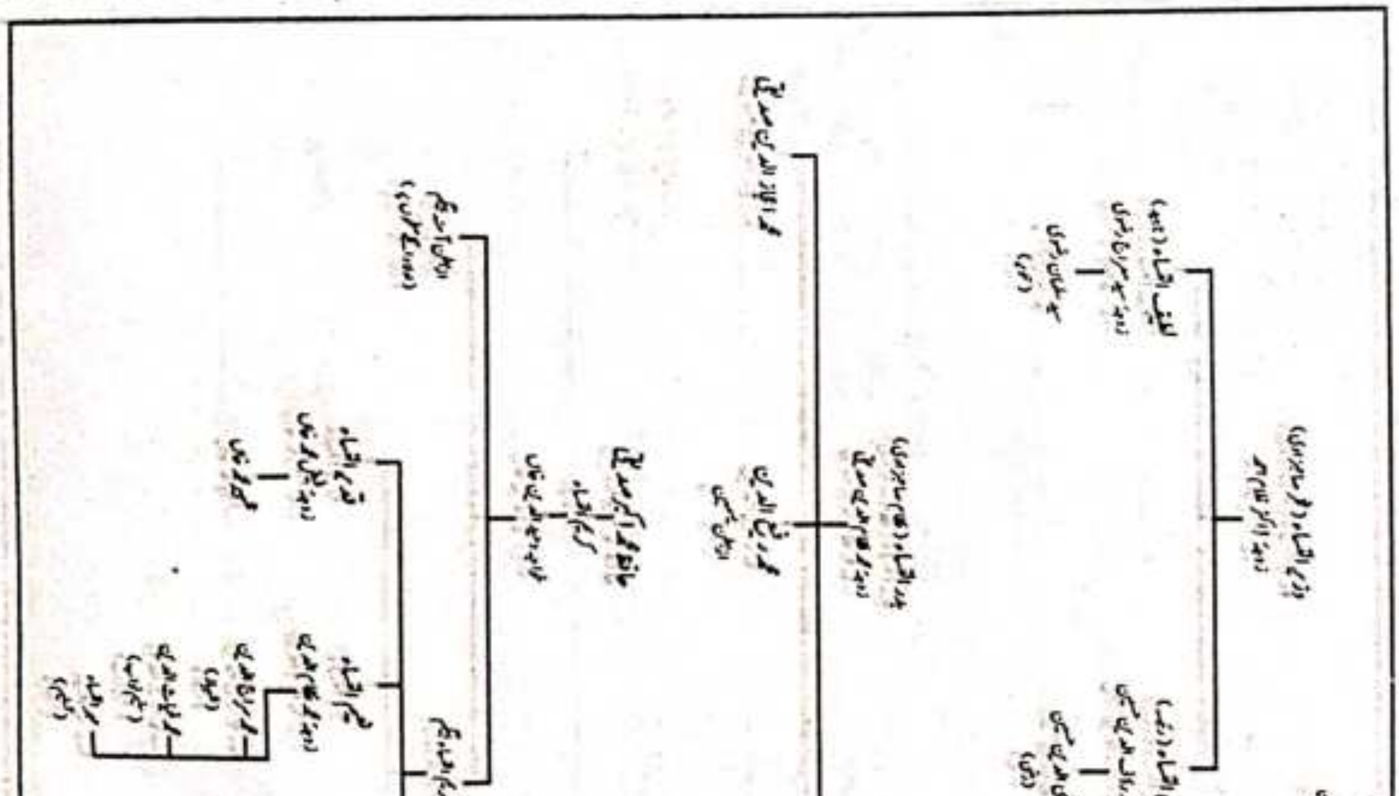

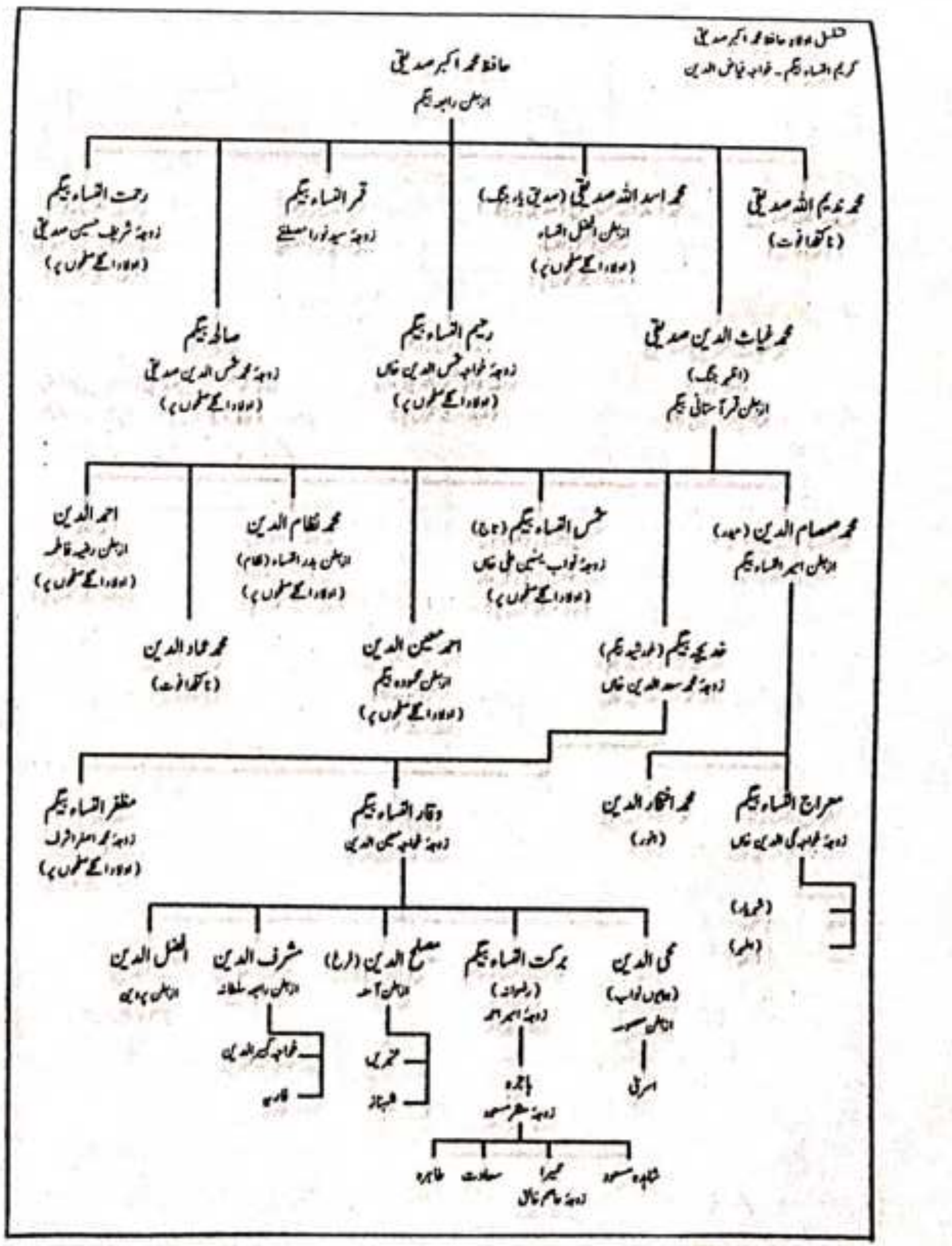

تسلسل اولاد حافظ محمد اکبر صدیقی
کریم النساء بیگم ۔ خواجہ غیاث الدین
حافظ محمد اکبر صدیقی
از بطن رابعہ بیگم
محمد ندیم اللہ صدیقی
(لاولد فوت)
محمد اسد اللہ صدیقی (صدیق یار جنگ)
از بطن افضل النساء
(اولاد اگلے صفحوں پر)
قمر النساء بیگم
زوجۂ سید نور مصطفےٰ
رحمت النساء بیگم
زوجۂ شریف حسین صدیقی
(اولاد اگلے صفحوں پر)
محمد غیاث الدین صدیقی
(اکبر جنگ)
از بطن قمر آستانی بیگم
رحیم النساء بیگم
زوجۂ خواجہ حسن الدین خاں
(اولاد اگلے صفحوں پر)
صالحہ بیگم
زوجۂ محمد شمس الدین صدیقی
(اولاد اگلے صفحوں پر)
محمد صمصام الدین (مہدی)
از بطن امیر النساء بیگم
شمس النساء بیگم (حاجی)
زوجۂ نواب یسین علی خاں
(اولاد اگلے صفحوں پر)
محمد نظام الدین
از بطن بدر النساء (نظام)
(اولاد اگلے صفحوں پر)
احمد الدین
از بطن رقیہ فاطمہ
(اولاد اگلے صفحوں پر)
خدیجہ بیگم (خورشید بیگم)
زوجۂ محمد سعد الدین خاں
احمد معین الدین
از بطن محمودہ بیگم
(اولاد اگلے صفحوں پر)
محمد عماد الدین
(لاولد فوت)
معراج النساء بیگم
زوجۂ خواجہ محی الدین خاں
(شہریار)
(ملر)
محمد افتخار الدین
(انور)
وقار النساء بیگم
زوجۂ خواجہ معین الدین
مظفر النساء بیگم
زوجۂ محمد اصغر اشرف
(اولاد اگلے صفحوں پر)
محی الدین
(عالم نواب)
از بطن مسعود
امرتی
برکت النساء بیگم
(رضوانہ)
زوجۂ امیر احمد
ماجدہ
زوجۂ مظہر مسعود
شاہدہ مسعود
حمیرا
زوجۂ عاصم کمال
سعادت
طاہرہ
مصلح الدین (راجا)
از بطن آمنہ
تحریم
شہباز
مشرف الدین
از بطن رابعہ سلطانہ
خواجہ کبیر الدین
فاریہ
افضل الدین
از بطن پروین

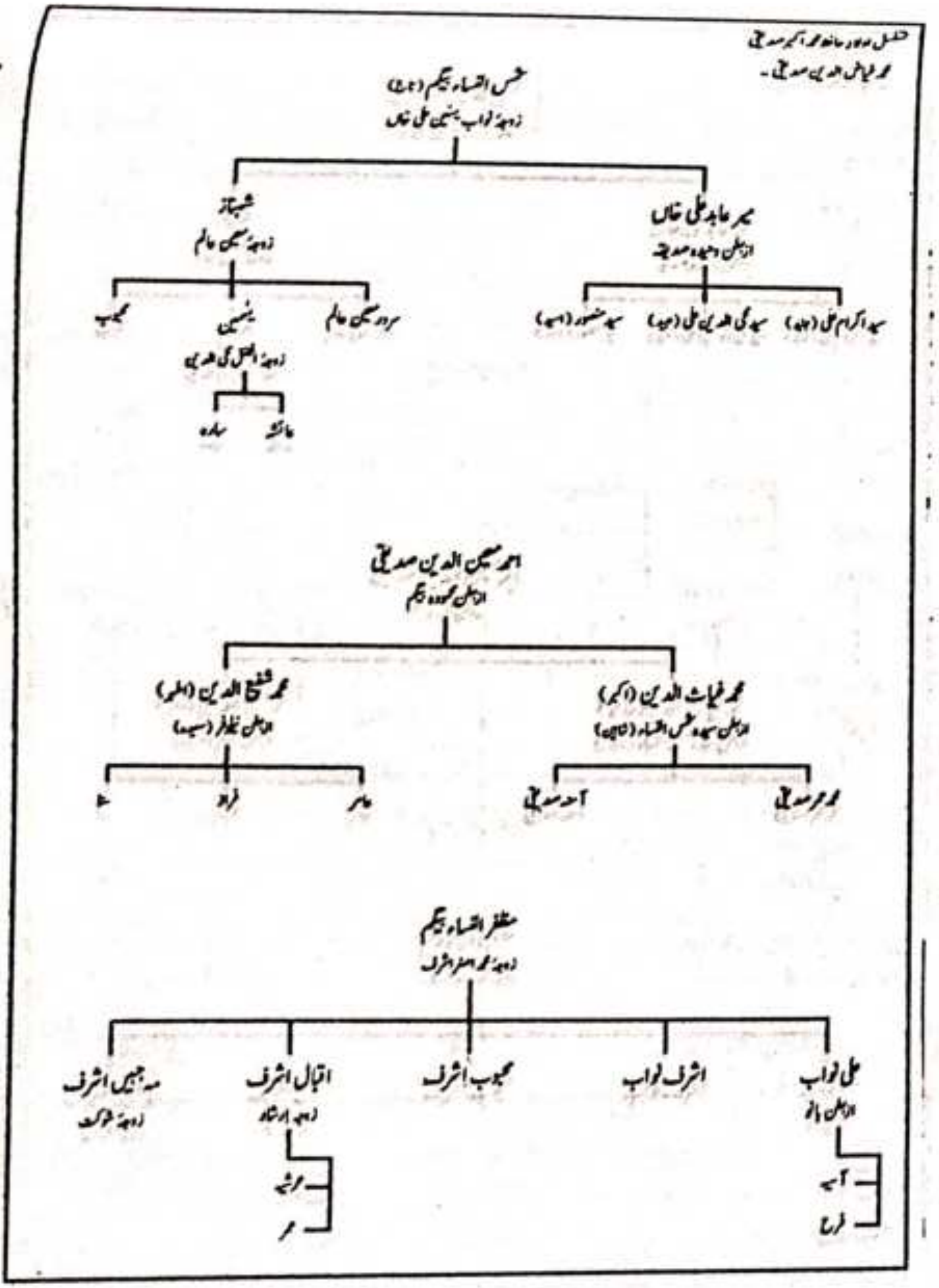

تسلسل اولاد حافظ محمد اکبر صدیقی
محمد غیاث الدین صدیقی ۔
شمس النساء بیگم (حاجی)
زوجۂ نواب یسین علی خاں
میر عابد علی خاں
از بطن وحیدہ صدیقہ
شہناز
زوجۂ محسن عالم
سید اکرام علی (جنید)
سید محی الدین علی (مجید)
سید منصور (امید)
سرور محسن عالم
یسین
زوجۂ افضل محی الدین
محبوب
عائشہ
سارہ
احمد معین الدین صدیقی
از بطن محمودہ بیگم
محمد غیاث الدین (اکبر)
از بطن سیدہ شمس النساء (ثانی)
محمد شفیع الدین (طلحہ)
از بطن ظفر (سیما)
محمد عمر صدیقی
آمنہ صدیقی
عامر
فرح
مظفر النساء بیگم
زوجۂ محمد اصغر اشرف
علی نواب
از بطن مائرہ
آسیہ
فرح
اشرف نواب
محبوب اشرف
اقبال اشرف
زوجۂ ارشاد
عرشیہ
عمر
مہ جبین اشرف
زوجۂ شوکت

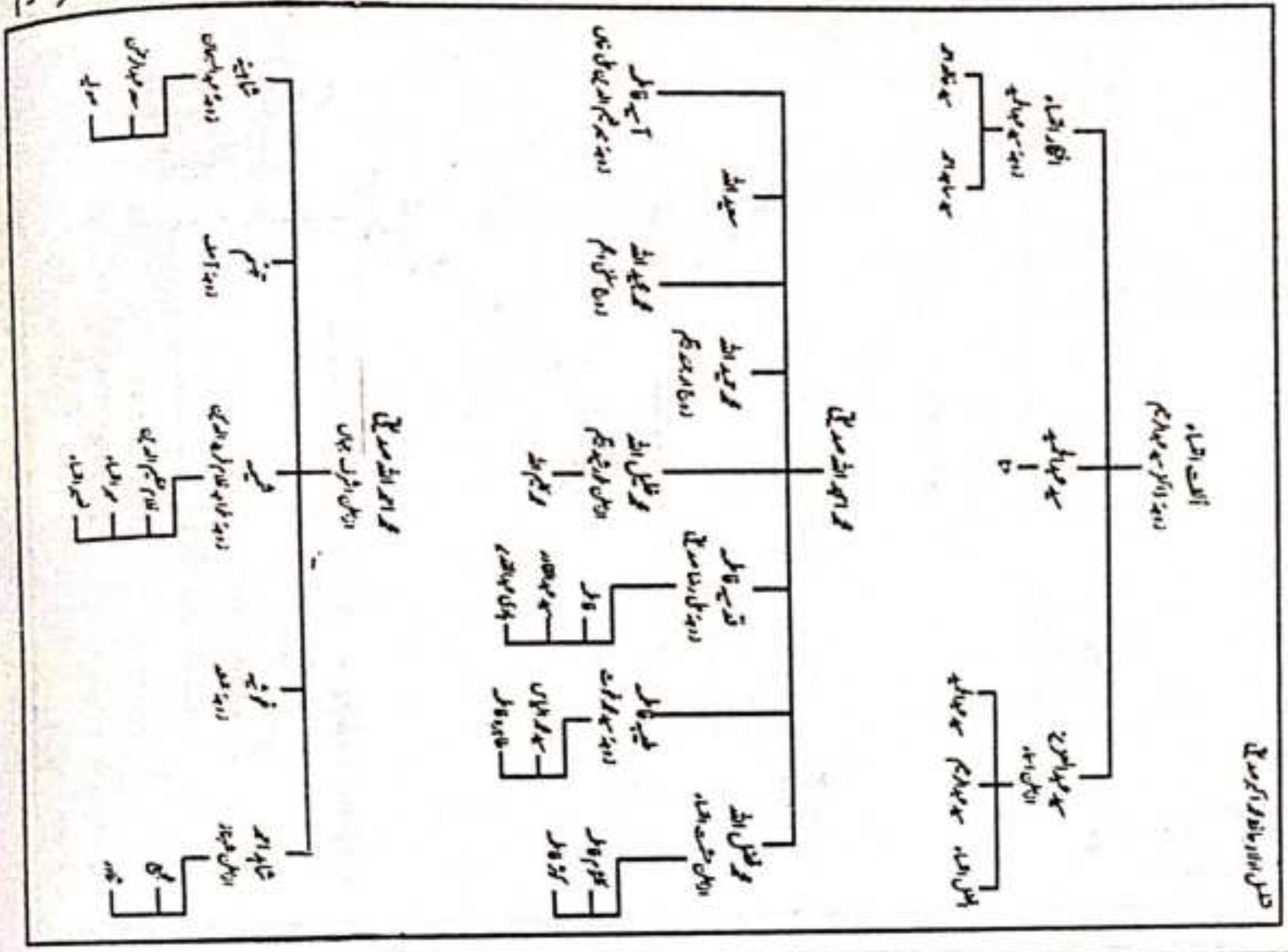

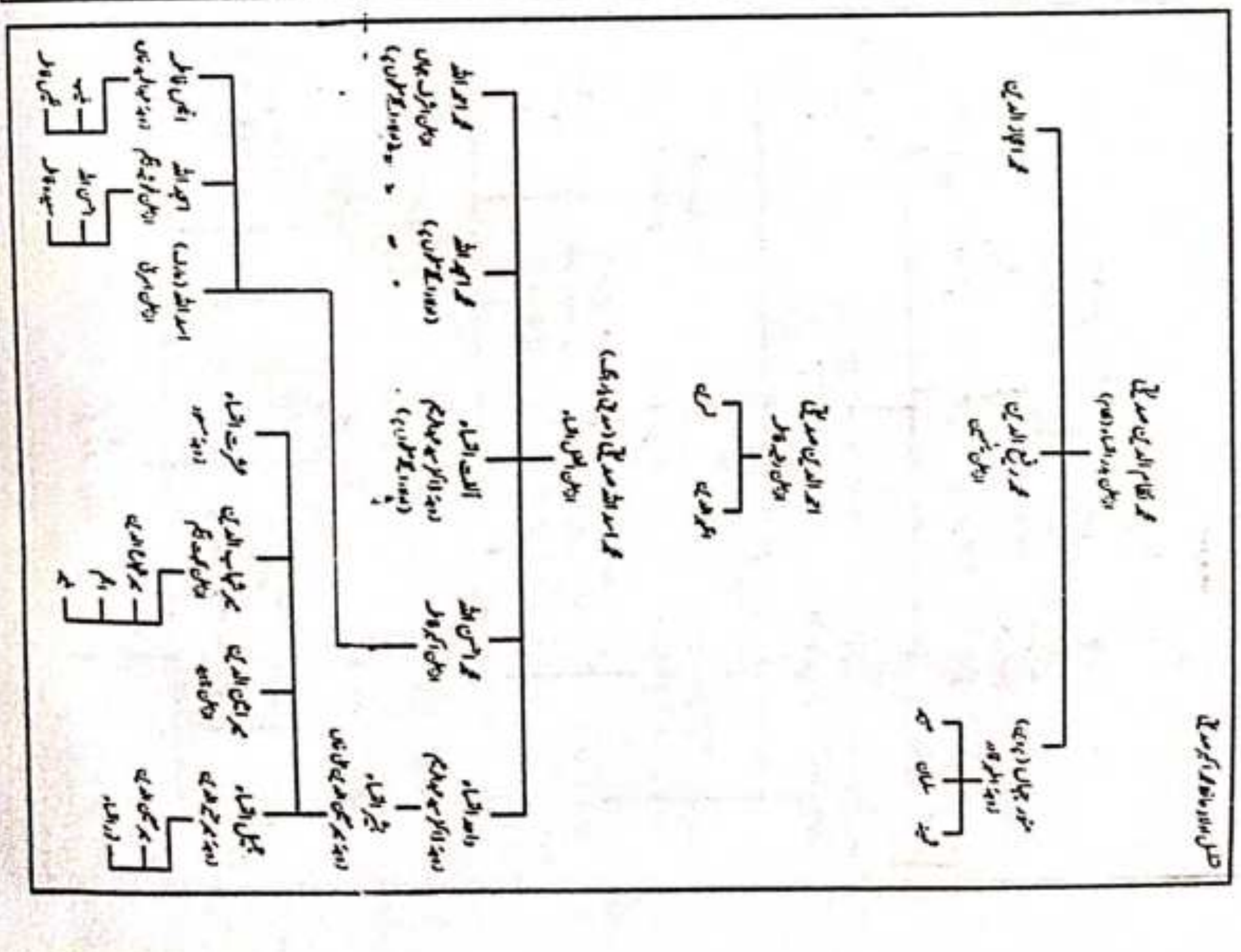

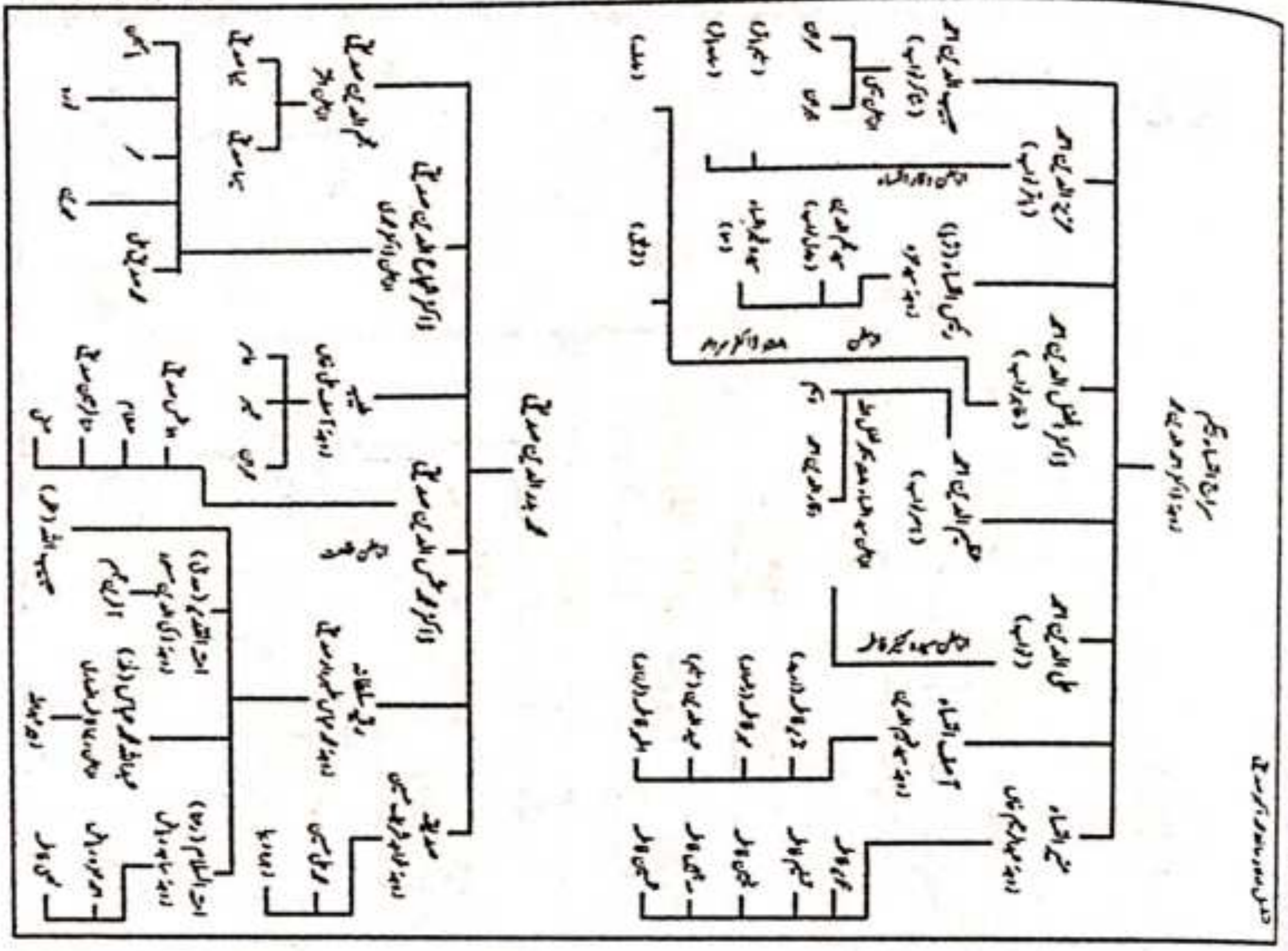

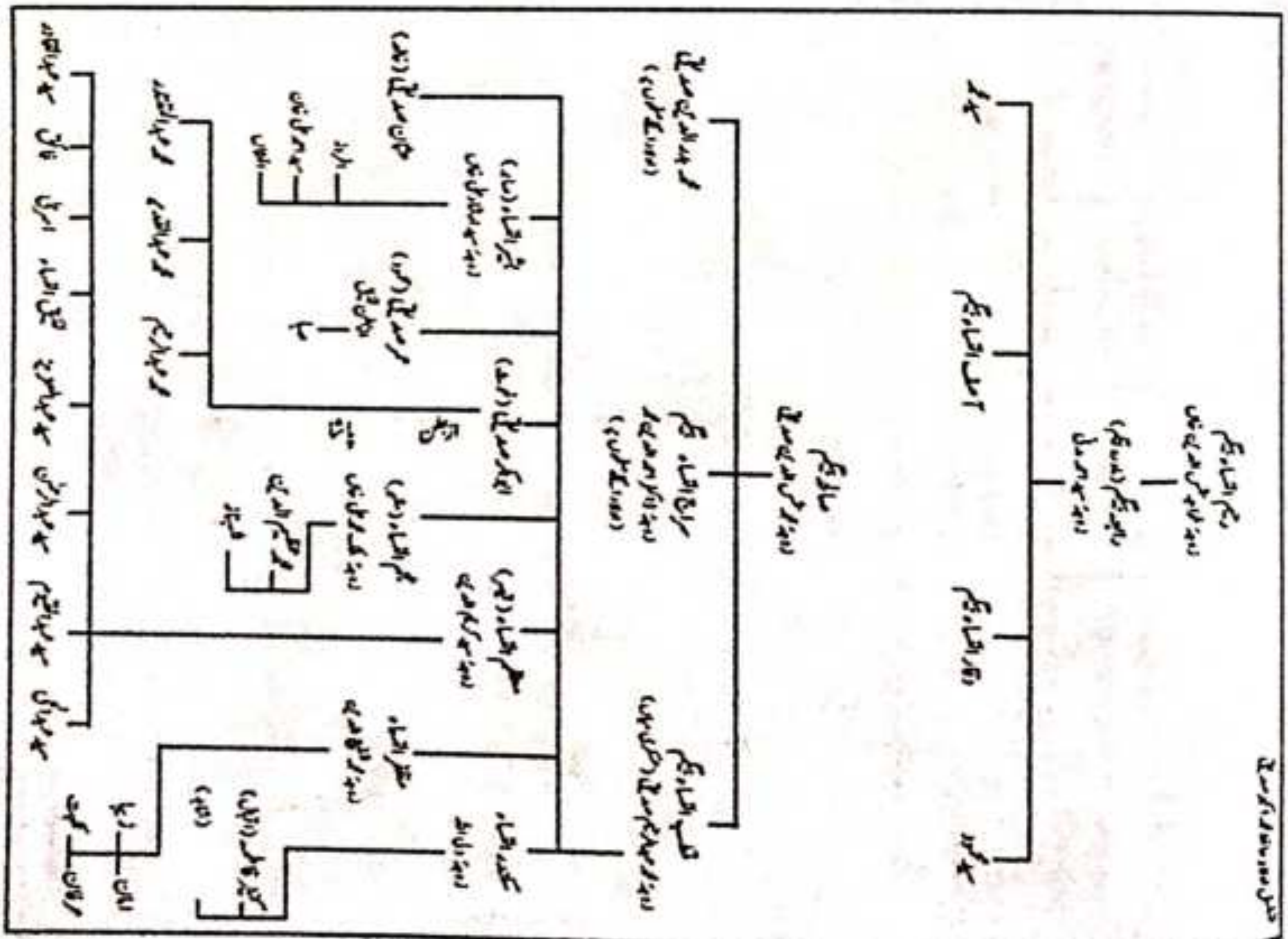

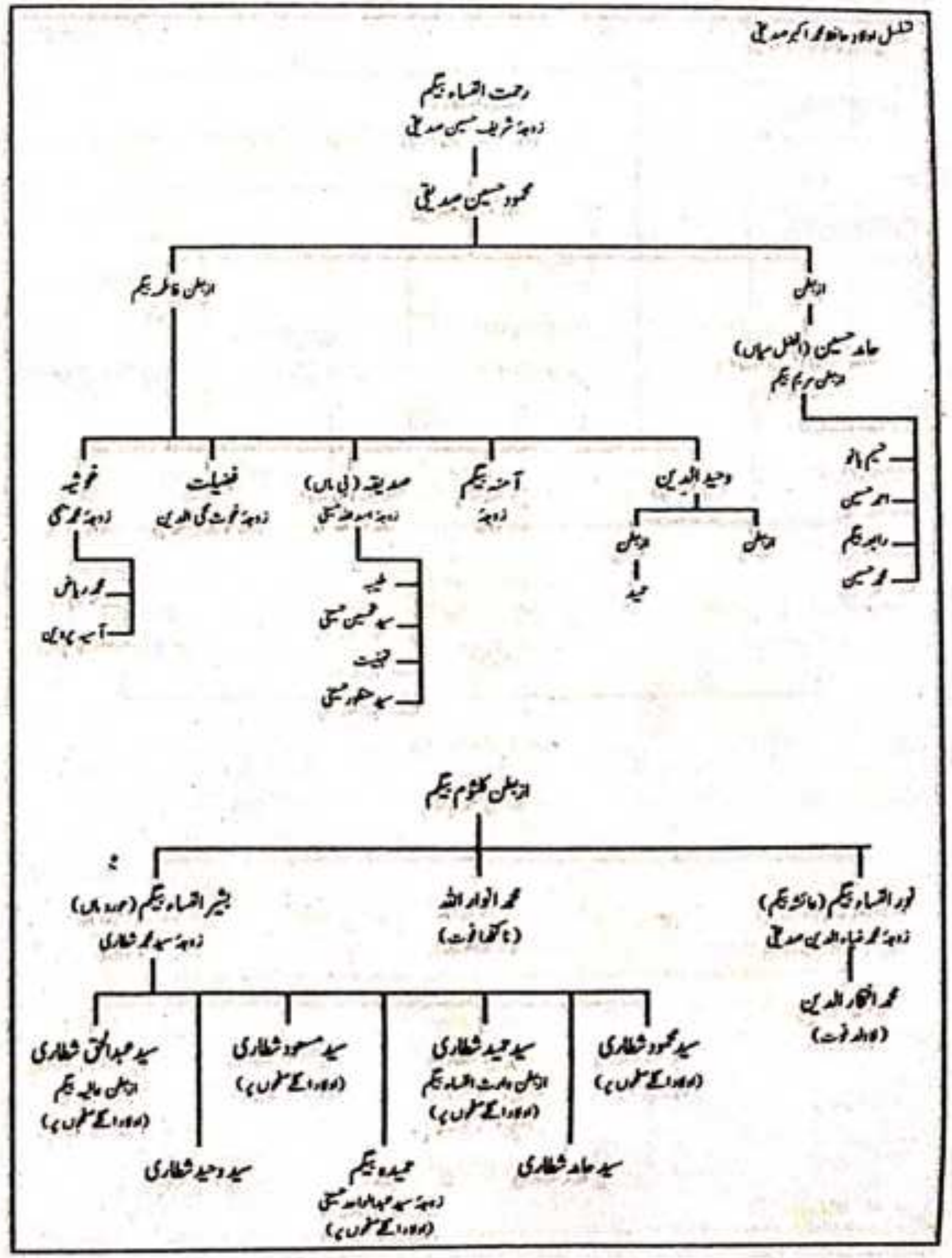
رحمت النساء بیگم
محمود حسین صدیقی
حامد حسین
وحید الدین
آمنہ بیگم
صدیقہ
فضیلت
خورشید
از بطن کلثوم بیگم
نور النساء بیگم (عائشہ بیگم)
محمد انوار اللہ
بشیر النساء بیگم
محمد افتخار الدین
سید عبد الحق شطاری
سید مسعود شطاری
سید حمید شطاری
سید محمود شطاری
سید وحید شطاری
حمیدہ بیگم
سید حامد شطاری

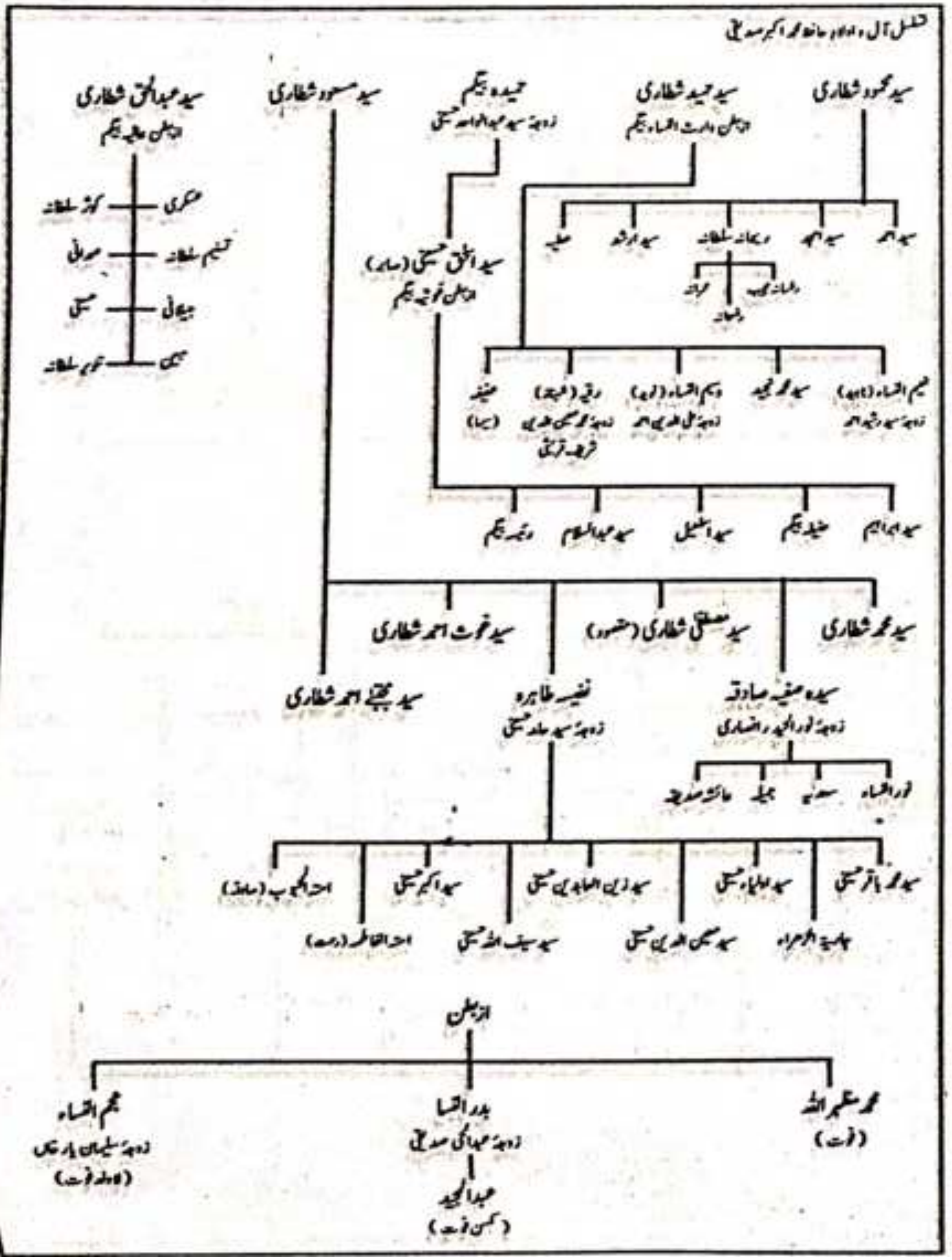
سید عبد الحق شطاری
سید مسعود شطاری
حمیدہ بیگم
سید حمید شطاری
سید محمود شطاری
سید غوث احمد شطاری
سید محمد شطاری
سید مجتبےٰ احمد شطاری
نفیسہ طاہرہ
از بطن
محمد مظہر اللہ
بدر النساء
نجم النساء
عبد المجید

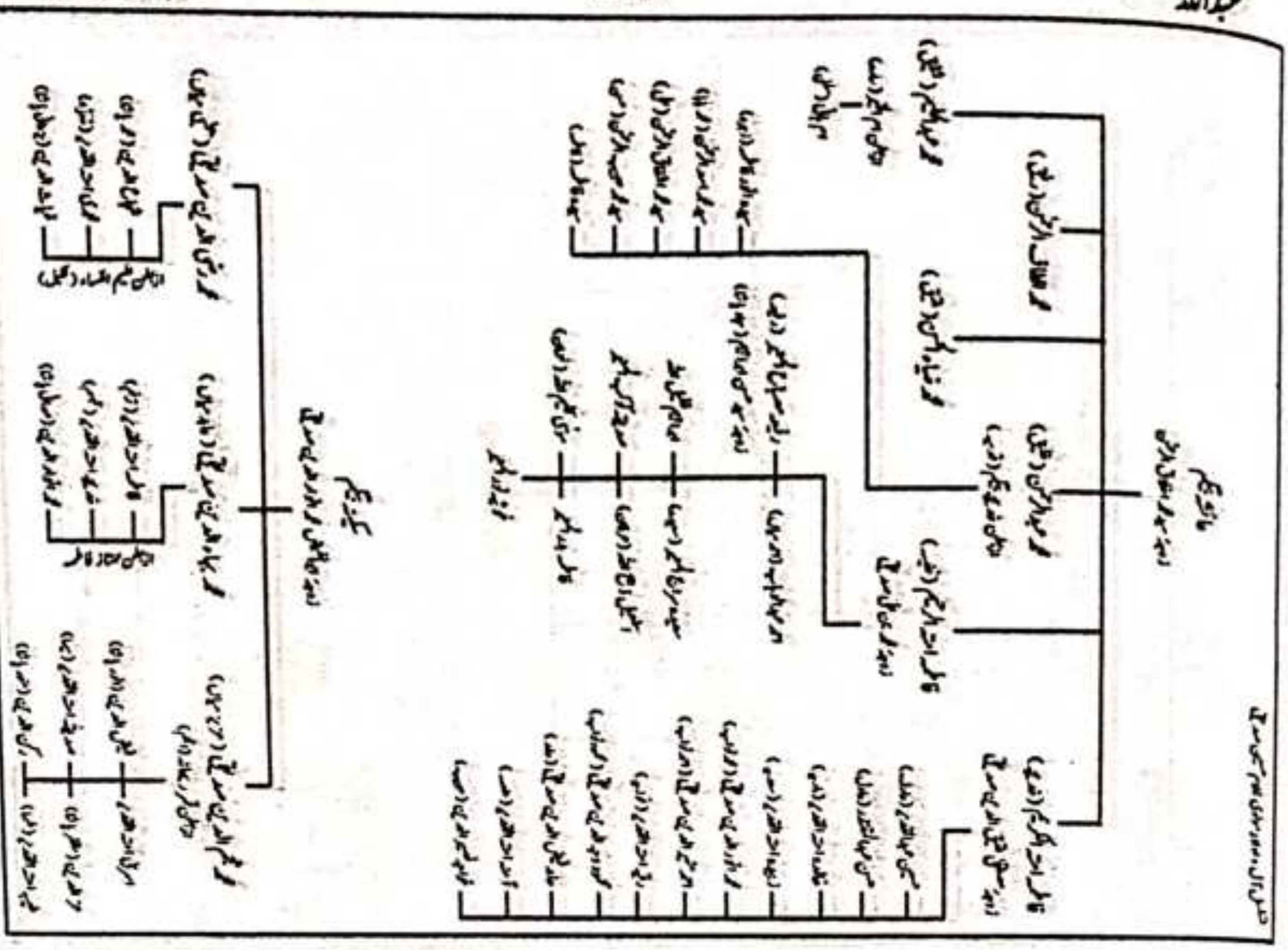

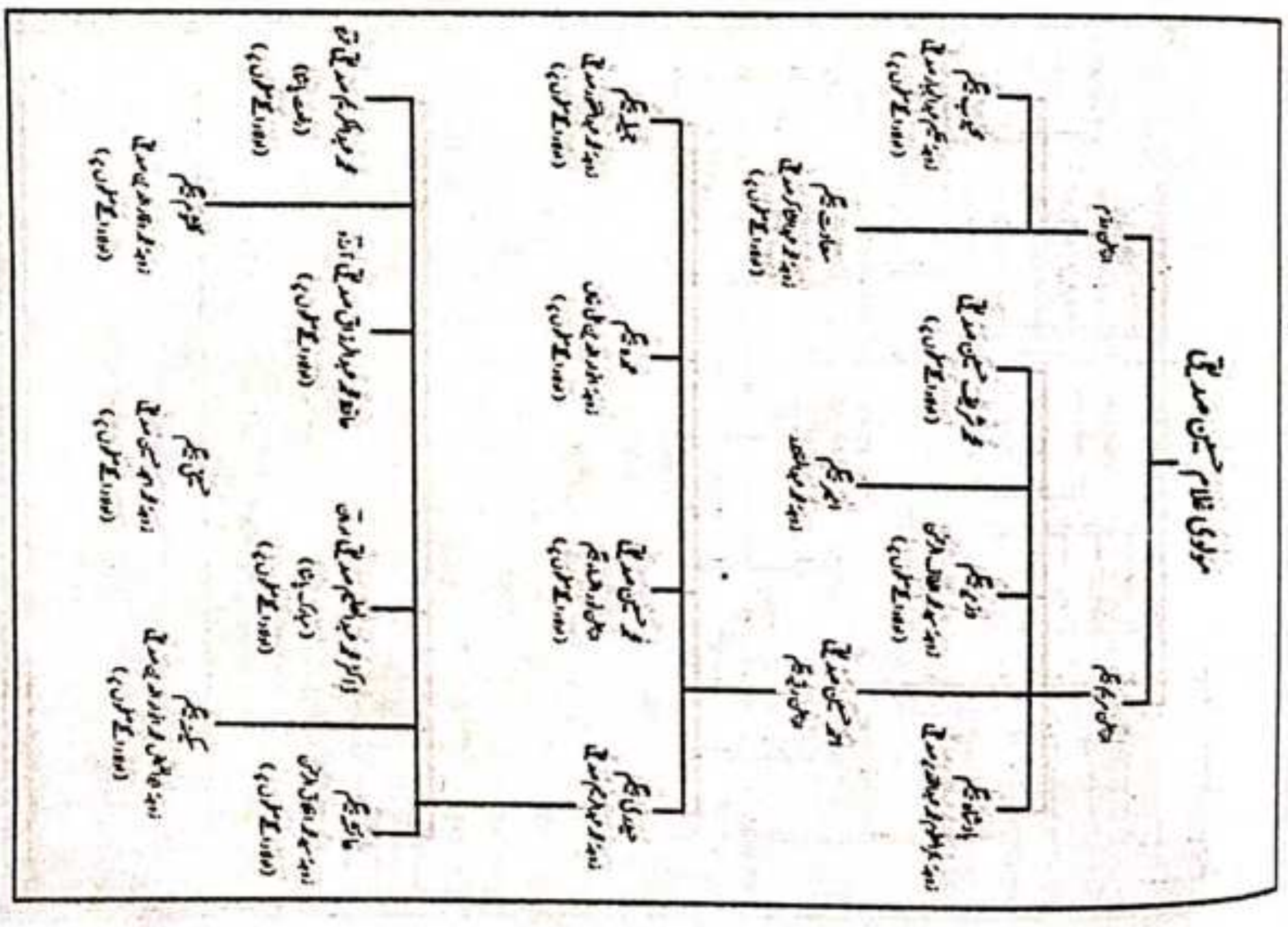

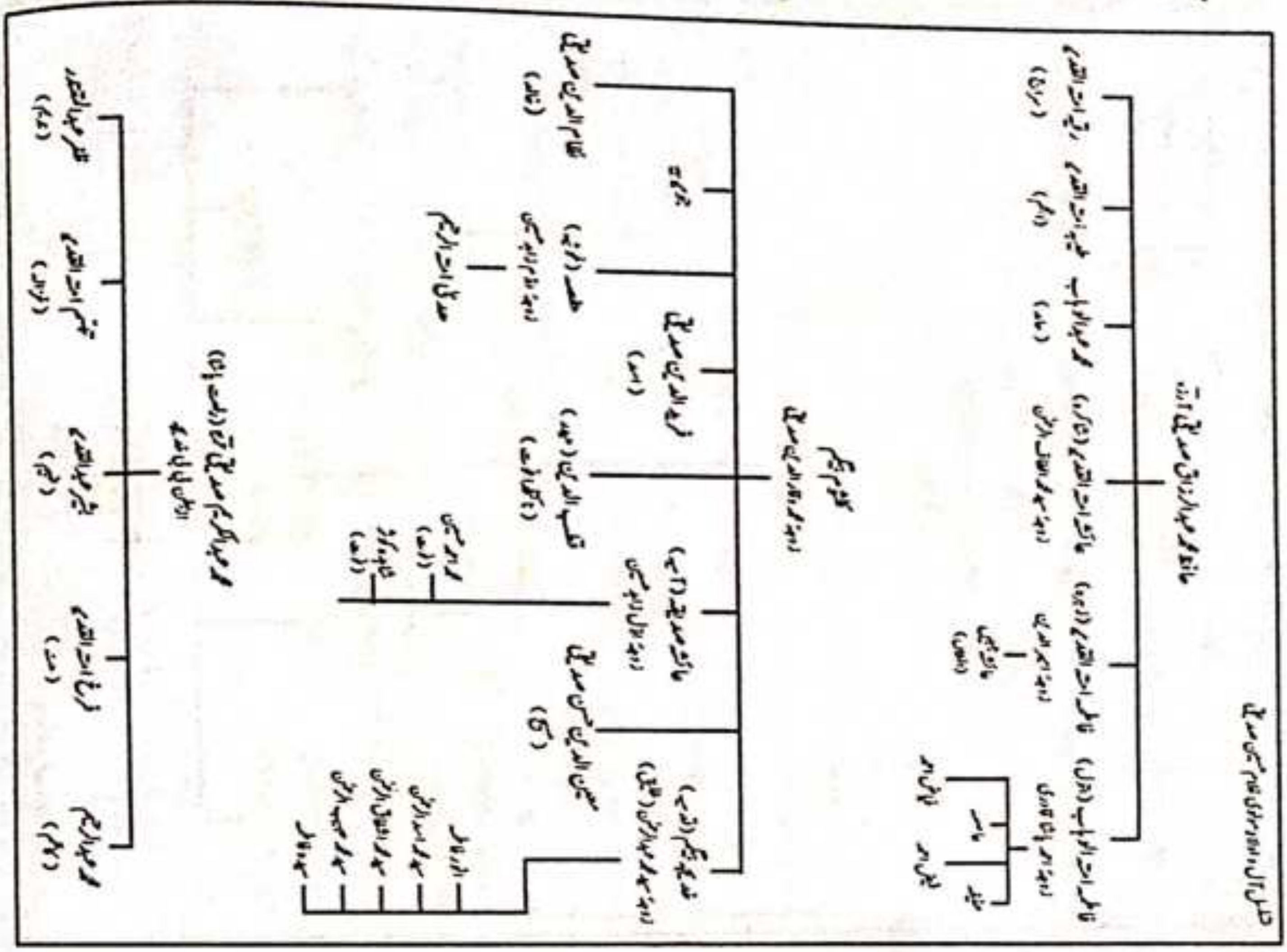

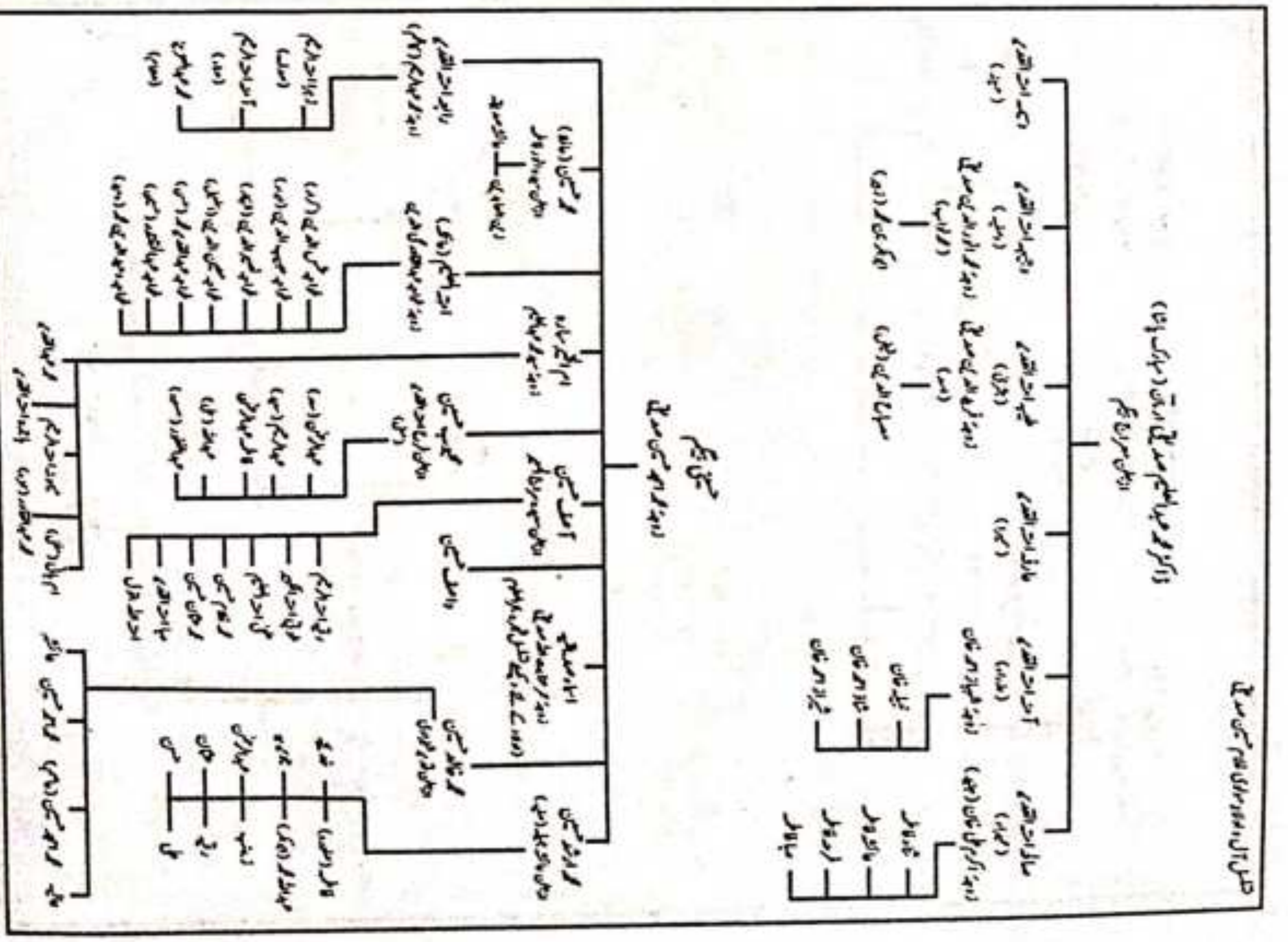

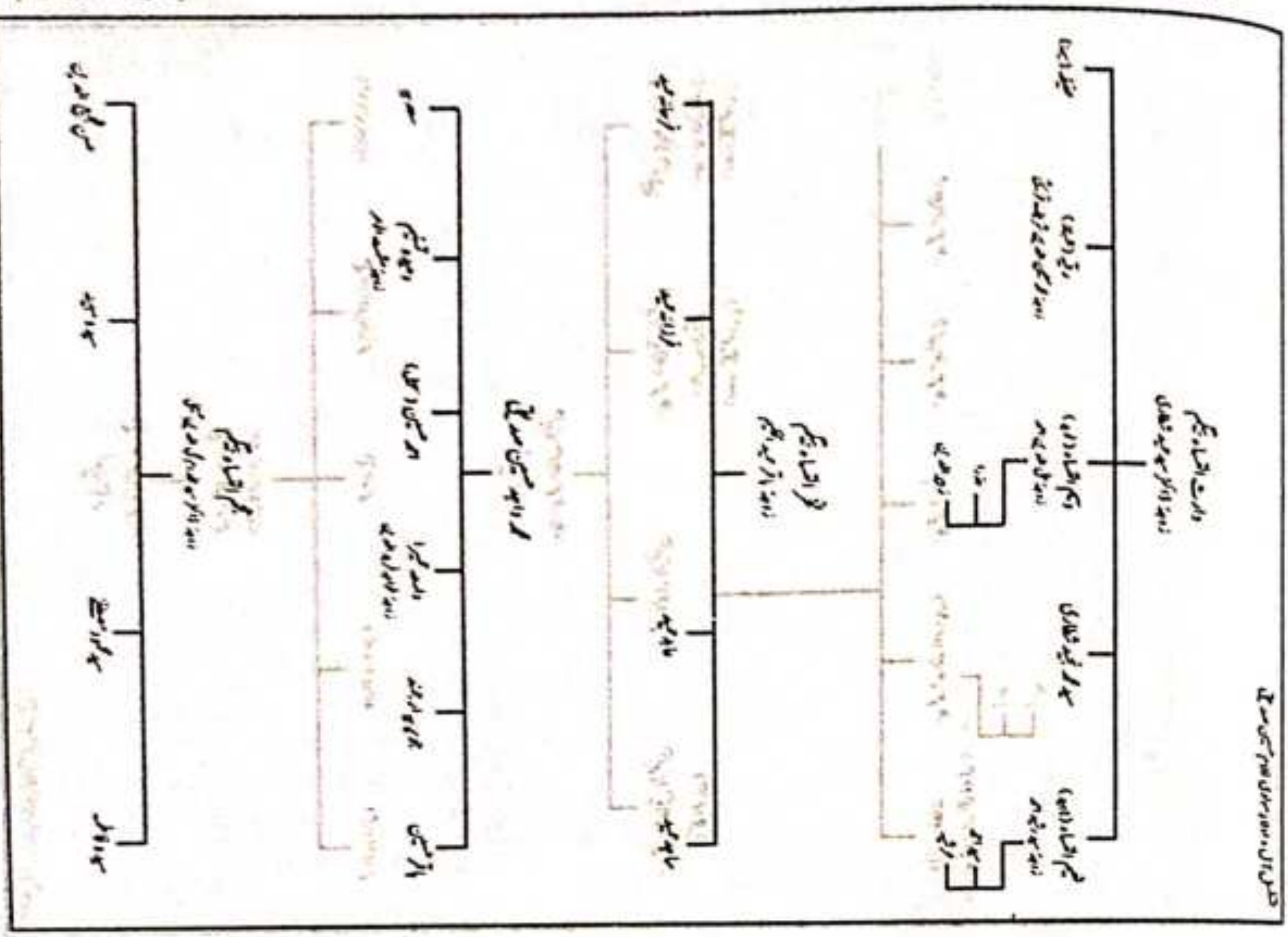

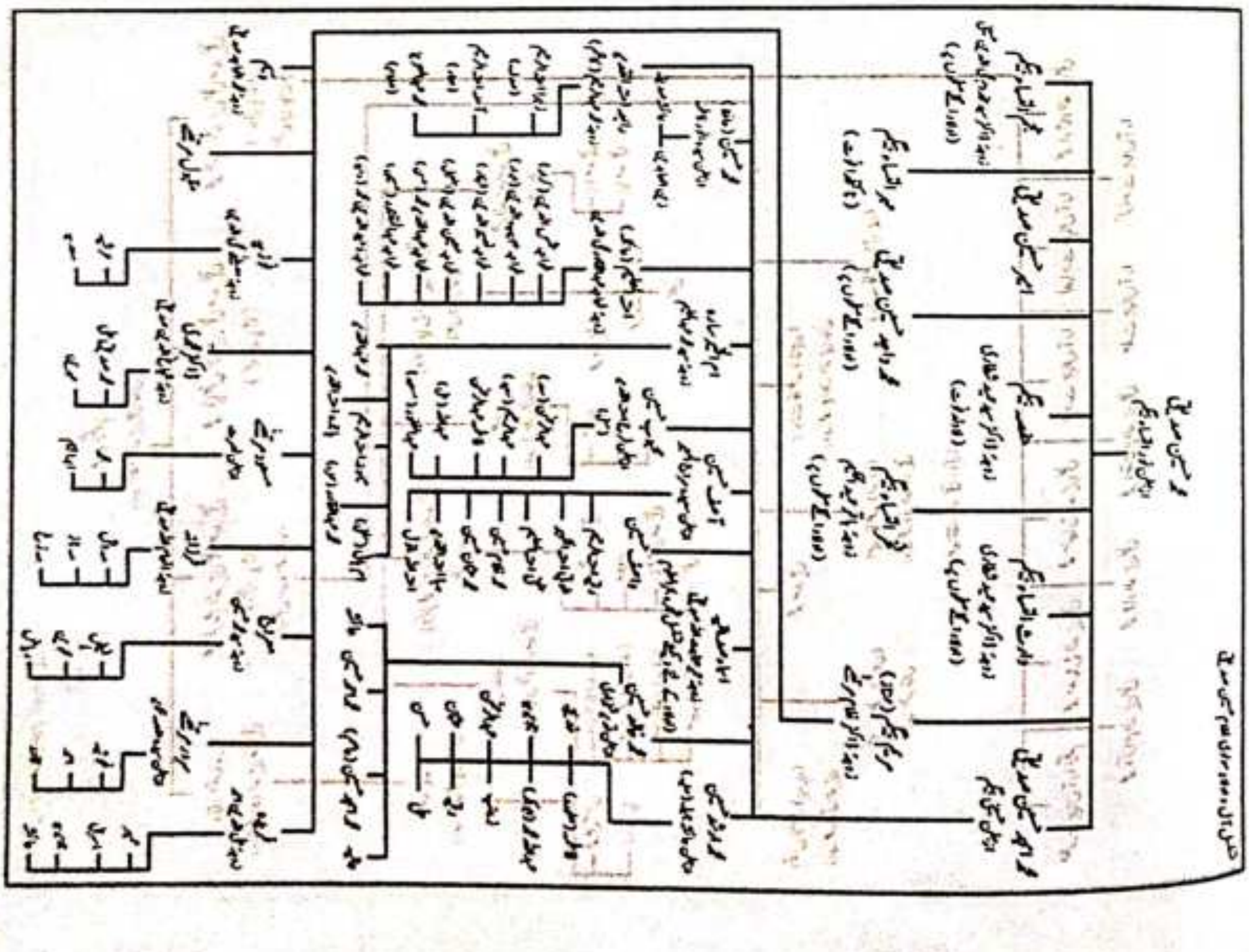

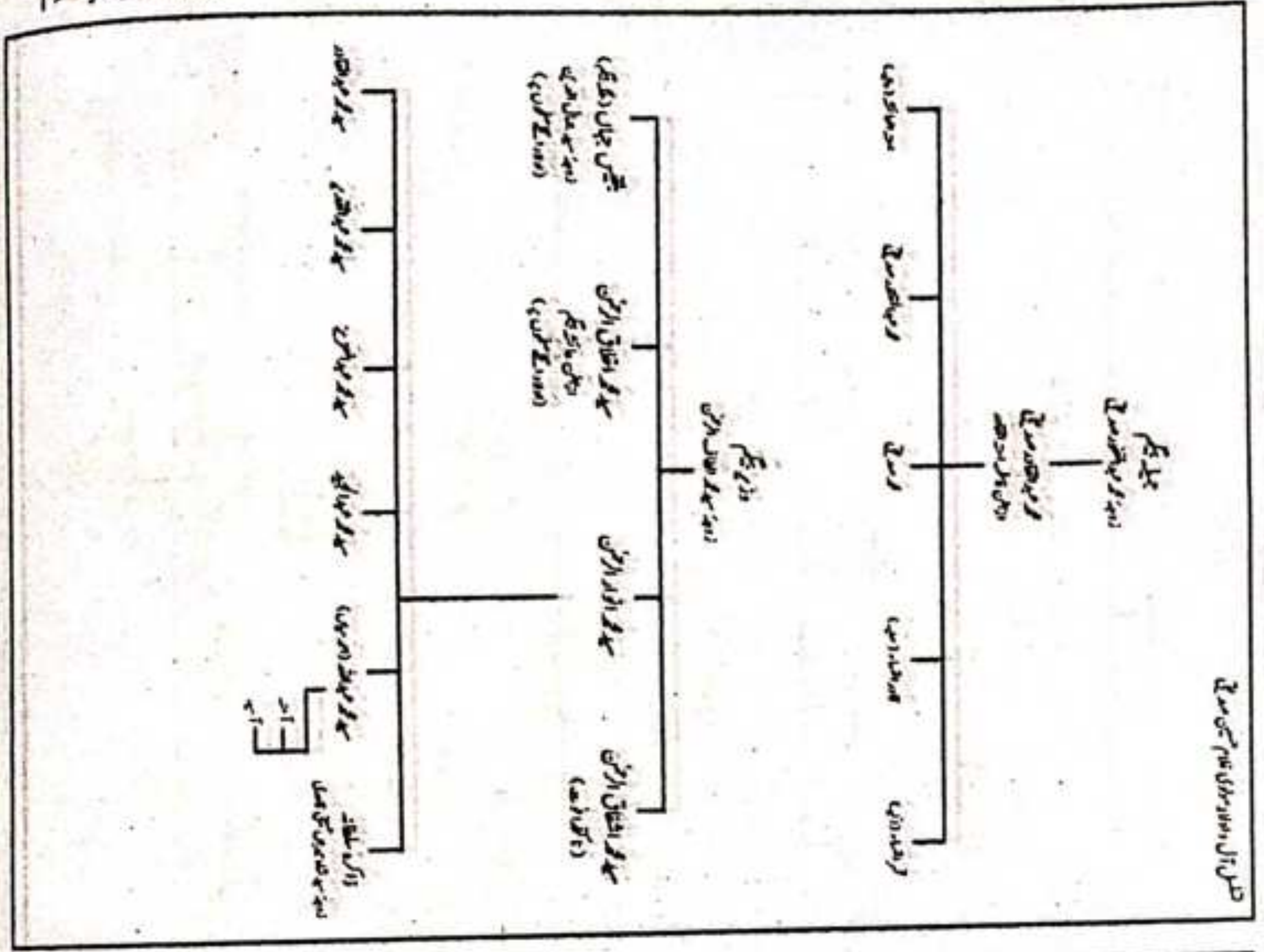

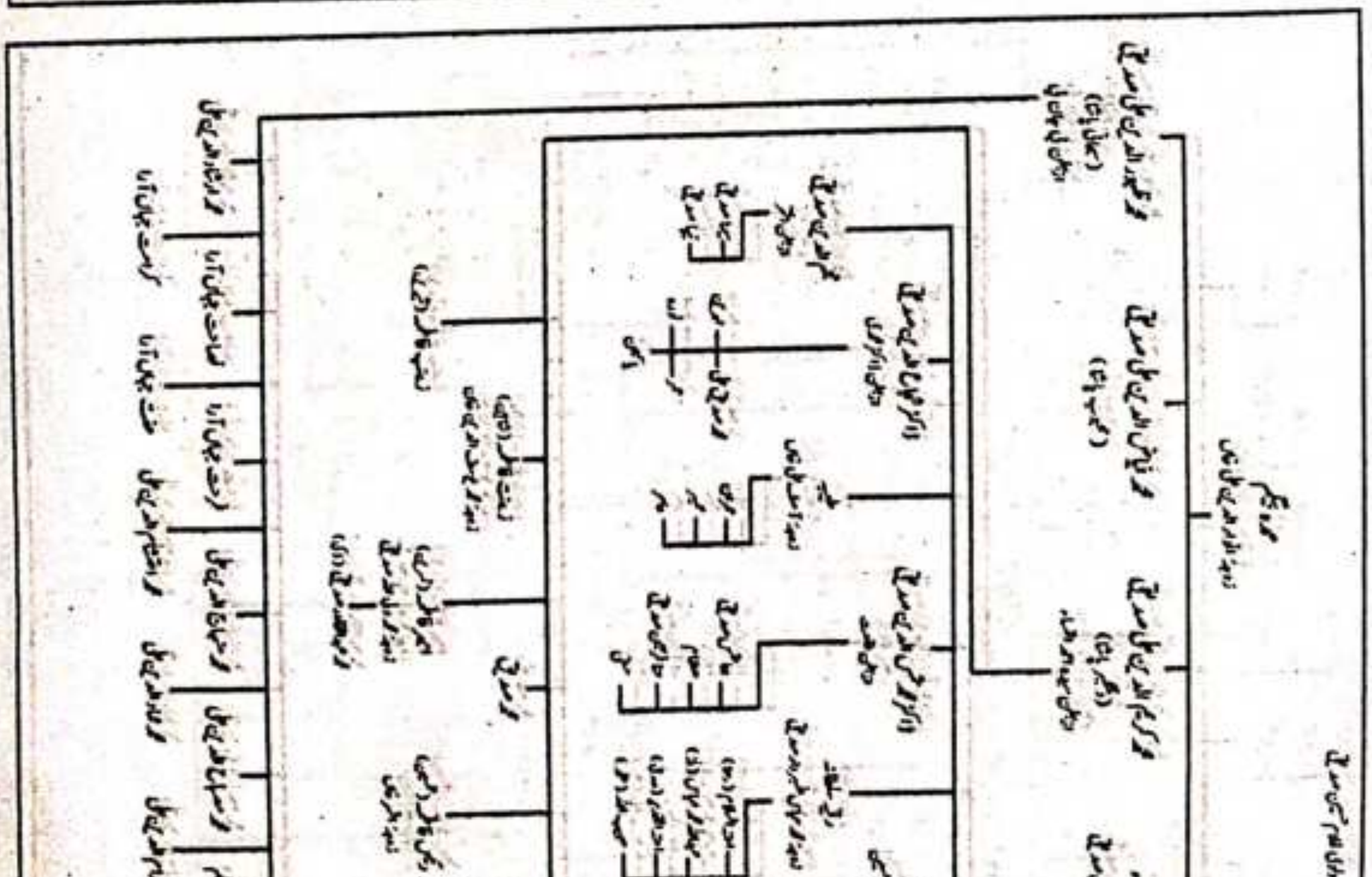

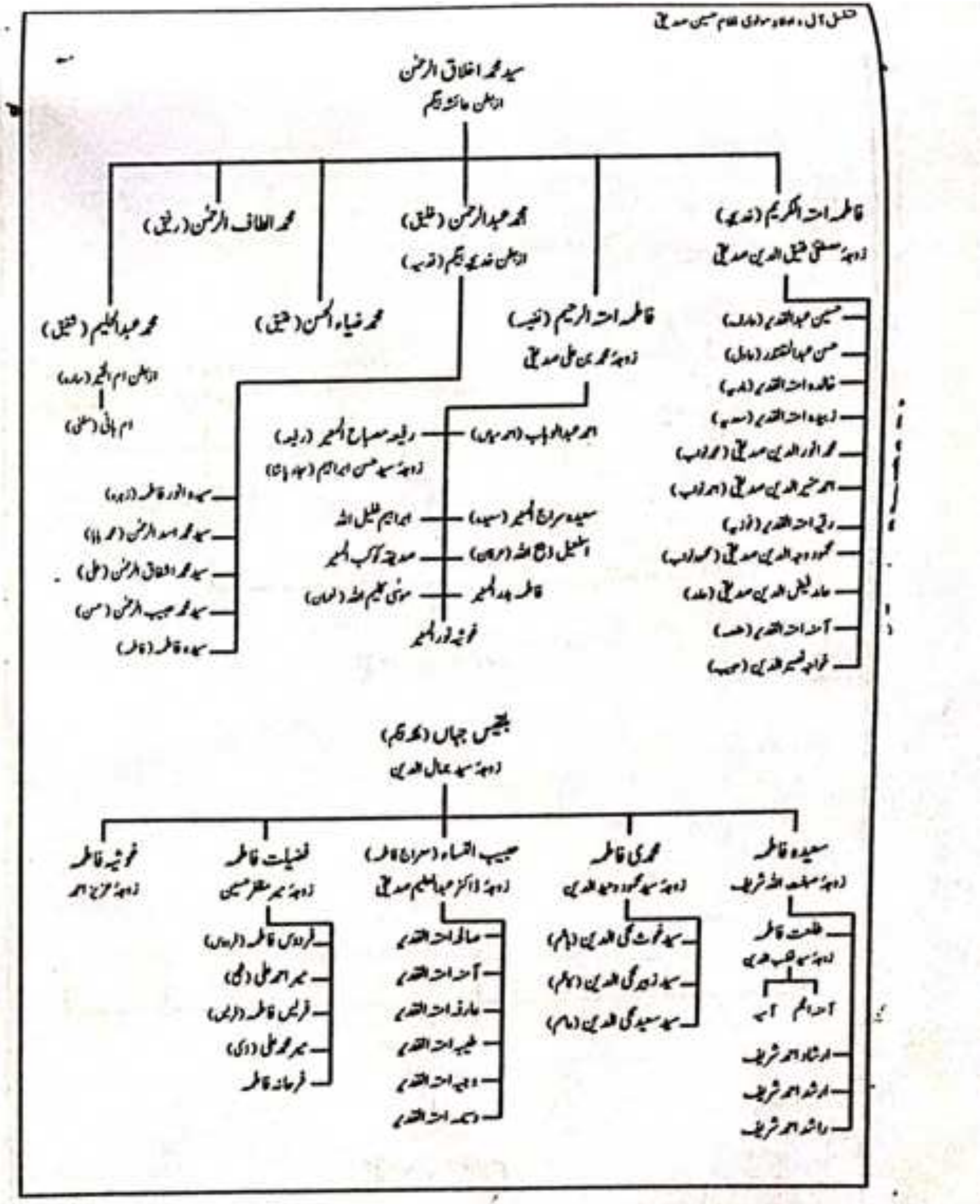
سلسلہ آل و اولاد مولوی غلام حسین صدیقی
سید محمد اخلاق الرحمٰن
از بطن عائشہ بیگم
فاطمہ امۃ الکریم (ندیم)
زوجہ مصطفیٰ شفیق الدین صدیقی
محمد عبدالرحمٰن (طلیق)
از بطن خدیجہ بیگم
محمد الطاف الرحمٰن (رفیق)
فاطمہ امۃ الرحیم
زوجہ محمد بن علی صدیقی
محمد ضیاء الحسن (شفیق)
محمد عبدالحلیم (شفیق)
بلقیس جہاں
زوجہ سید جمال الدین
سعیدہ فاطمہ
محمدی فاطمہ
حبیب النساء
فضیلت فاطمہ
غوثیہ فاطمہ

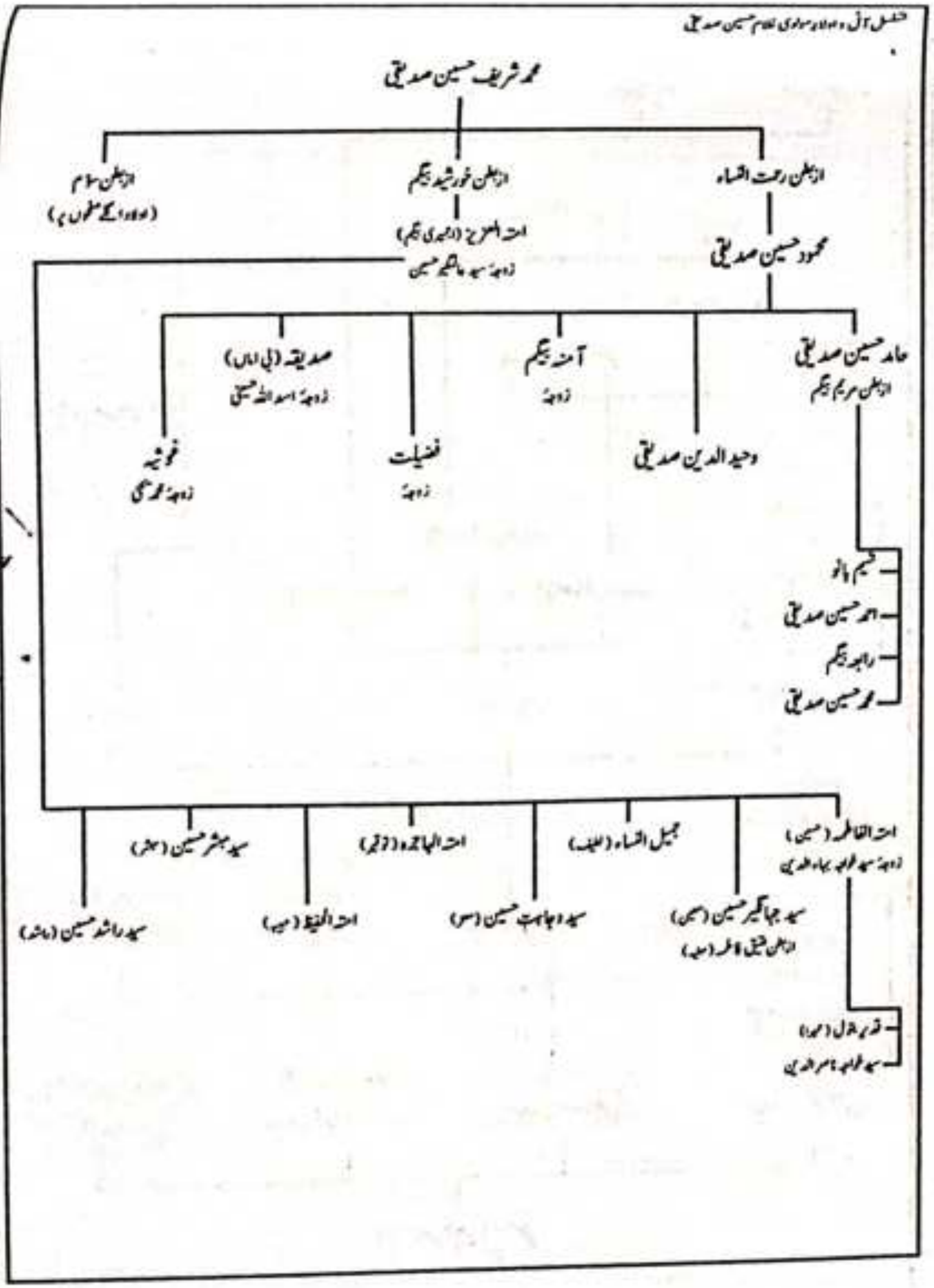
سلسلہ آل و اولاد مولوی غلام حسین صدیقی
محمد شریف حسین صدیقی
از بطن رحمت النساء
از بطن خورشید بیگم
از بطن سلام
محمود حسین صدیقی
حامد حسین صدیقی
از بطن مریم بیگم
وحید الدین صدیقی
آمنہ بیگم
فضیلت
صدیقہ (بی اماں)
غوثیہ
نسیم بانو
احمد حسین صدیقی
رابعہ بیگم
محمد حسین صدیقی
جمیل النساء
سید مبشر حسین
سید جہانگیر حسین
سید وجاہت حسین
سید راشد حسین

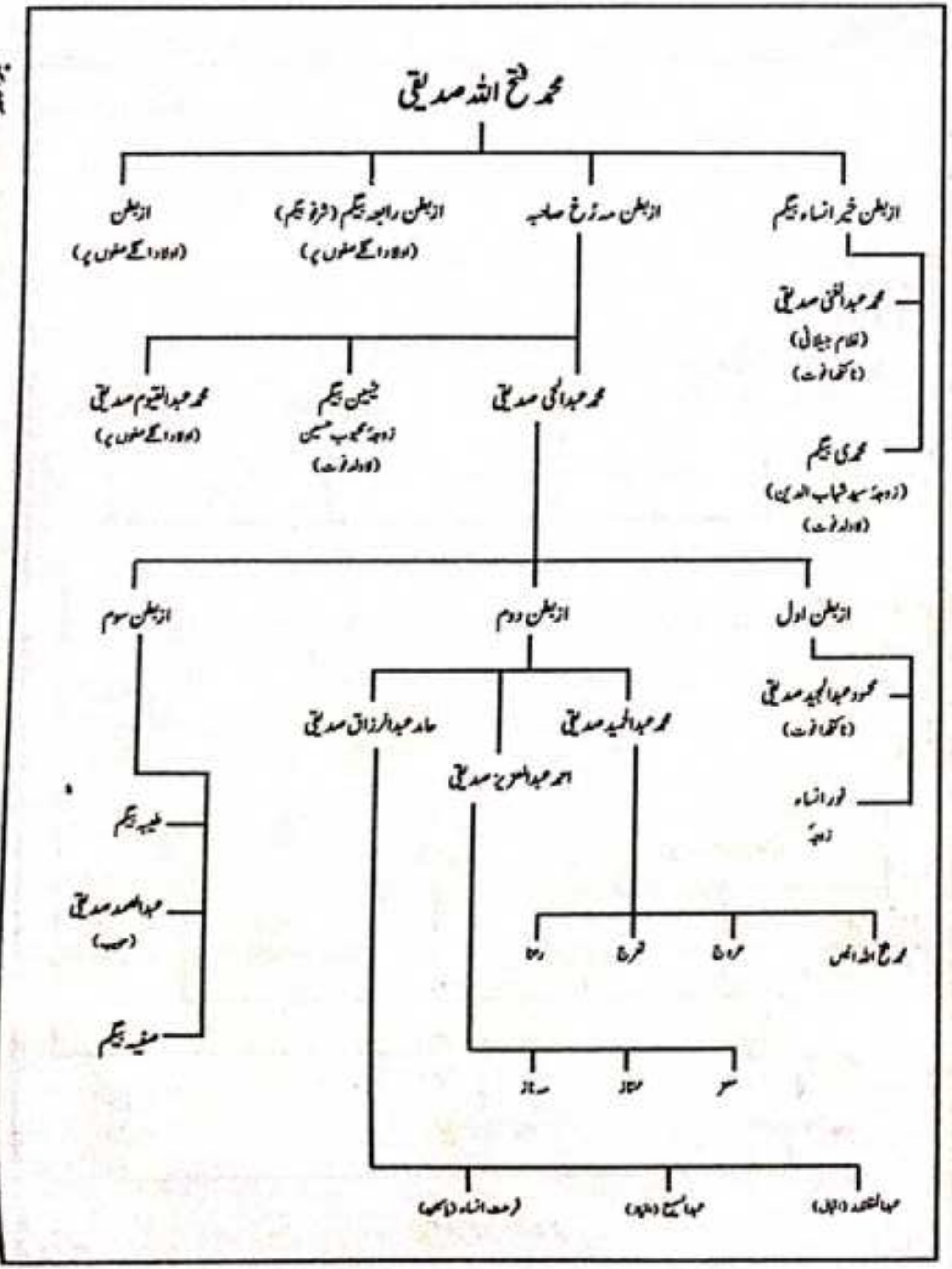
محمد فتح اللہ صدیقی
ازبطن خیر النساء بیگم
ازبطن مہ رخ صاحبہ
ازبطن رابعہ بیگم (شرفو بیگم)
ازبطن
(اولاد اگلے صفوں پر)
محمد عبدالغنی صدیقی
محمدی بیگم
محمد عبدالحی صدیقی
شبین بیگم
محمد عبدالقیوم صدیقی
ازبطن اول
ازبطن دوم
ازبطن سوم
محمود عبدالمجید صدیقی
نور النساء
محمد عبدالحمید صدیقی
احمد عبدالعزیز صدیقی
حامد عبدالرزاق صدیقی
طیبہ بیگم
عبدالصمد صدیقی
صفیہ بیگم

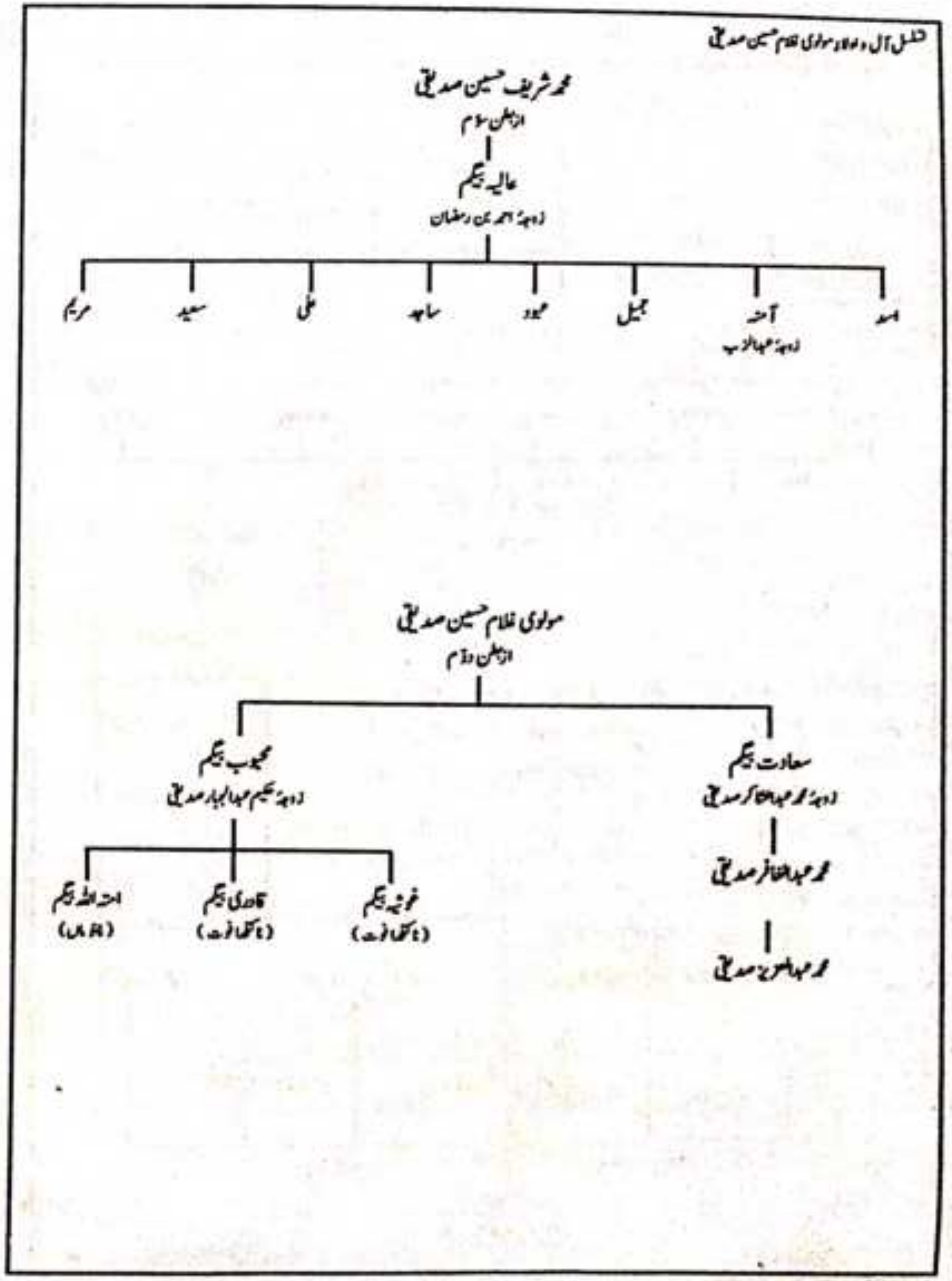
محمد شریف حسین صدیقی
عالیہ بیگم
مریم
سعید
علی
ساجد
محمود
جمیل
آمنہ
اسد
مولوی غلام حسین صدیقی
محبوب بیگم
سعادت بیگم
محمد عبدالغفار صدیقی
محمد عبدالعزیز صدیقی
امۃ اللہ بیگم
قادری بیگم
غوثیہ بیگم

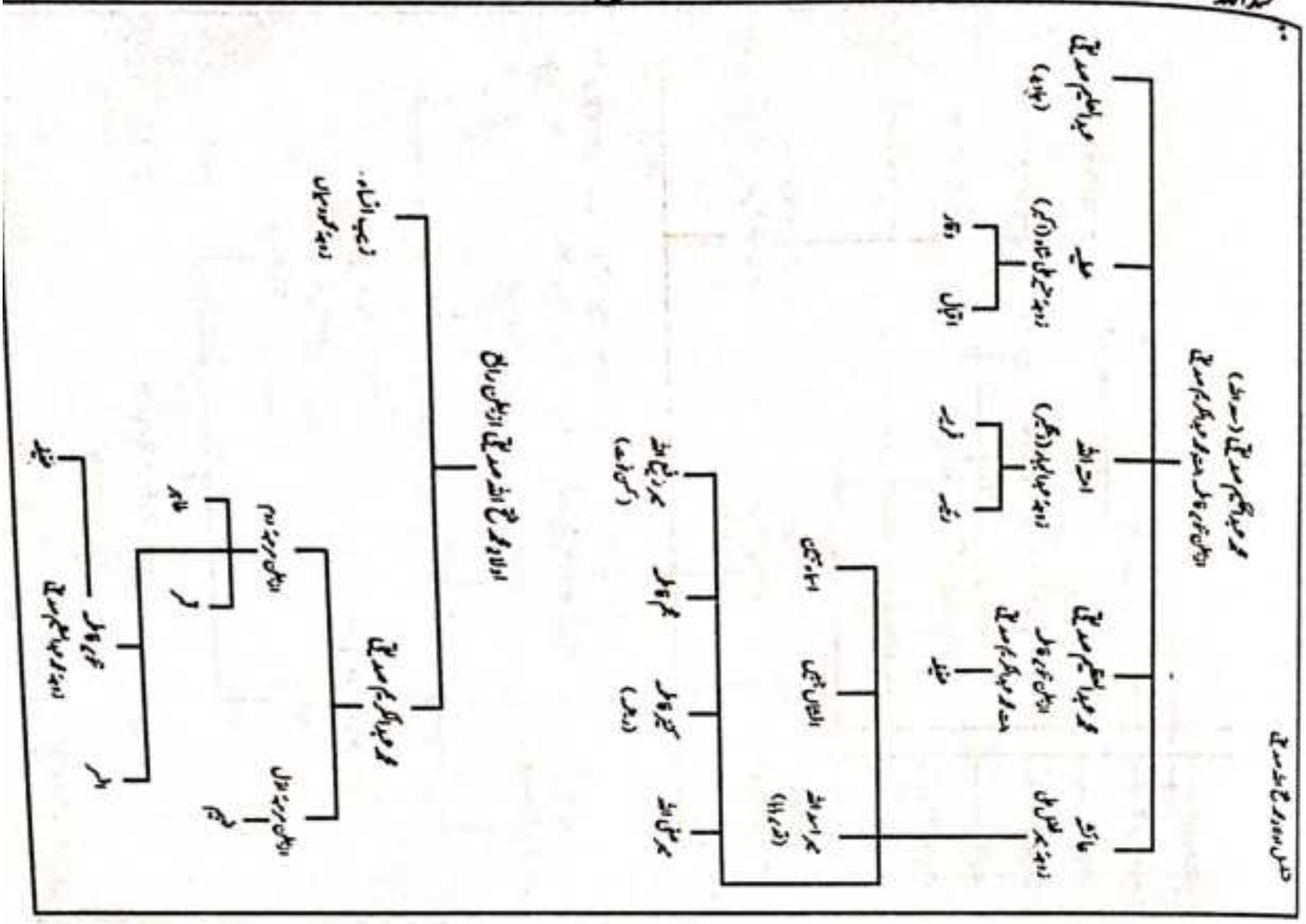

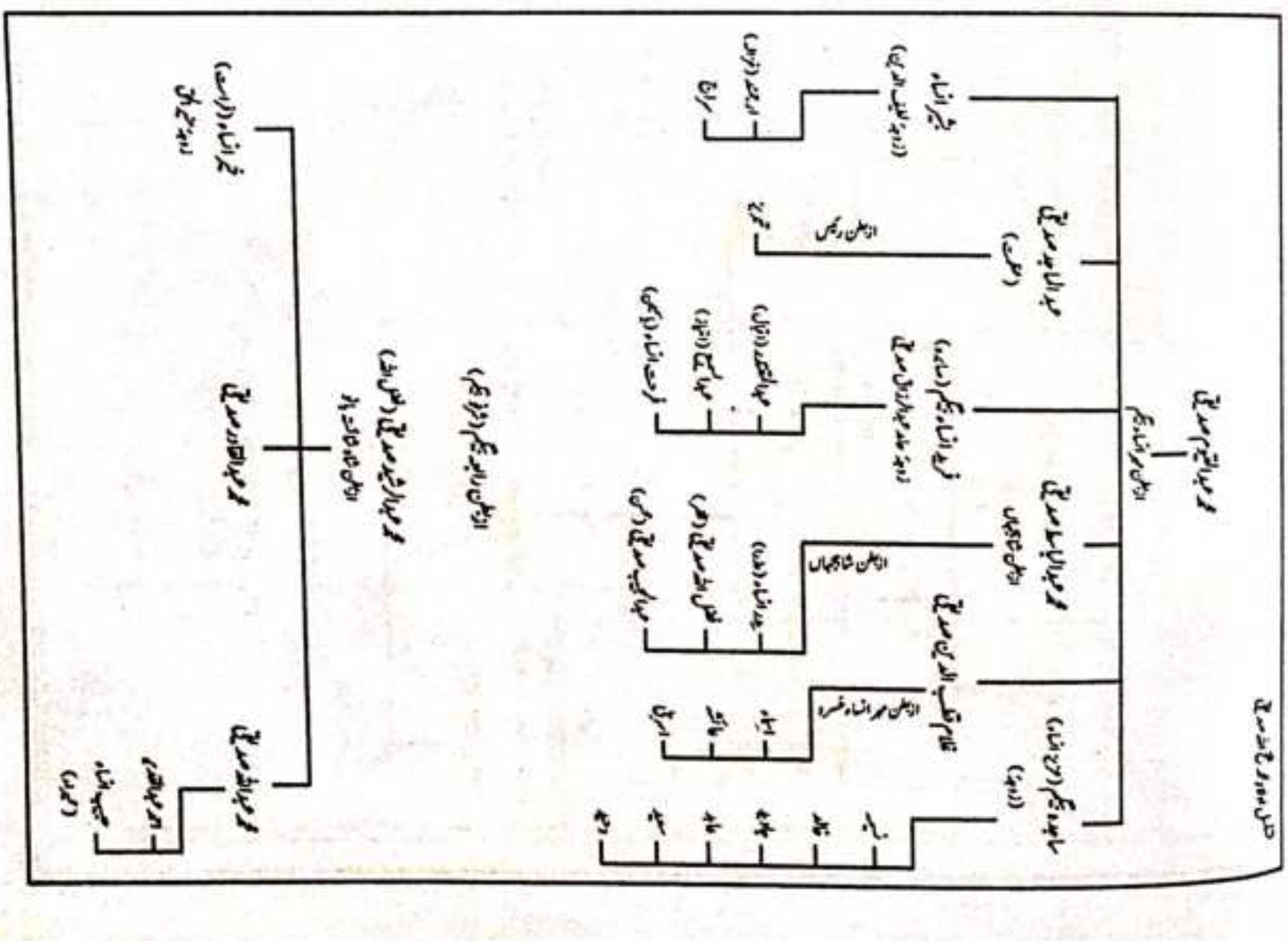

صاحبزادیاں حضرت محمد فضل اللہ صدیقی

ازبطن عائشہ بیگم

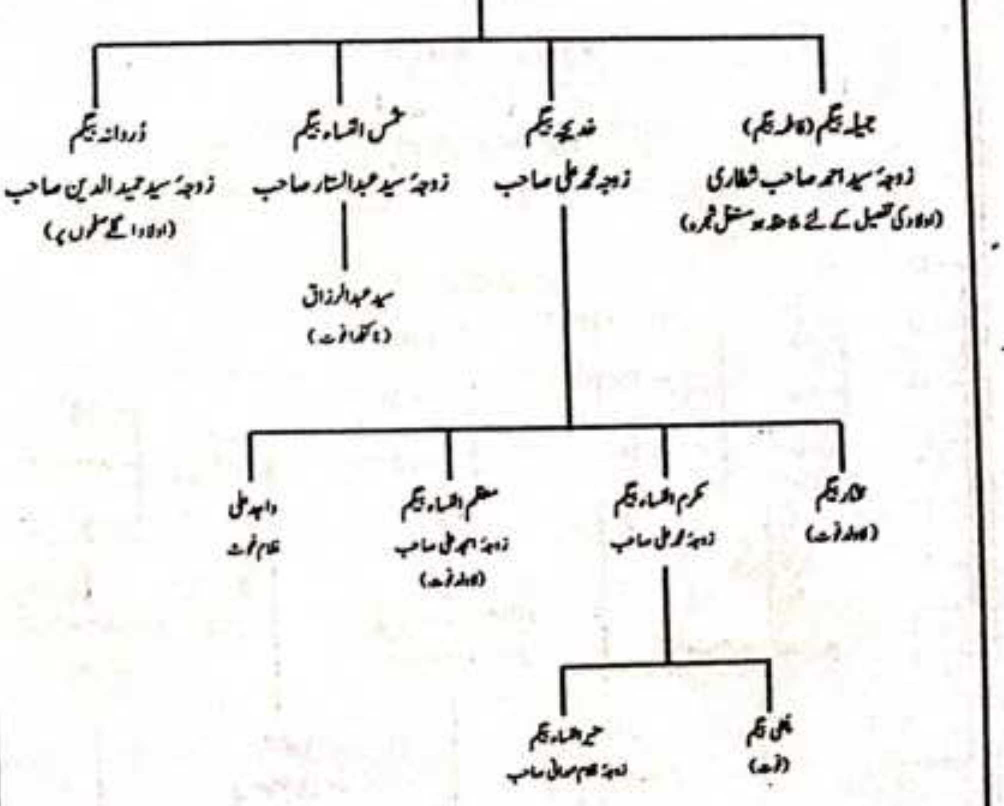

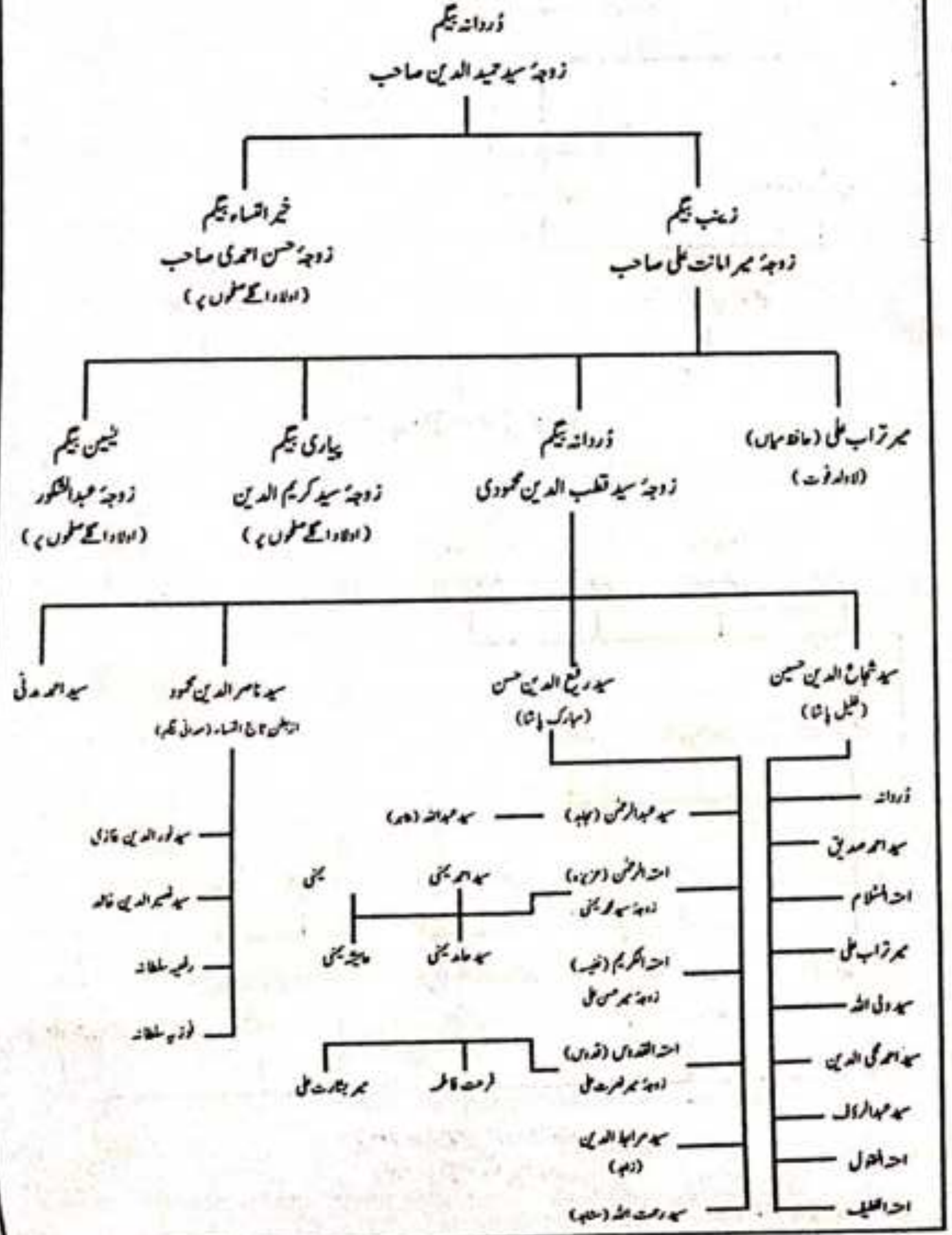

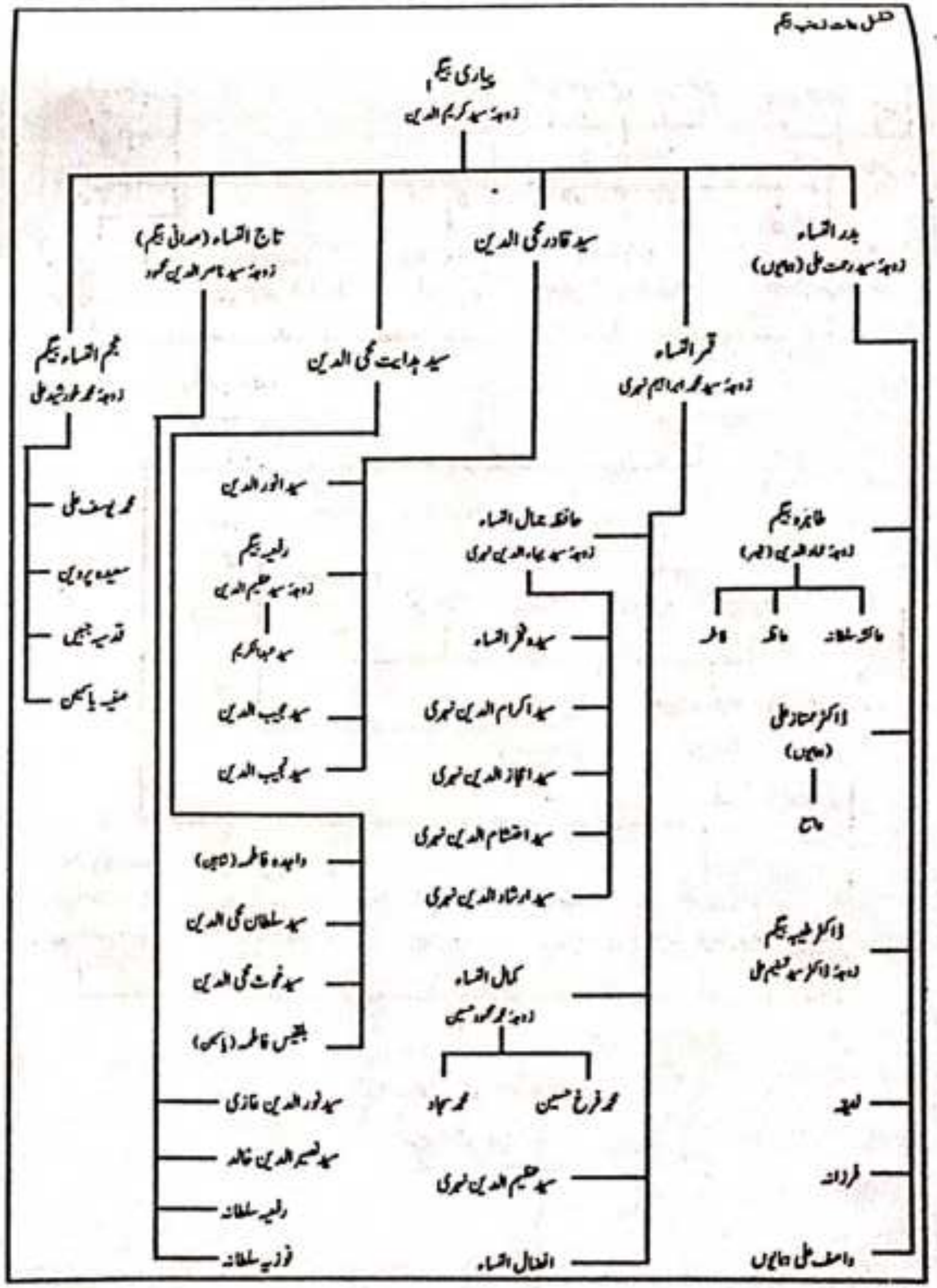
پیاری بیگم
زوجۂ سید کریم الدین
بدر النساء
زوجۂ سید رحمت علی (مرحوم)
سید قادر محی الدین
تاج النساء (سردار بیگم)
نجم النساء بیگم
زوجۂ محمد خورشید علی
سید ہدایت محی الدین
قمر النساء
محمد یوسف علی
سعیدہ پروین
قدسیہ جبیں
سید انور الدین
رقیہ بیگم
سید عبدالکریم
سید مجیب الدین
سید نجیب الدین
واجدہ فاطمہ (شاہین)
سید سلطان محی الدین
سید غوث محی الدین
بلقیس فاطمہ (یاسمین)
سید نور الدین غازی
سید نصیر الدین خالد
رقیہ سلطانہ
فوزیہ سلطانہ
حافظہ جمال النساء
سیدہ فخر النساء
سید اکرام الدین نیری
سید اعجاز الدین نیری
سید احتشام الدین نیری
سید ارشاد الدین نیری
کمال النساء
محمد سجاد
محمد فرخ حسین
سید حلیم الدین نیری
افضال النساء
طاہرہ بیگم
ڈاکٹر ممتاز علی
(مرحوم)
ڈاکٹر طیبہ بیگم
فرزانہ
واصف علی (مرحوم)

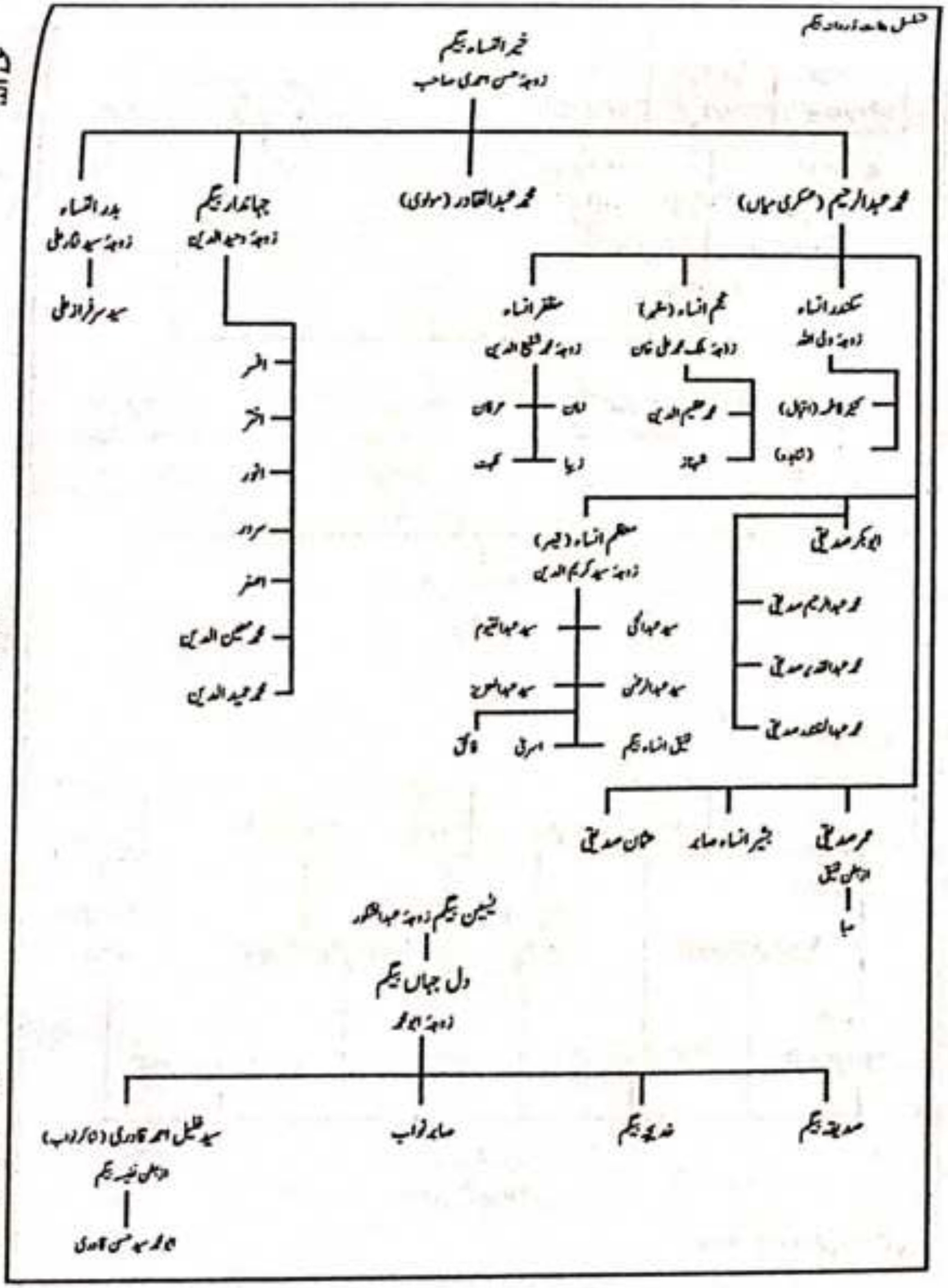
خیر النساء بیگم
محمد عبدالرحیم (عسکری میاں)
محمد عبدالقادر (مولوی)
جہاندار بیگم
بدر النساء
سید سرفراز علی
اطہر
اختر
انور
سرور
اصغر
محمد معین الدین
محمد حمید الدین
سکندر النساء
مظفر النساء
کنیز فاطمہ (اقبال)
(شاہدہ)
محمد عظیم الدین
شہناز
زیبا
نکہت
عرفان
ابوبکر صدیقی
محمد عبدالرحیم صدیقی
محمد عبداللہ صدیقی
محمد عبدالصمد صدیقی
معظم النساء (قیصر)
زوجۂ سید کریم الدین
سید عبدالہادی
سید عبدالقیوم
سید عبدالرحمن
شکیل النساء بیگم
عمر صدیقی
عثمان صدیقی
دل جہاں بیگم
زوجۂ ابو محمد
صدیقہ بیگم
خدیجہ بیگم
صابر نواب

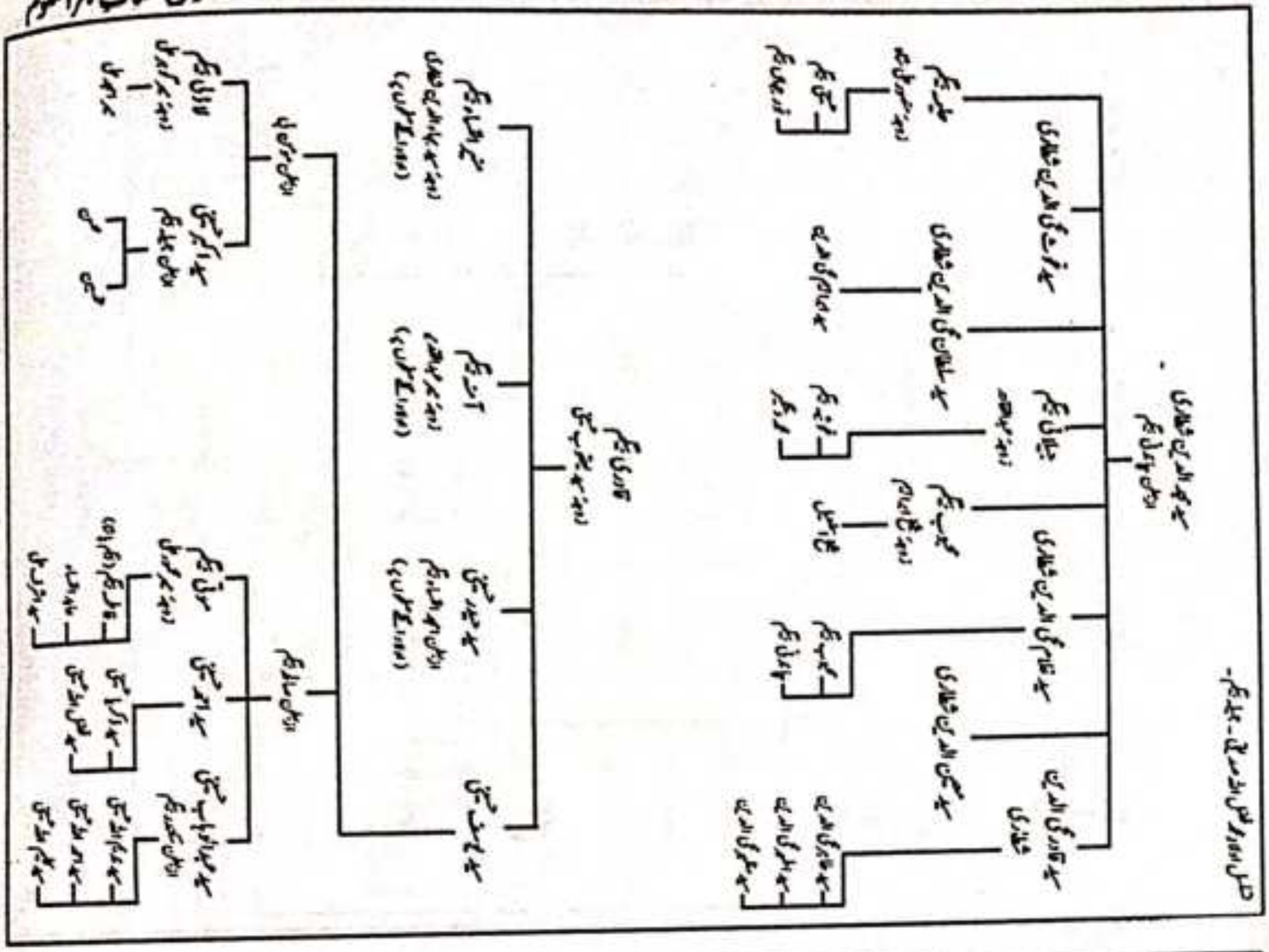

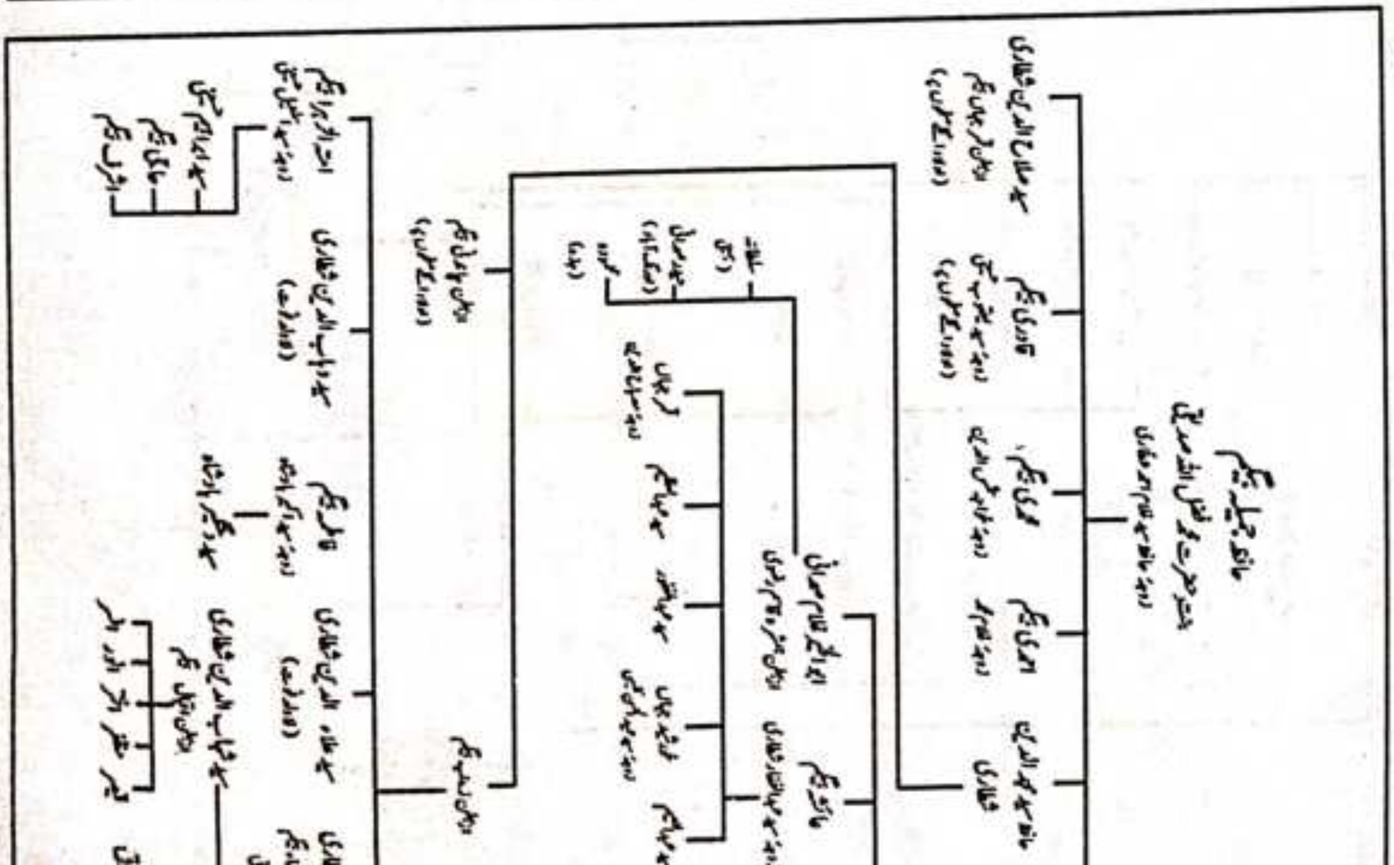

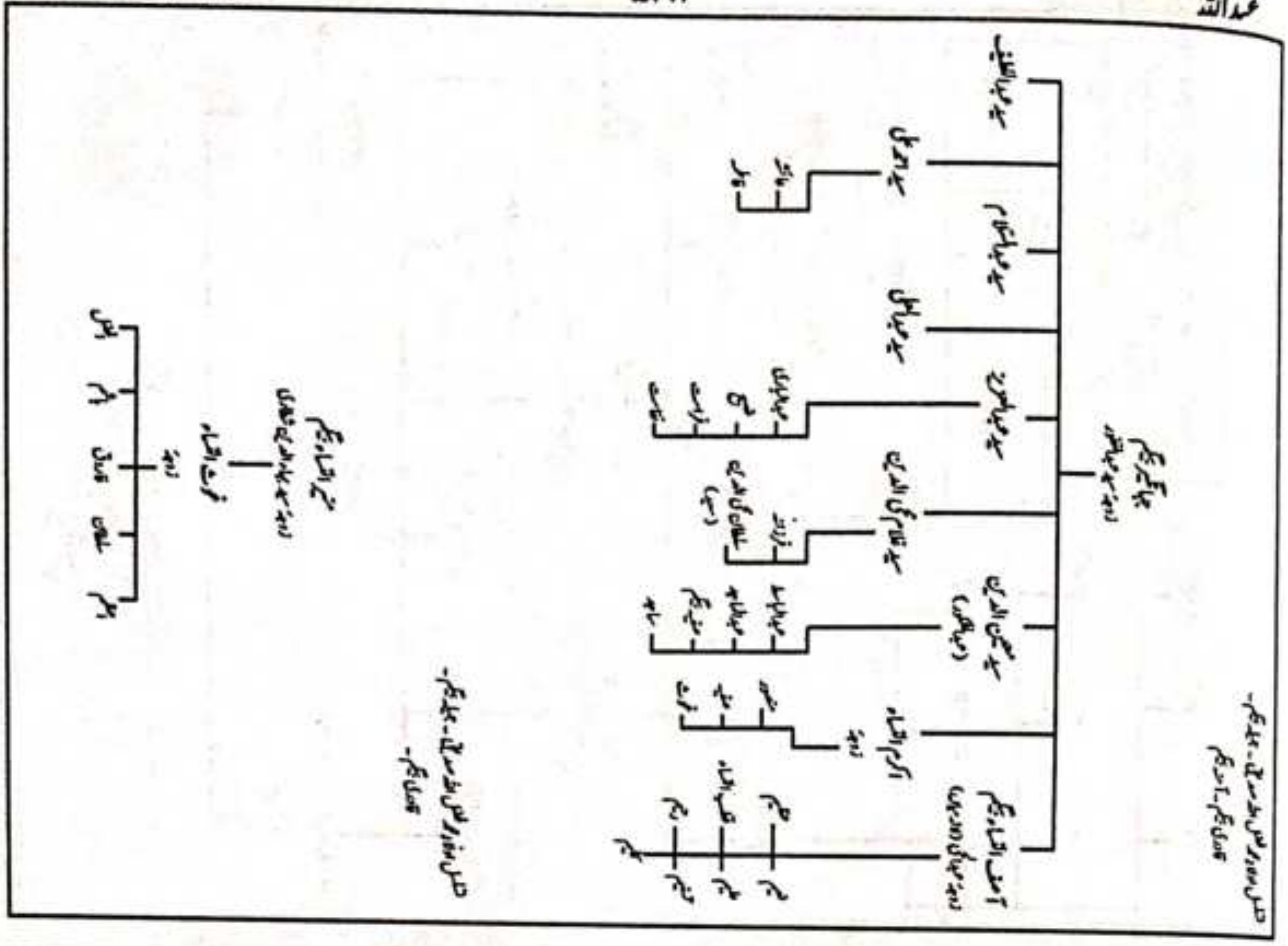

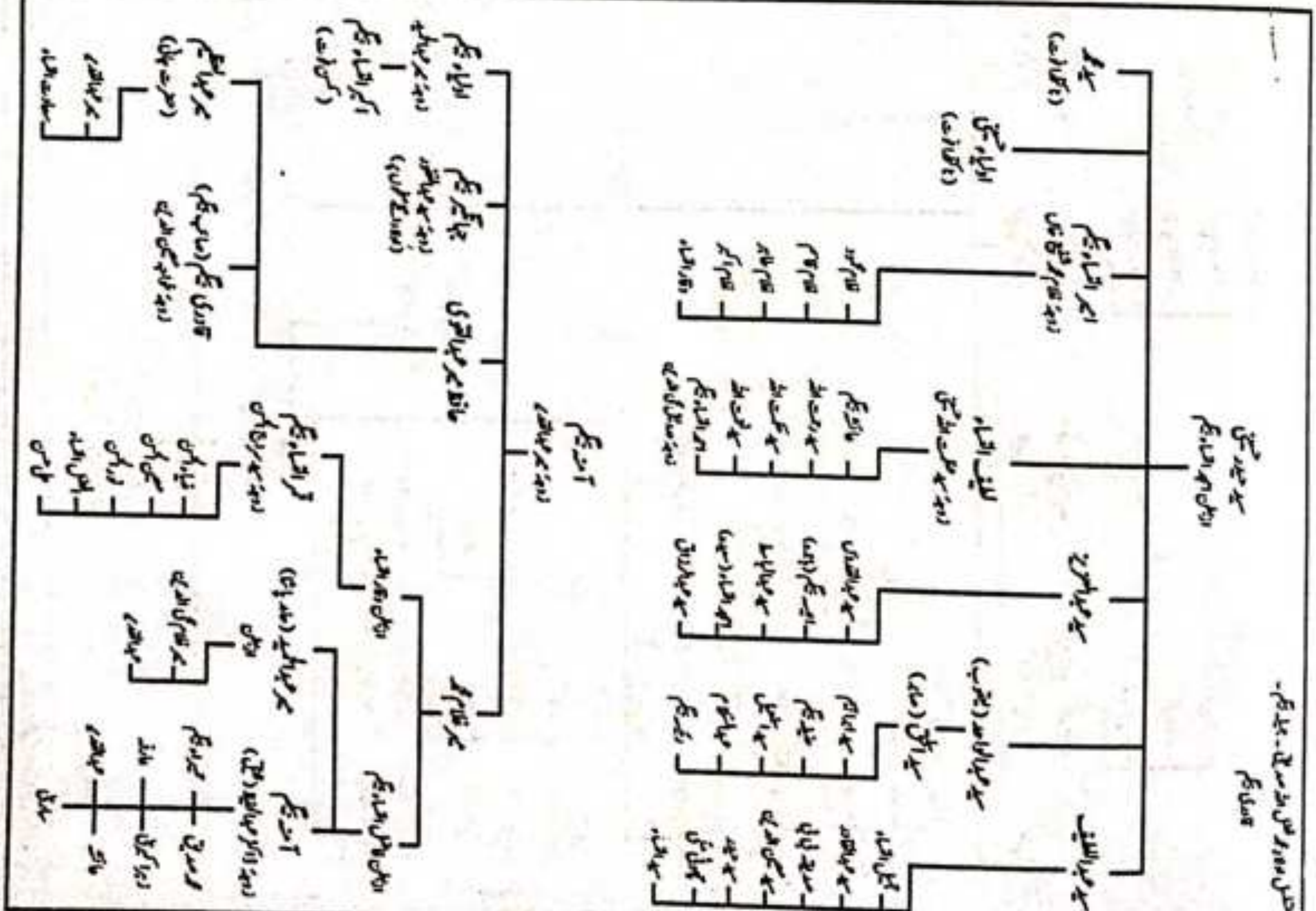

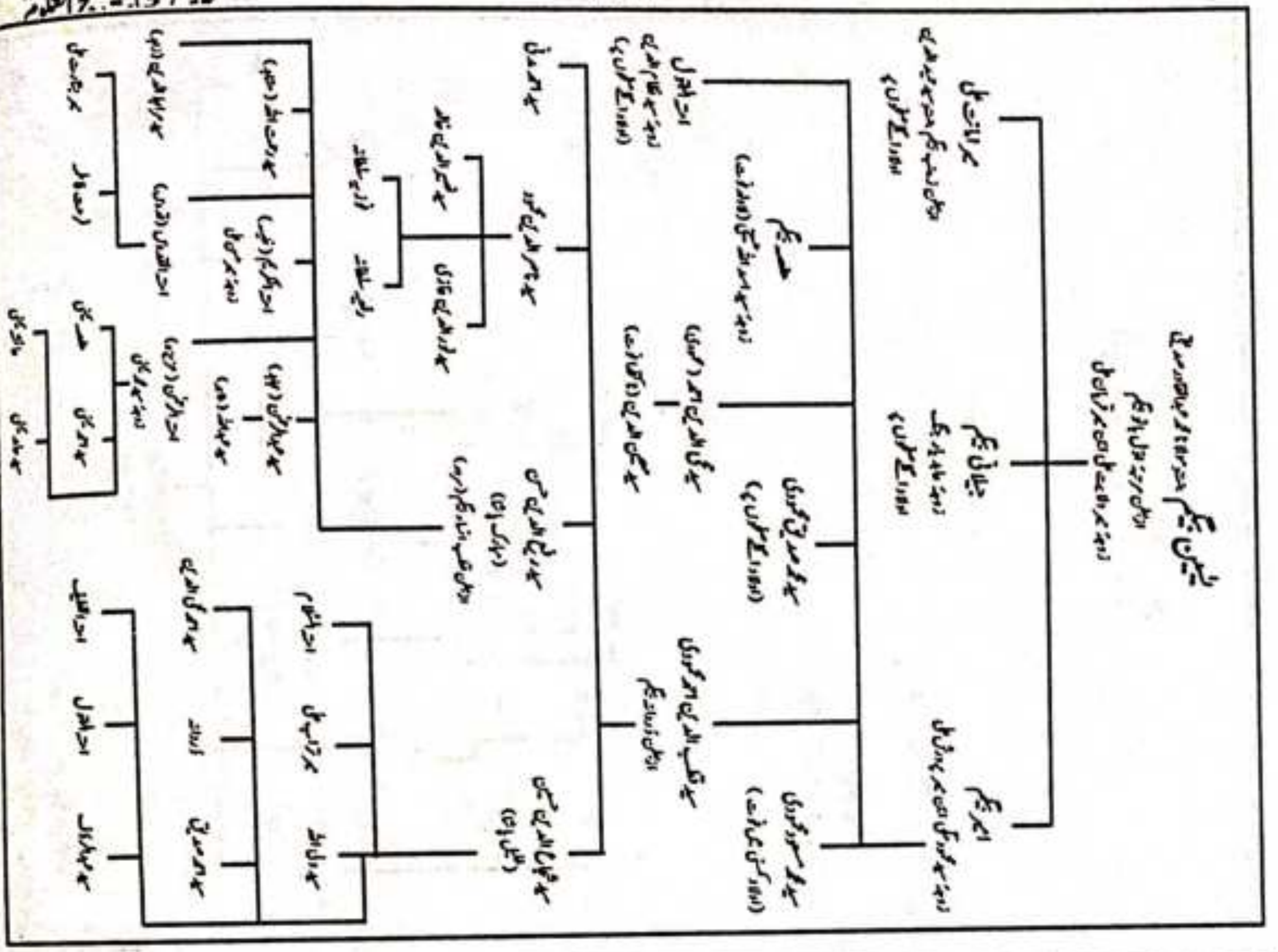

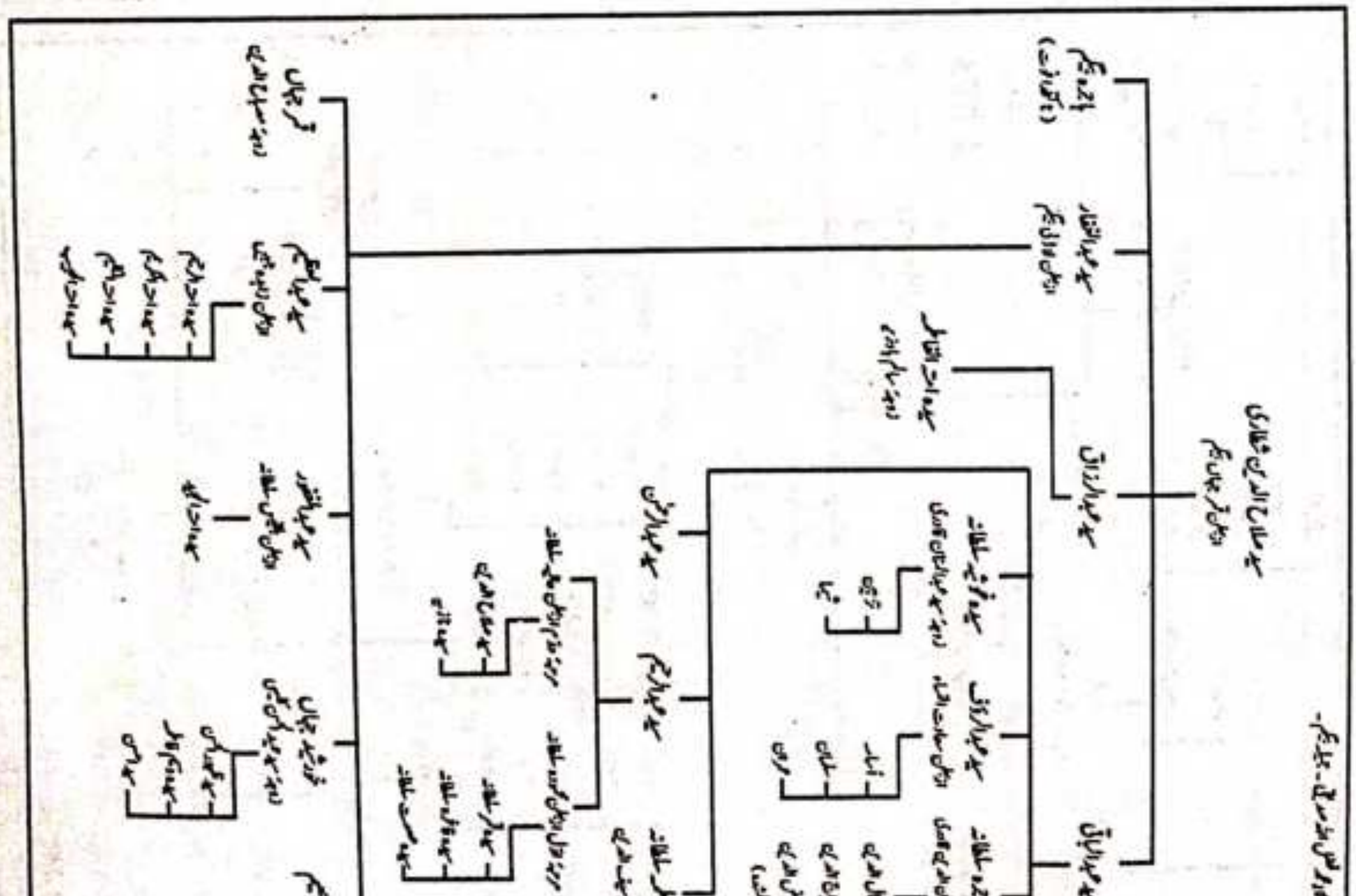

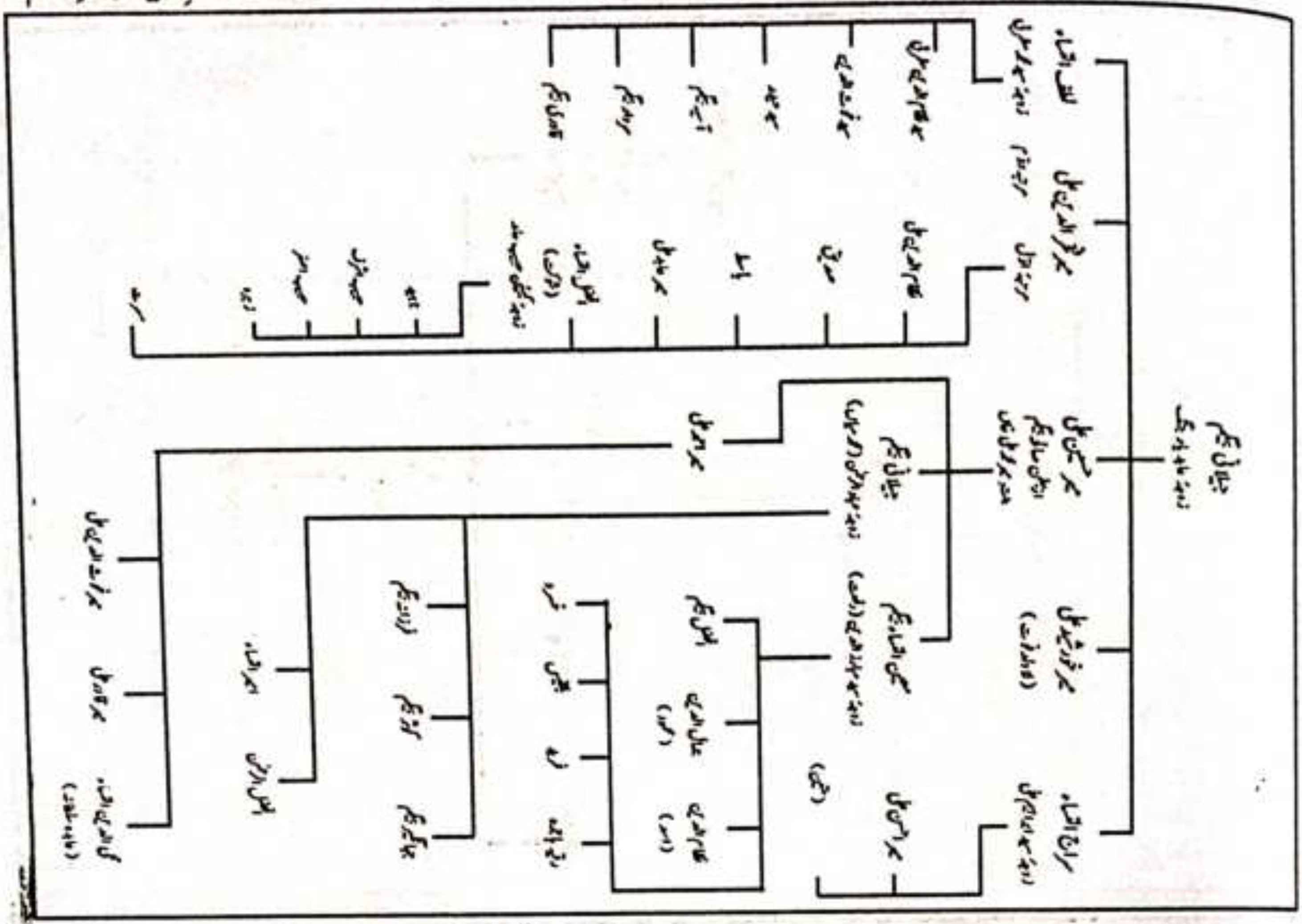

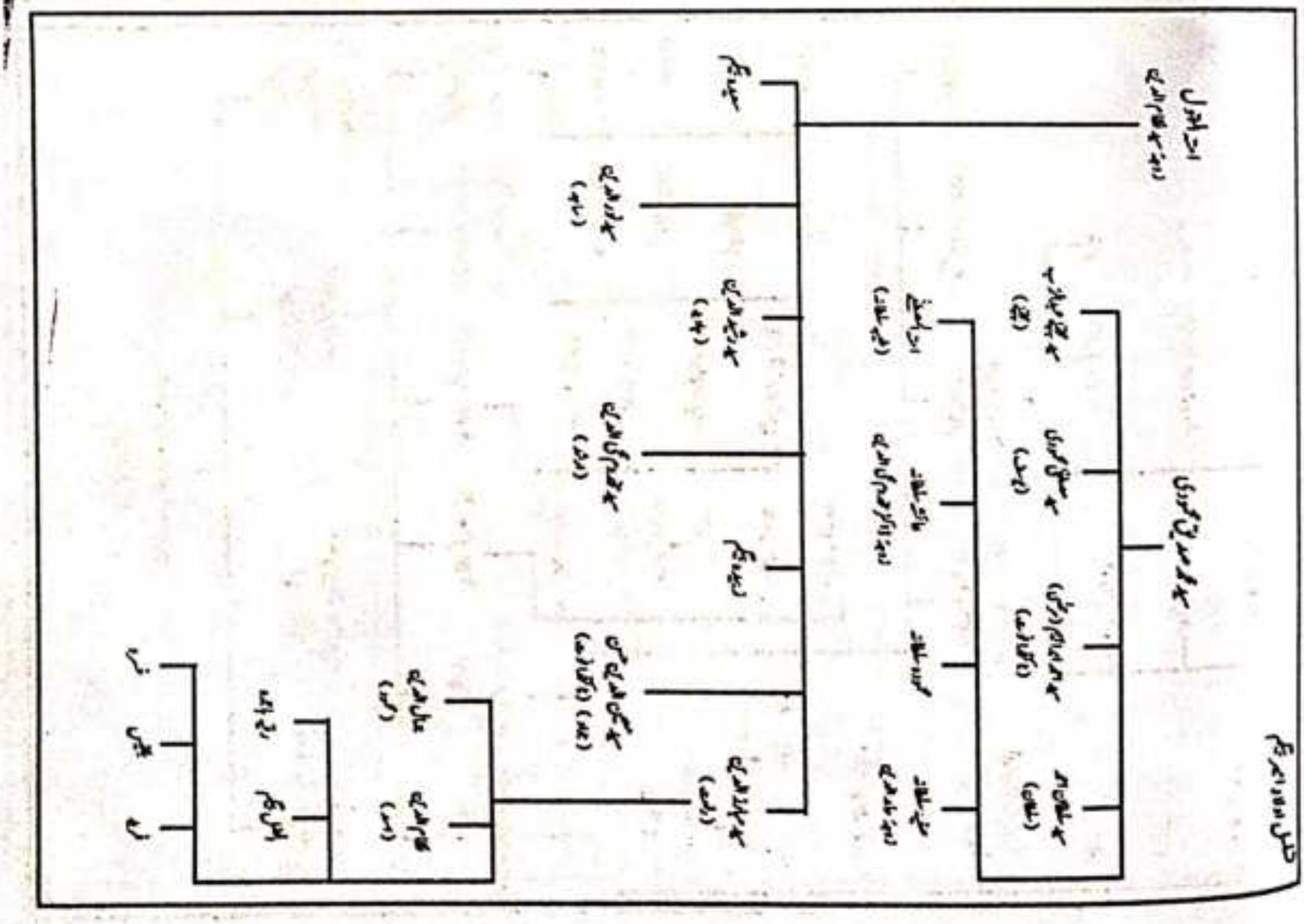

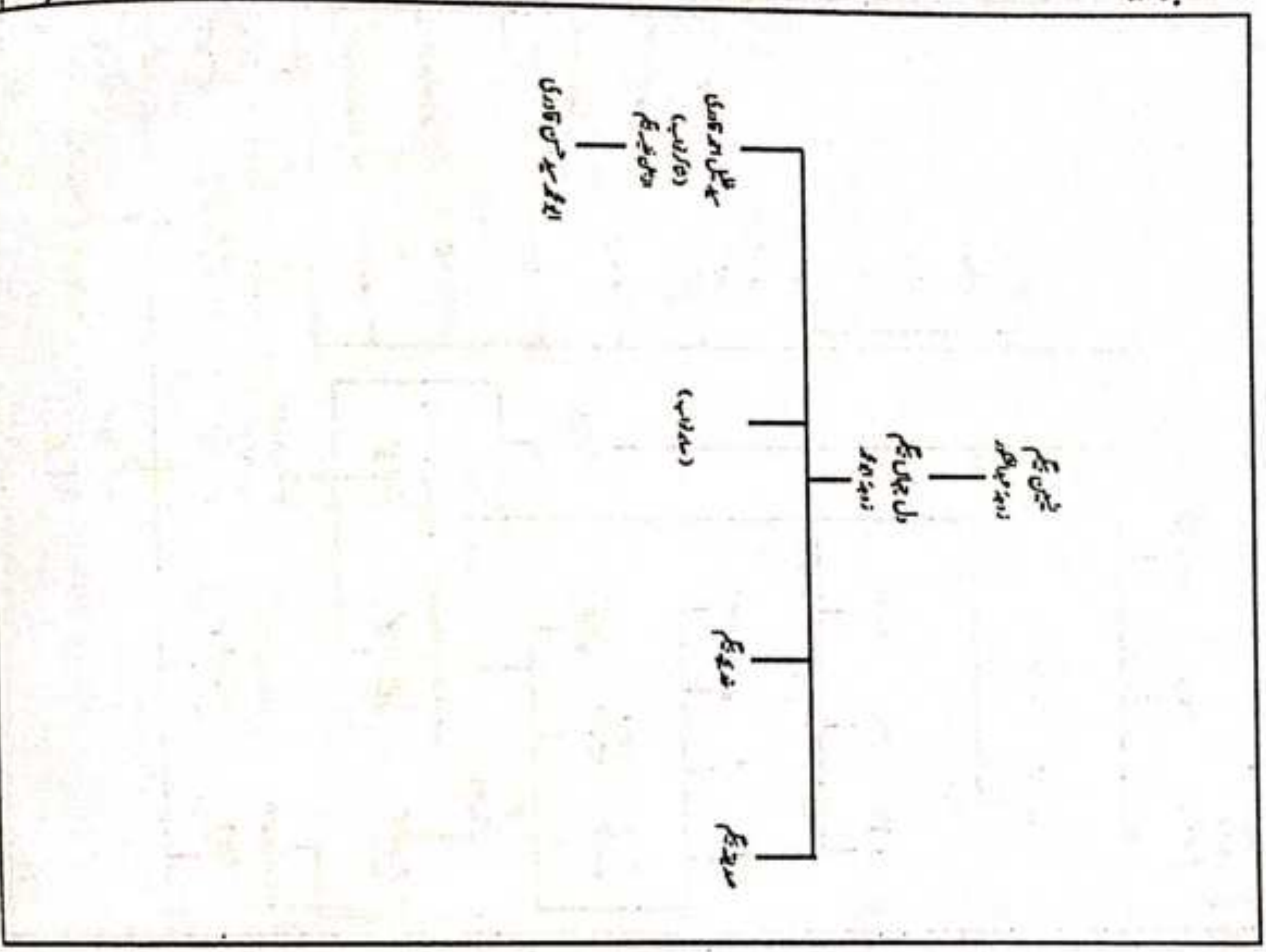

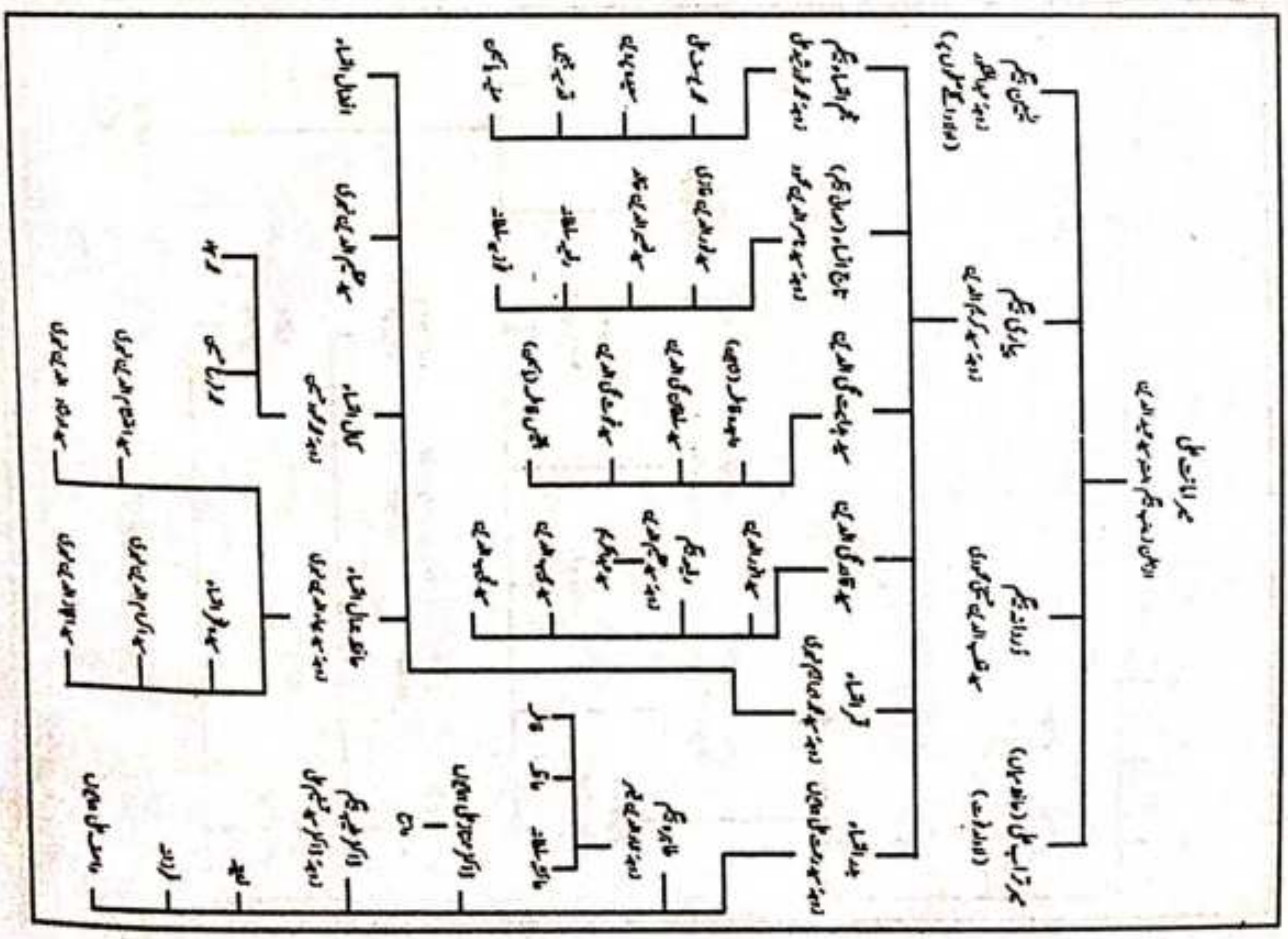

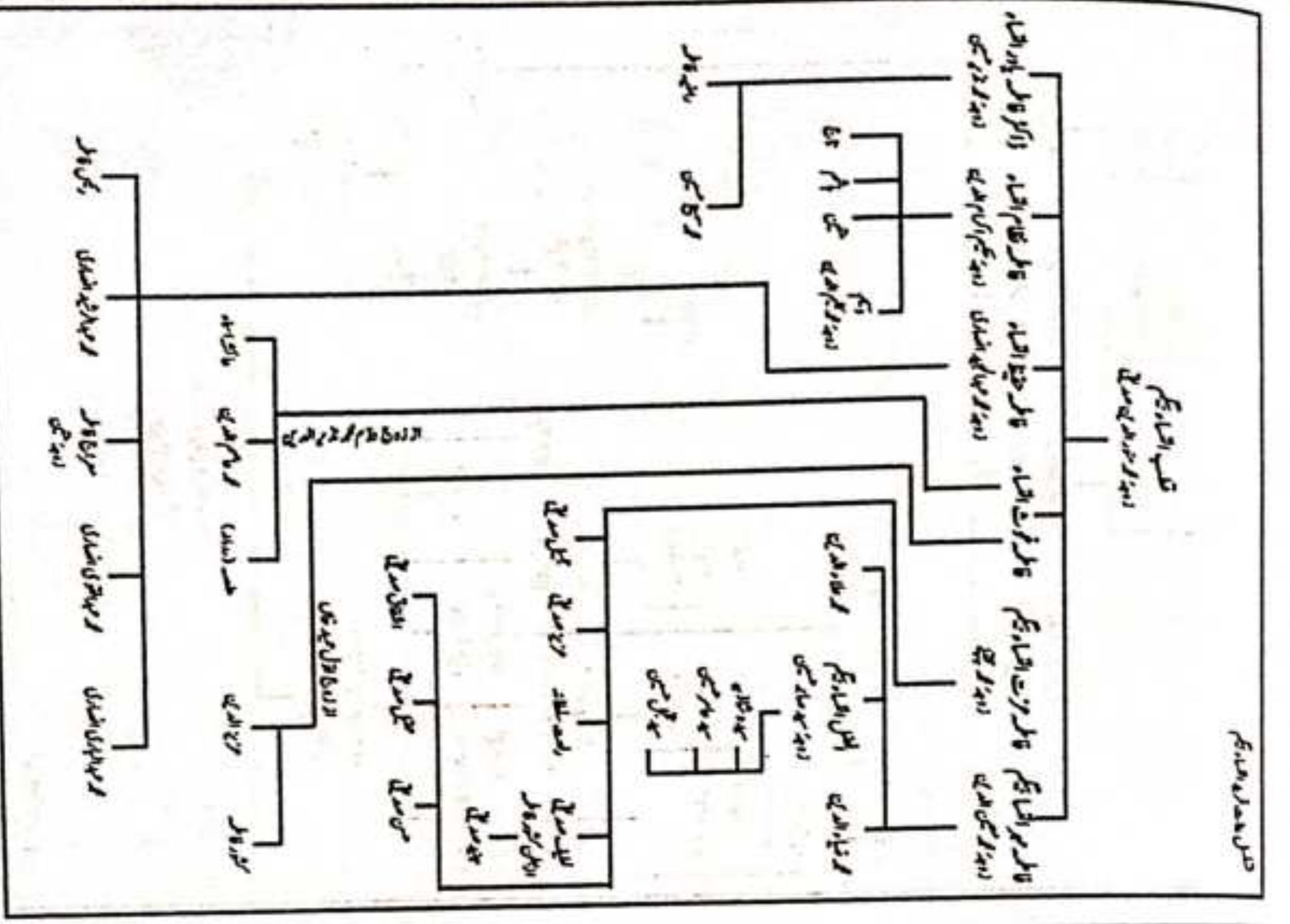

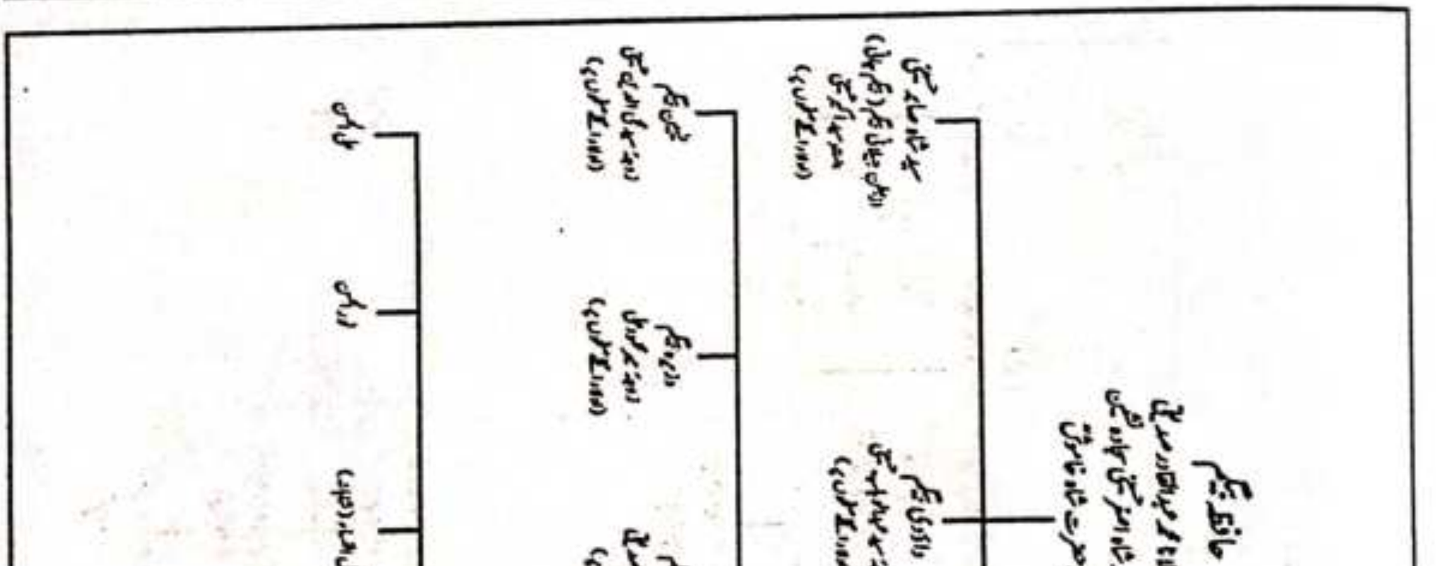

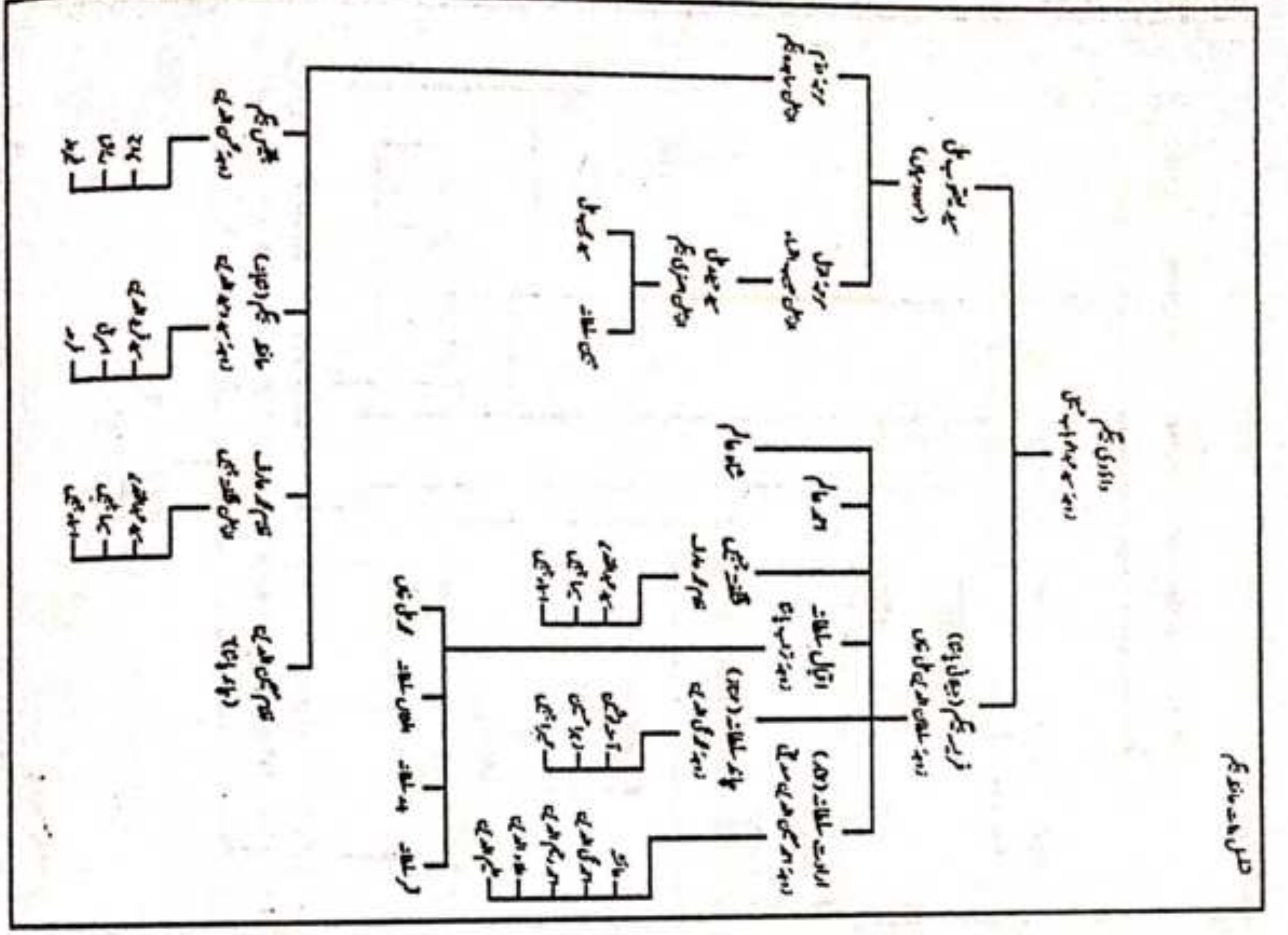

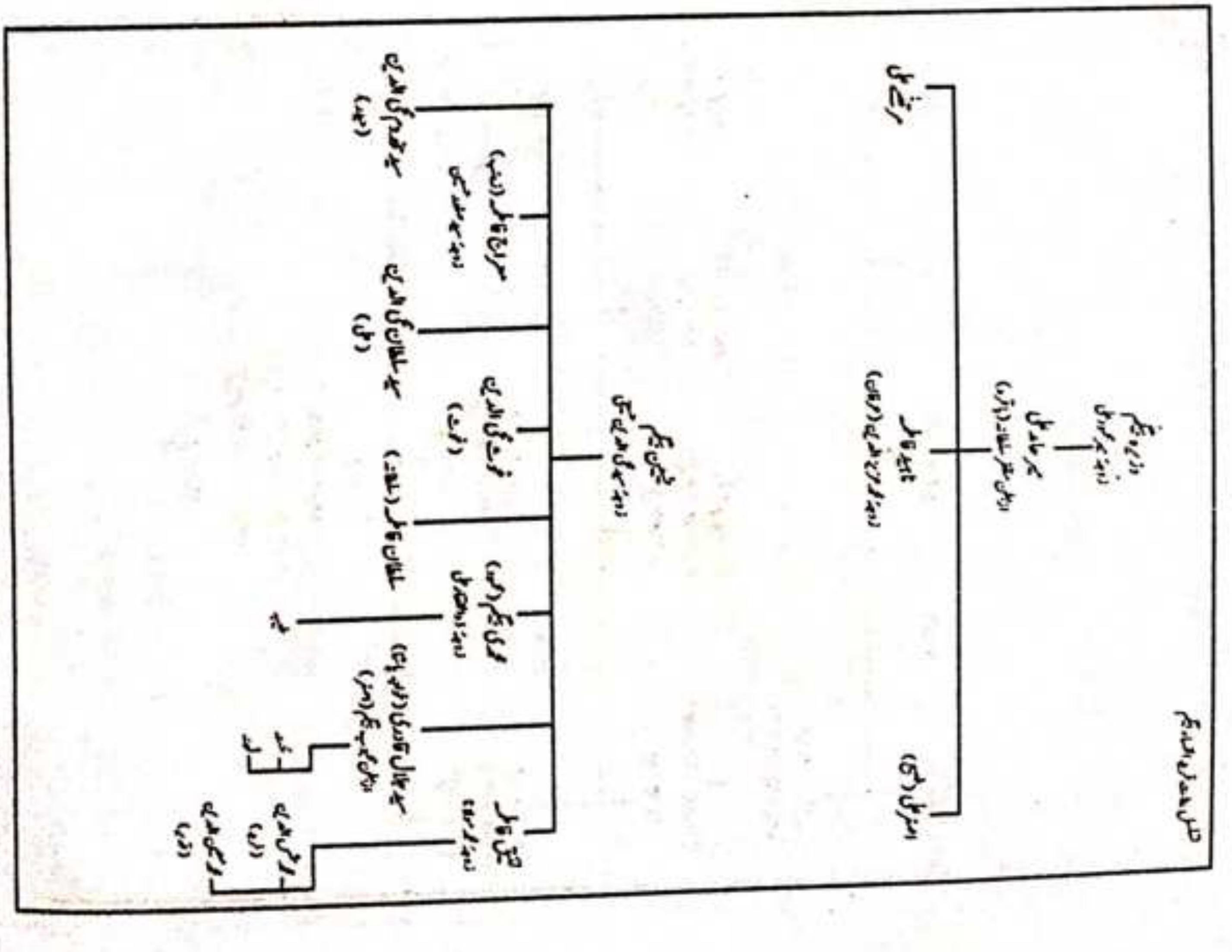

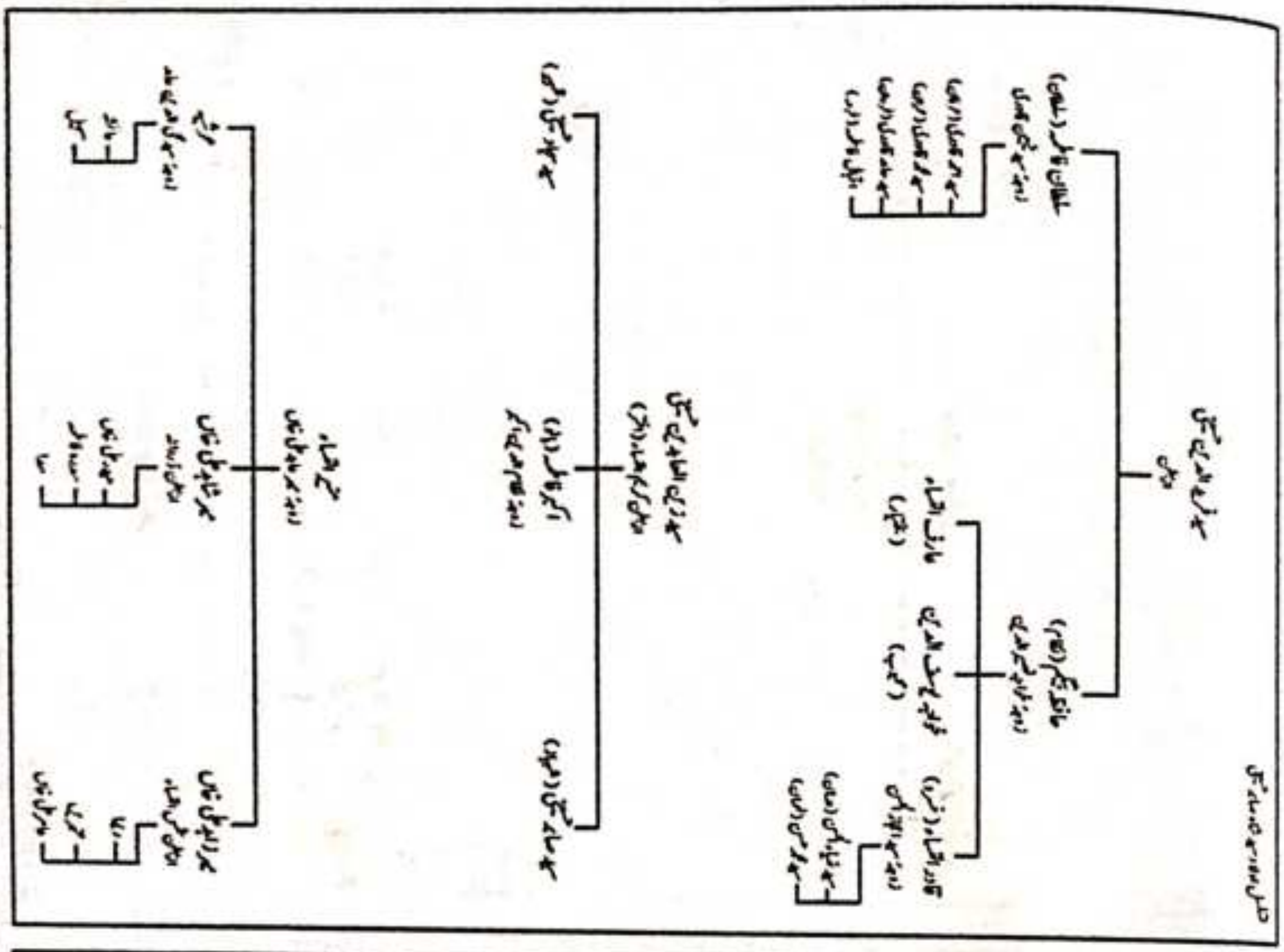

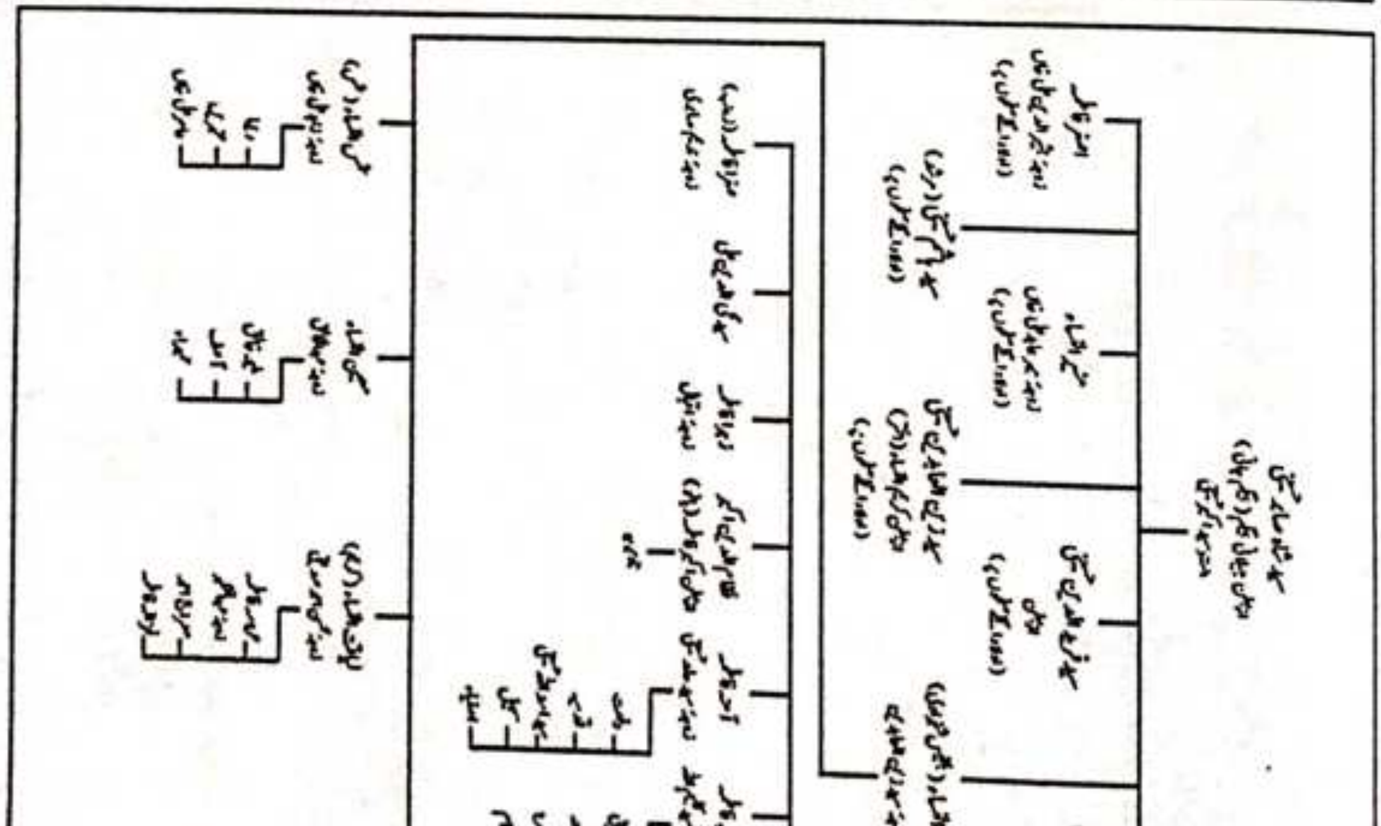

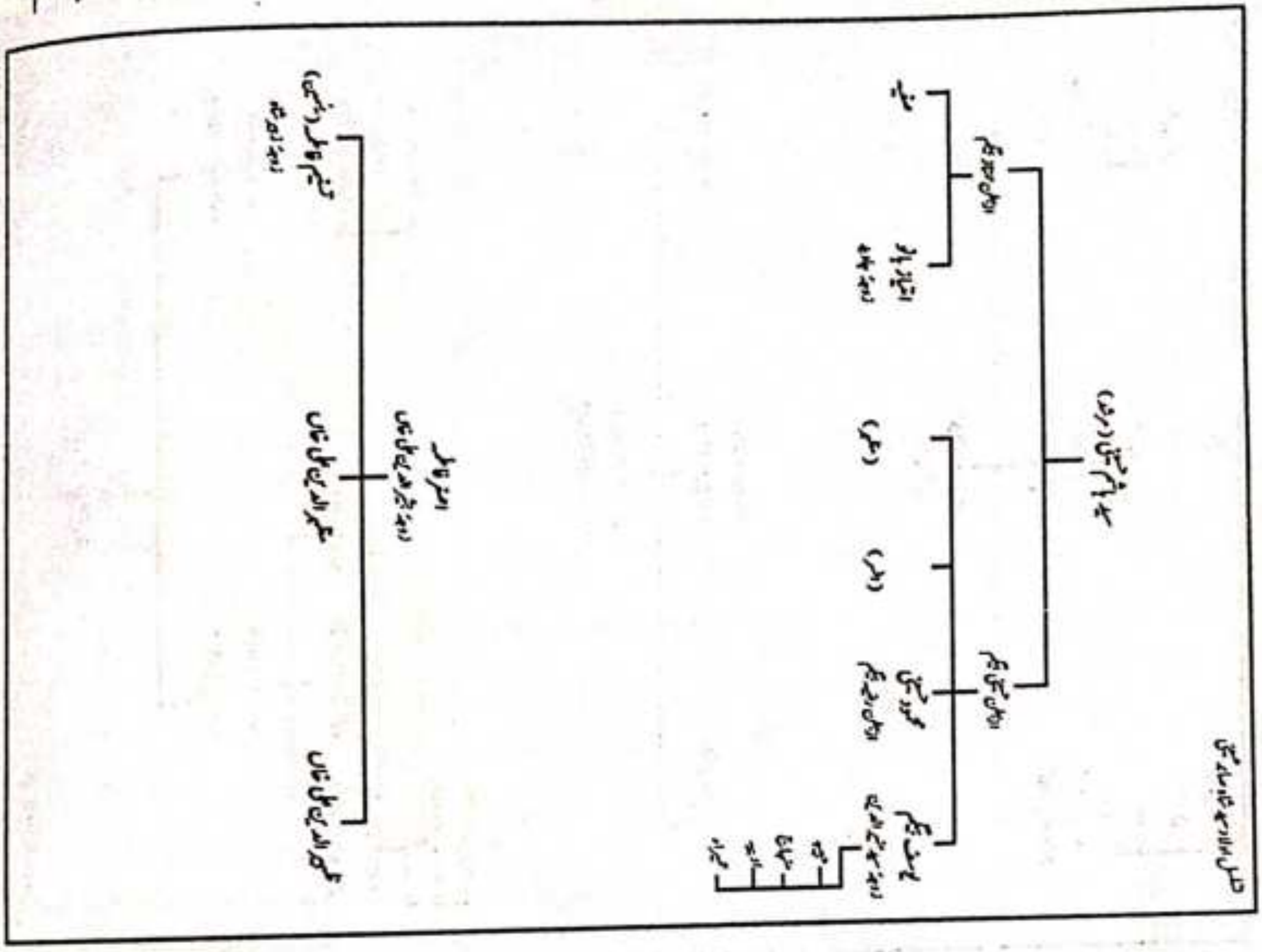

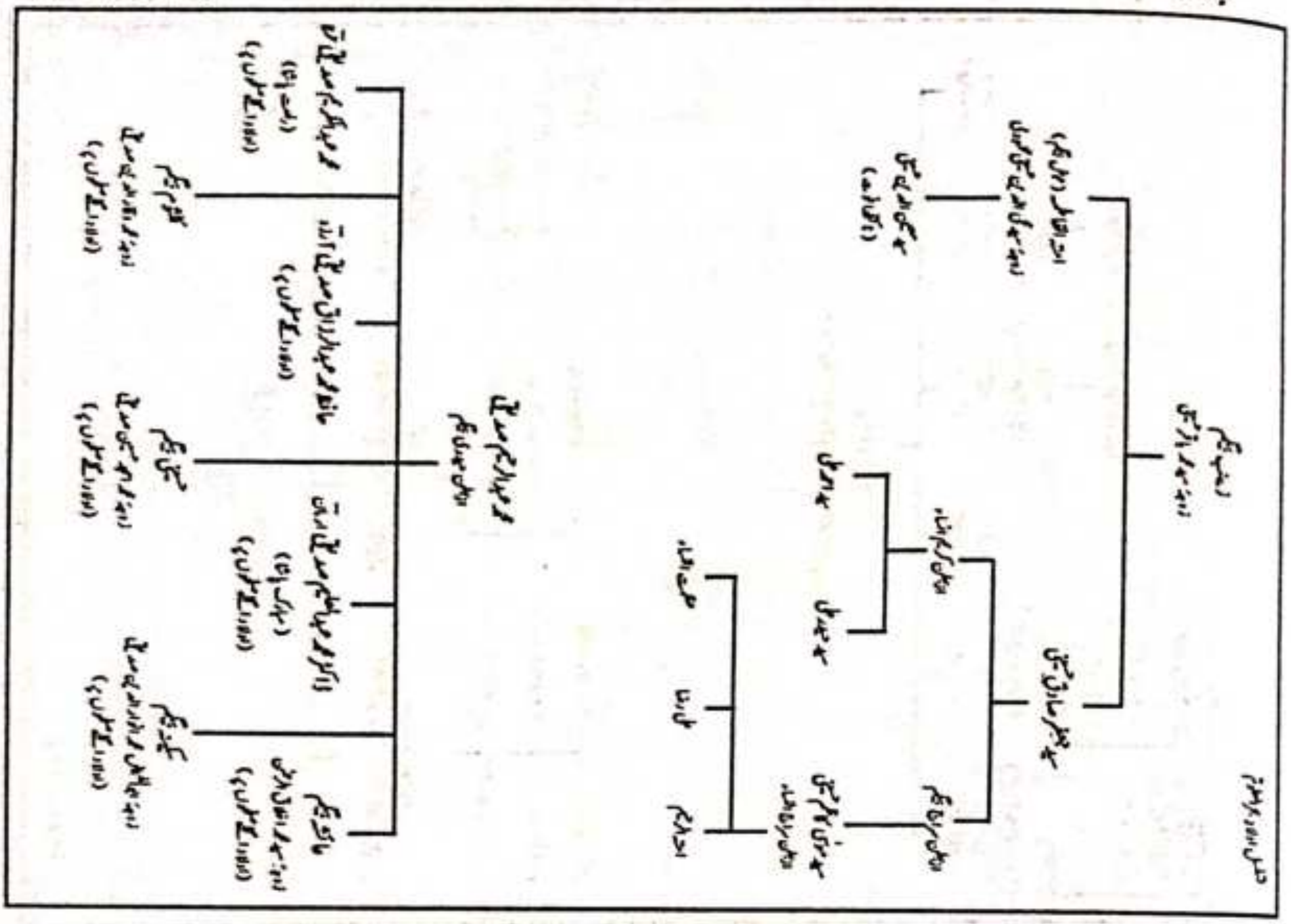

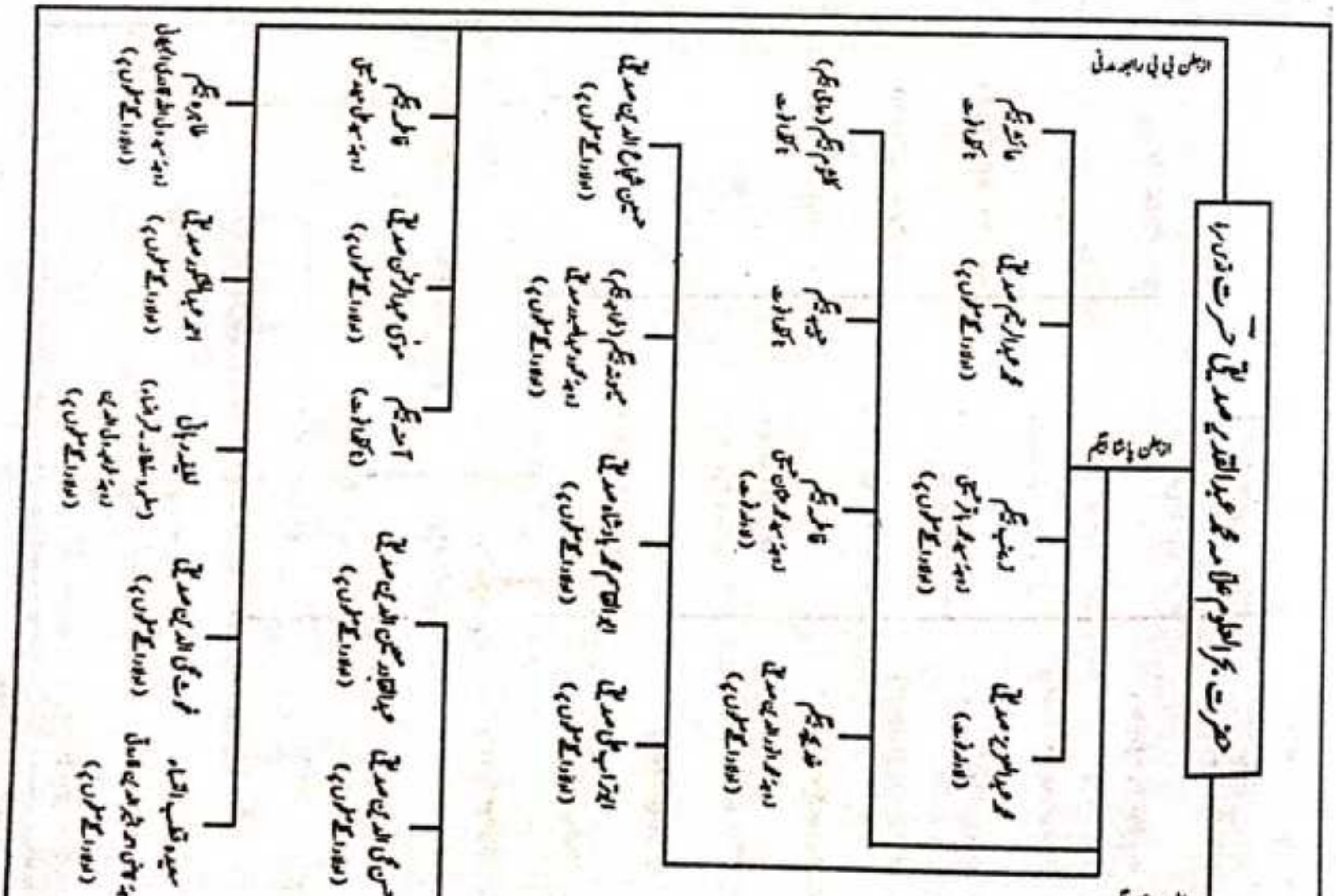

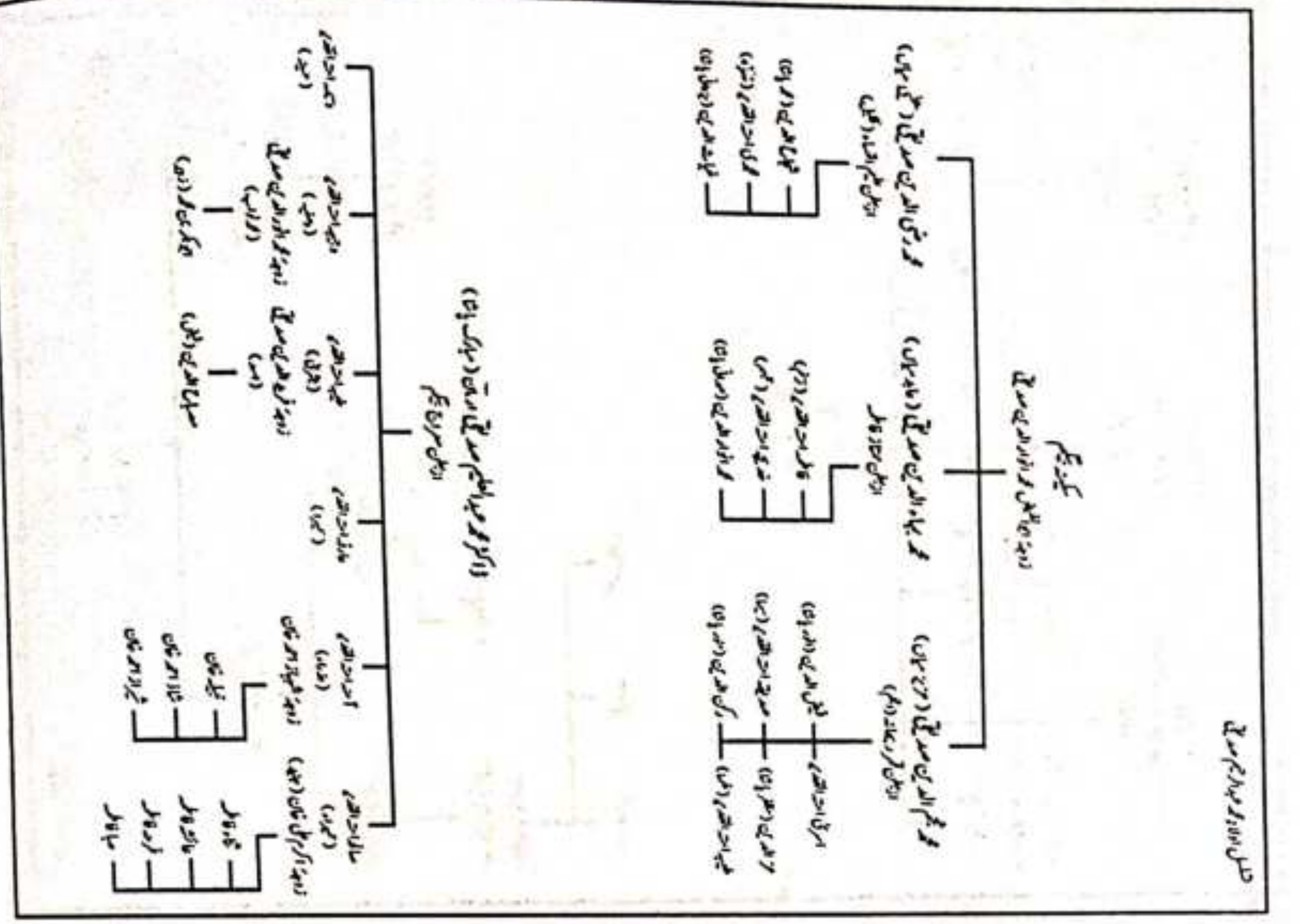

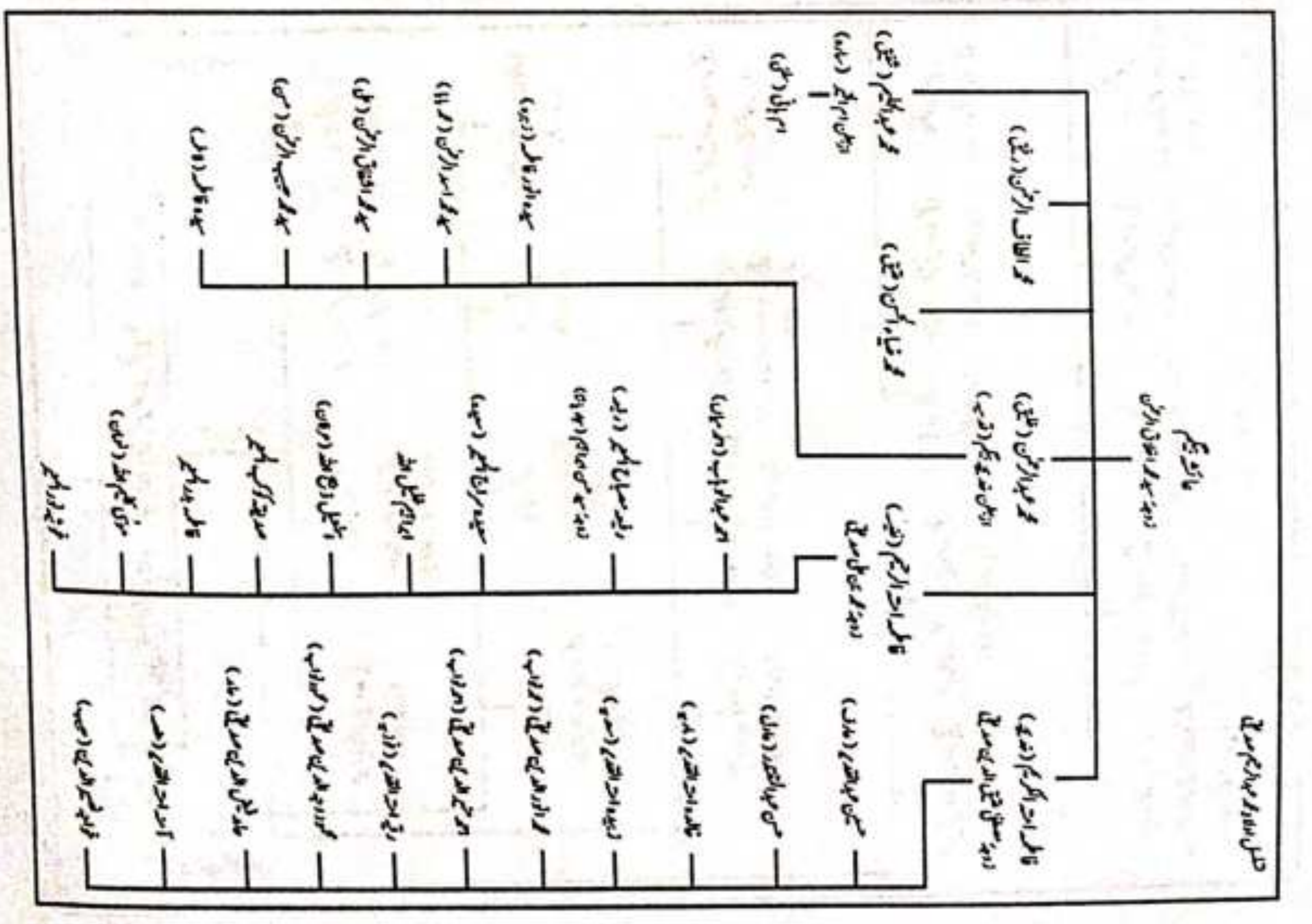

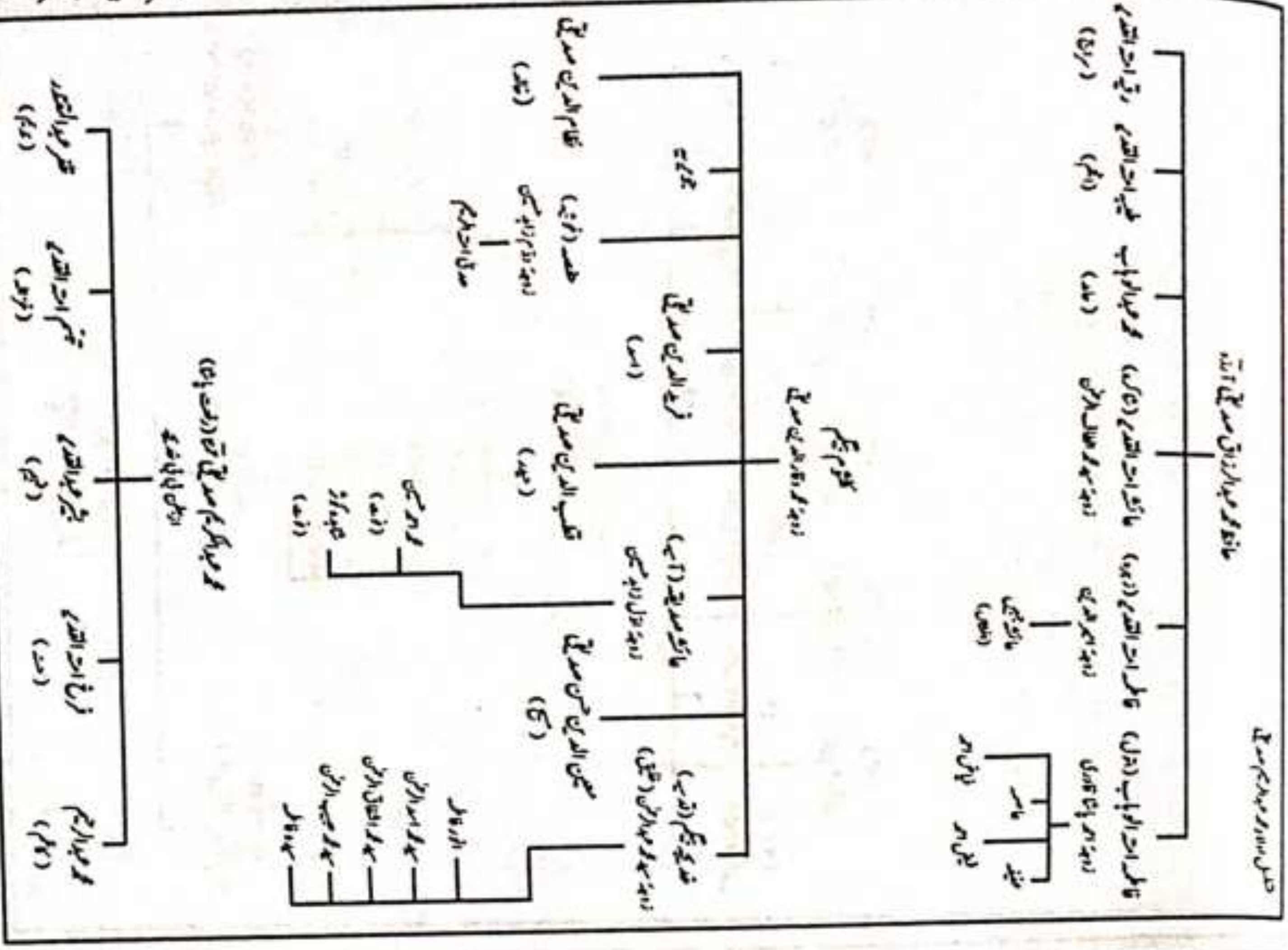

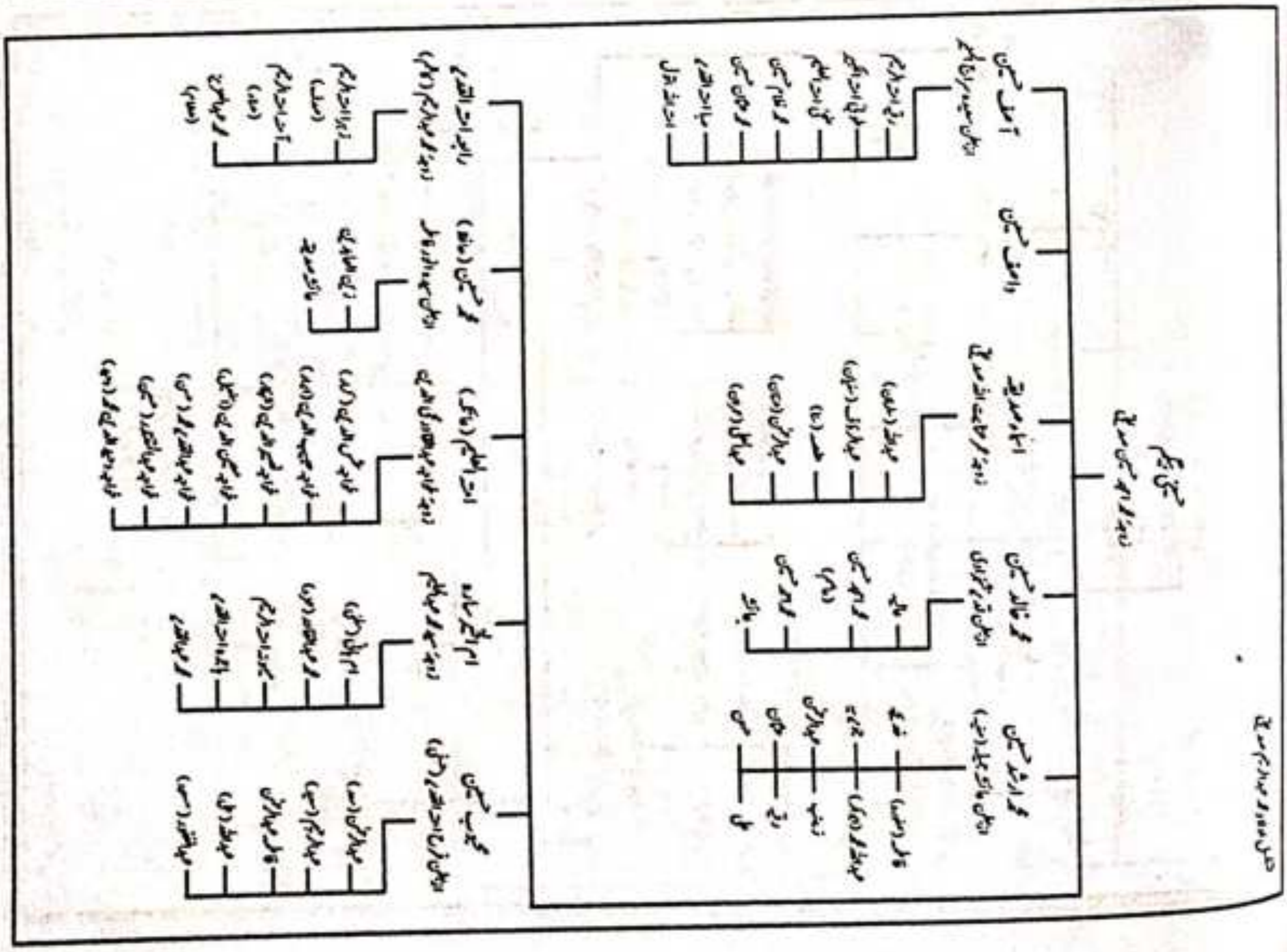

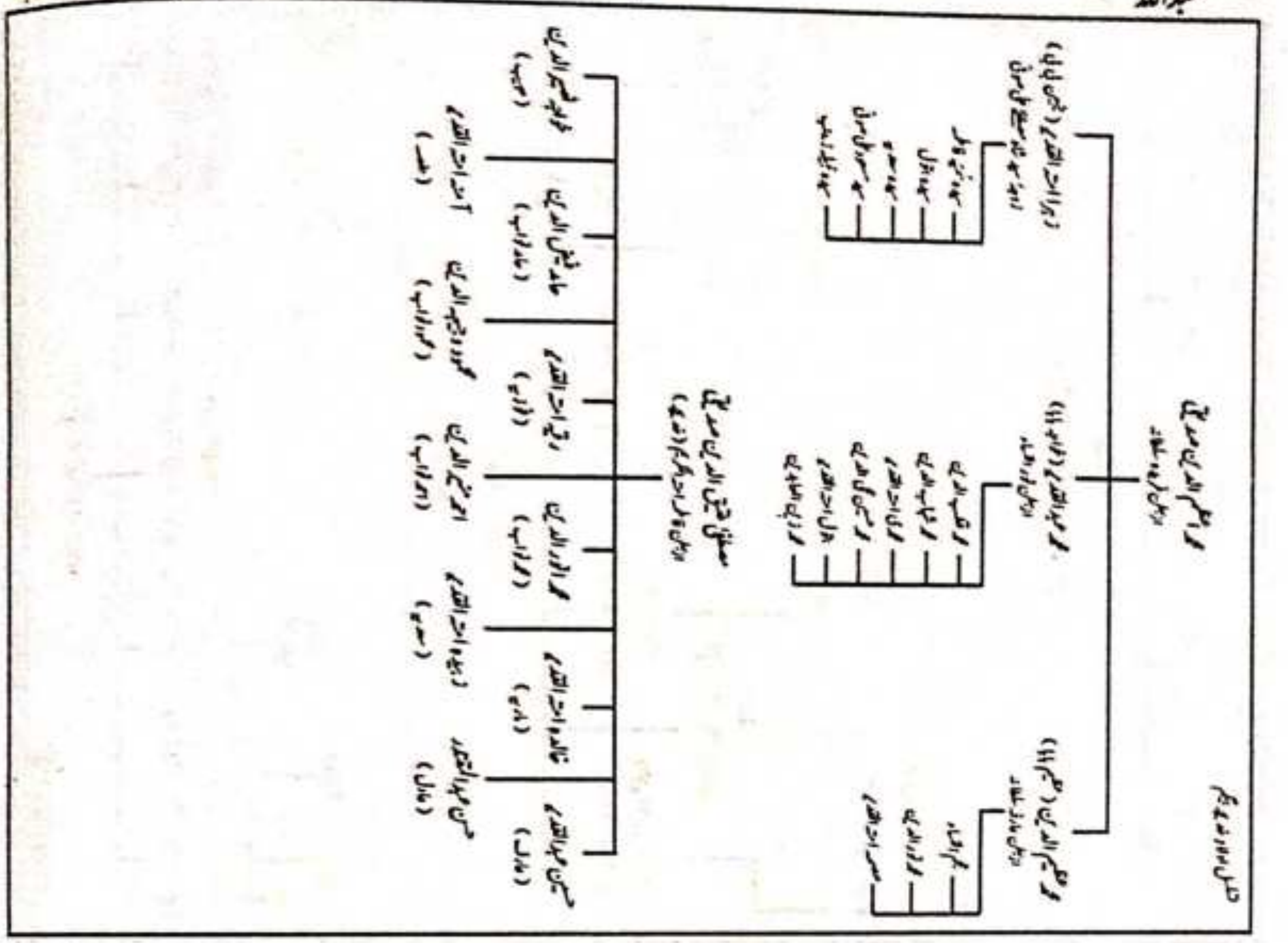

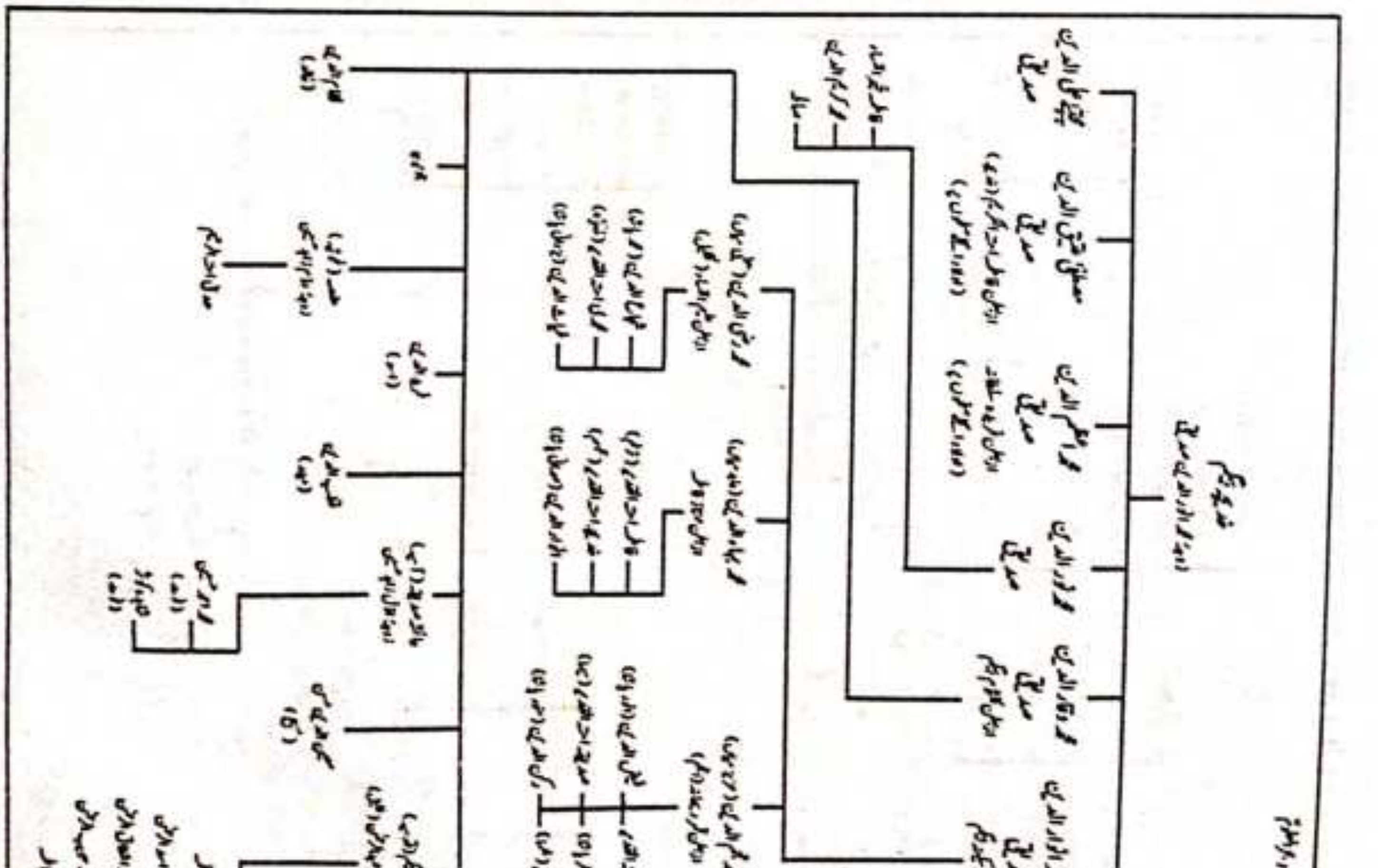

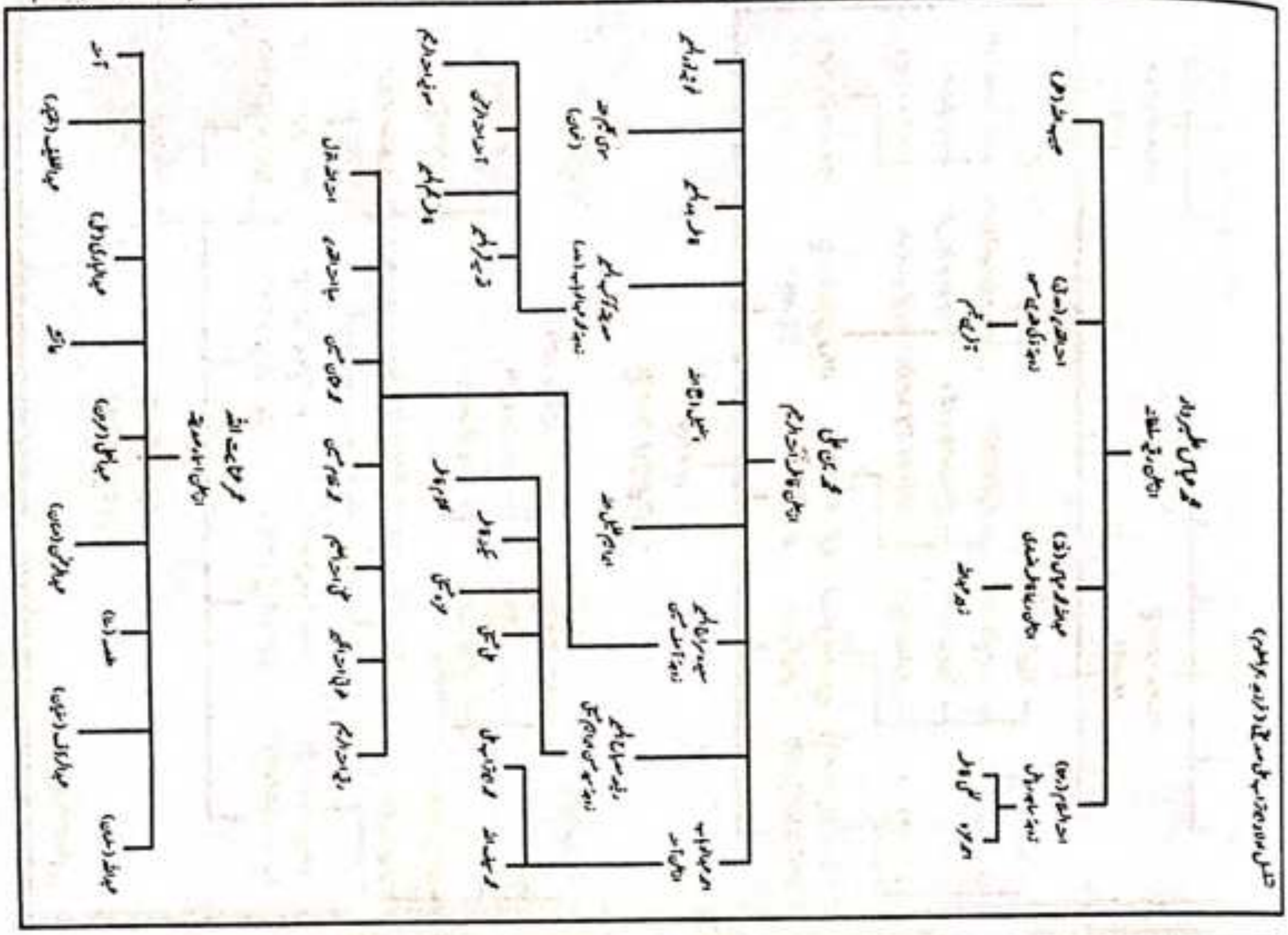

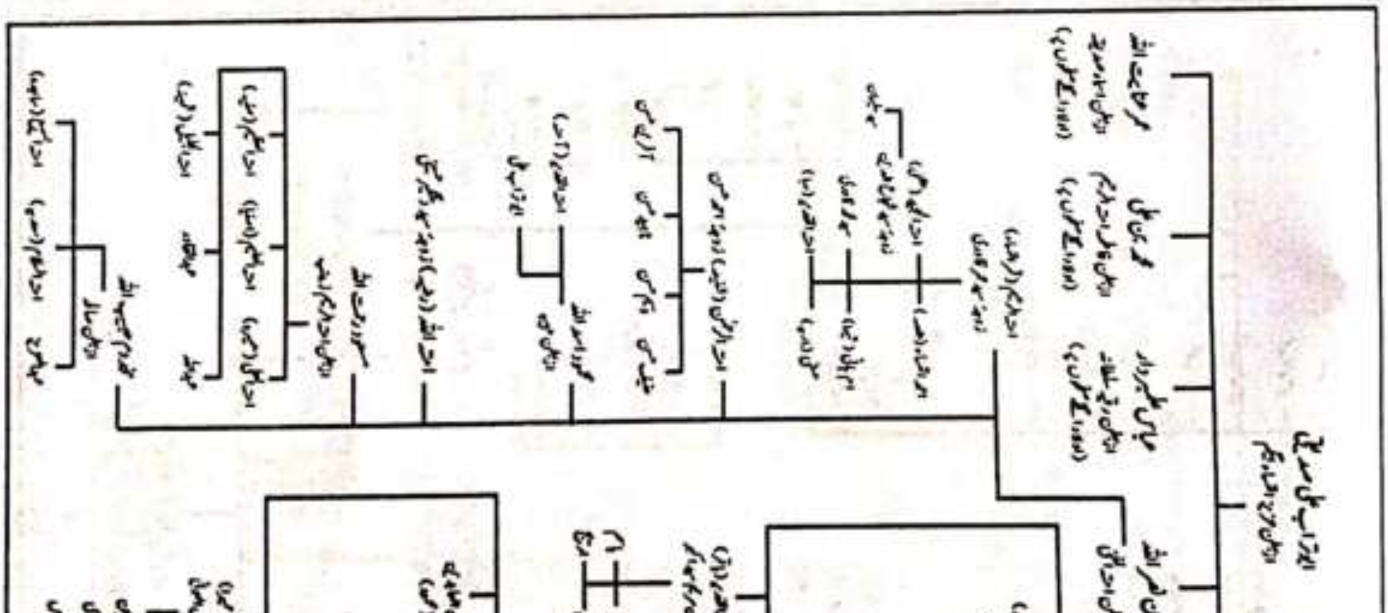

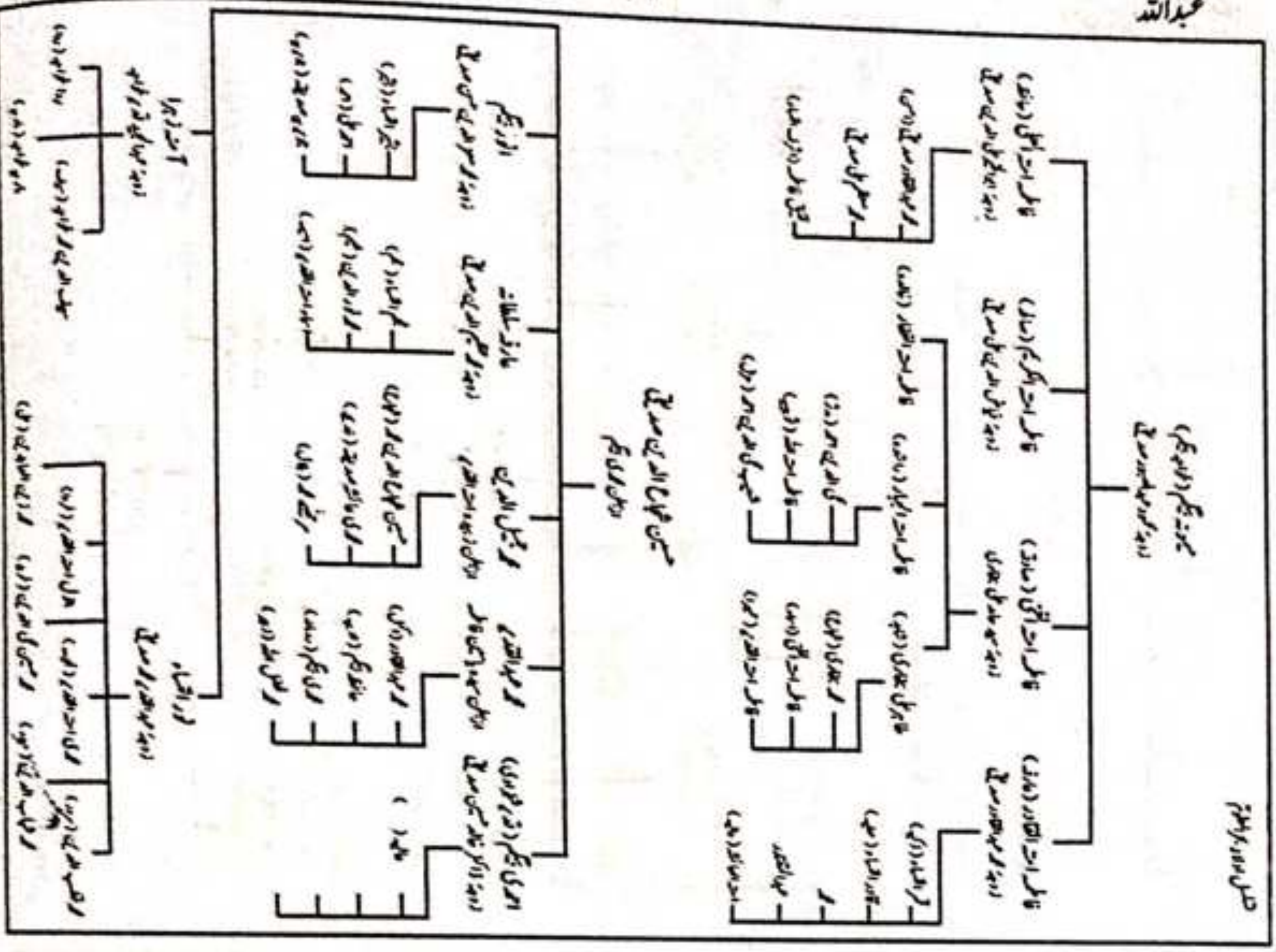

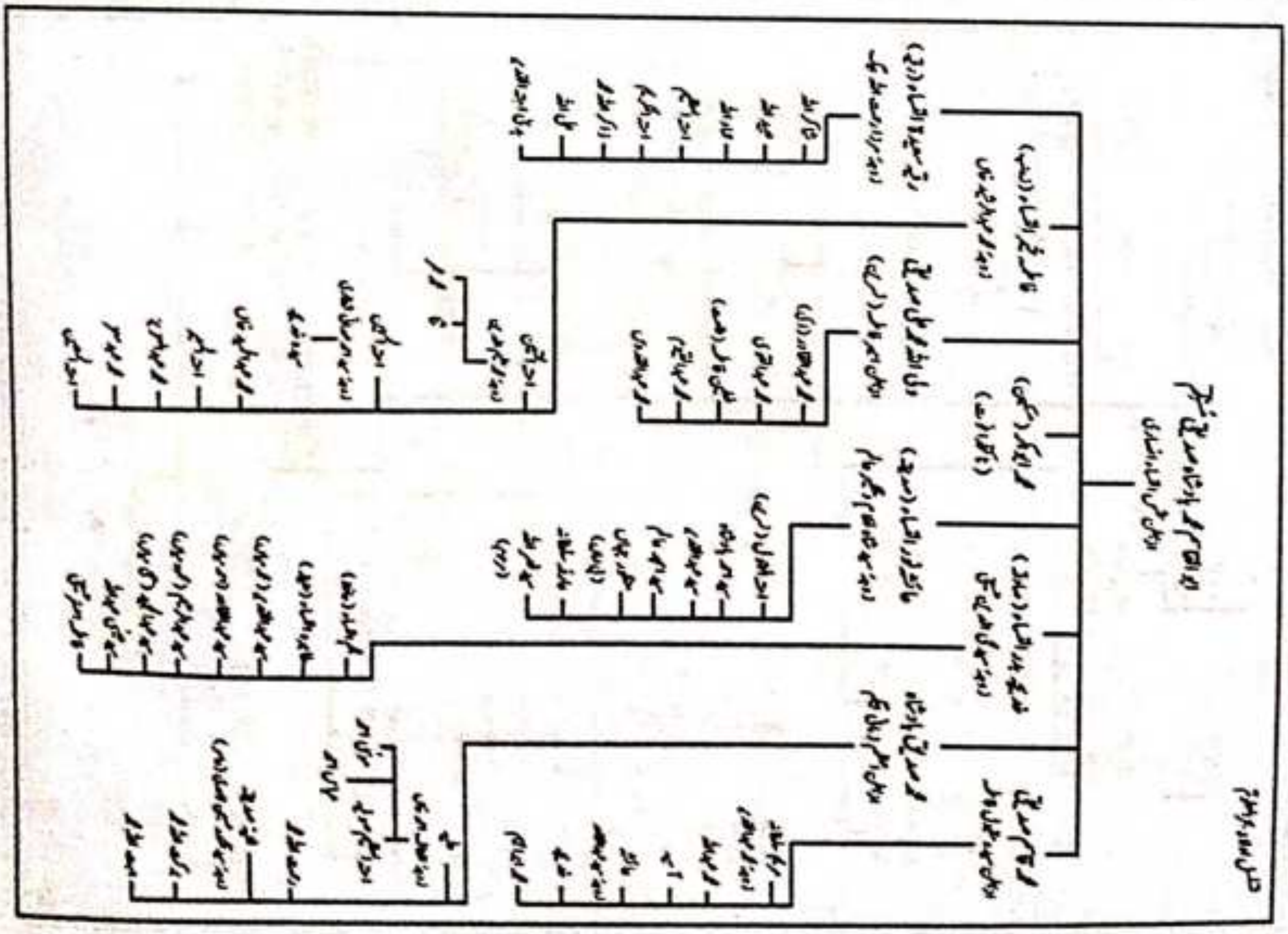

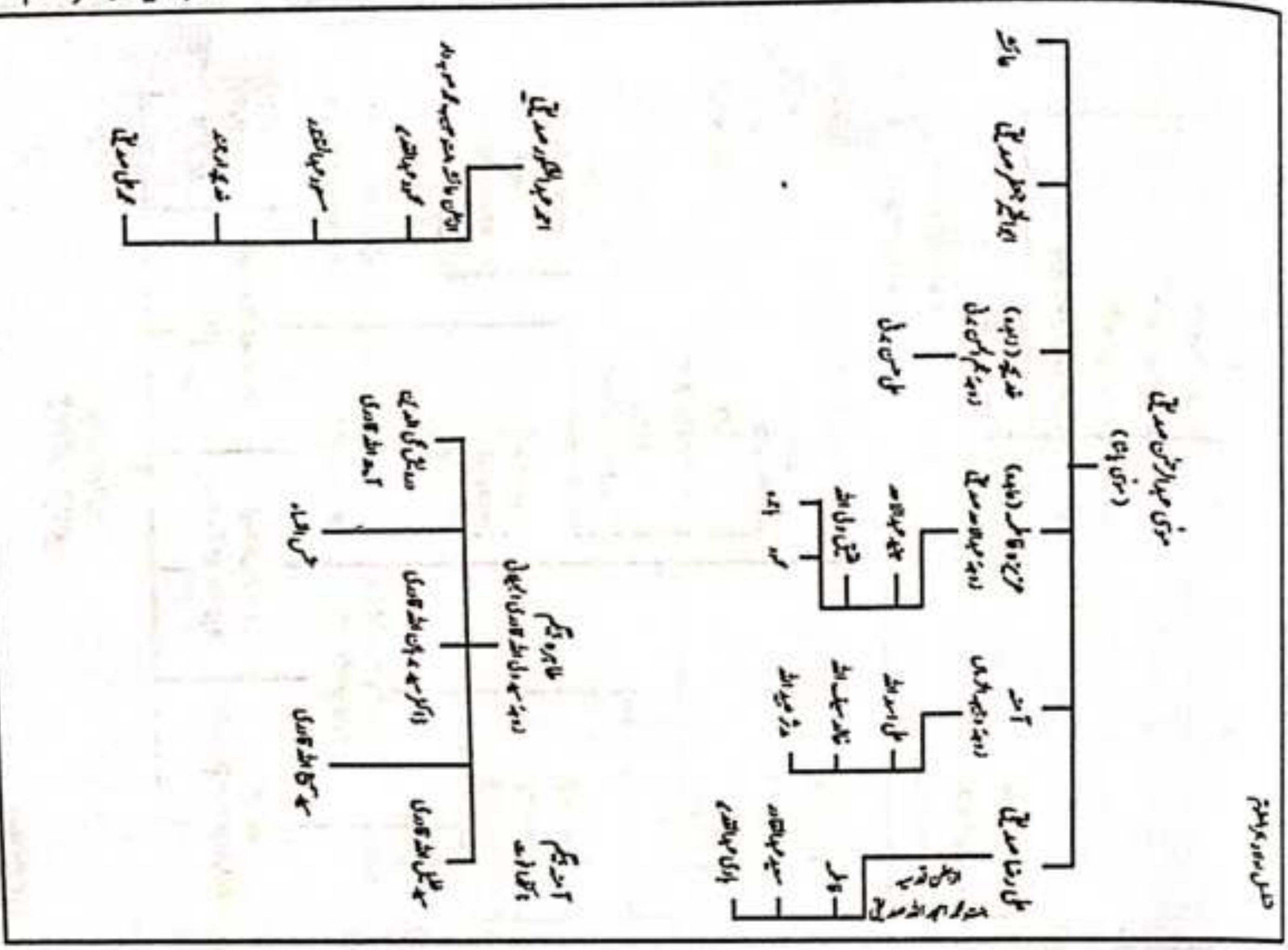

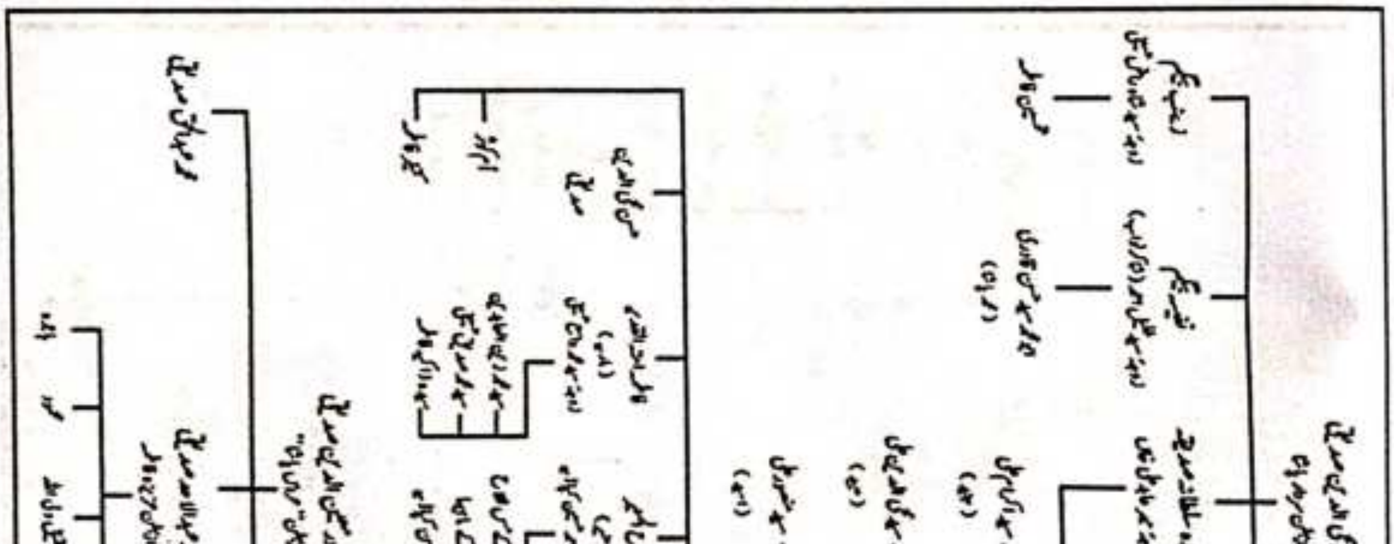

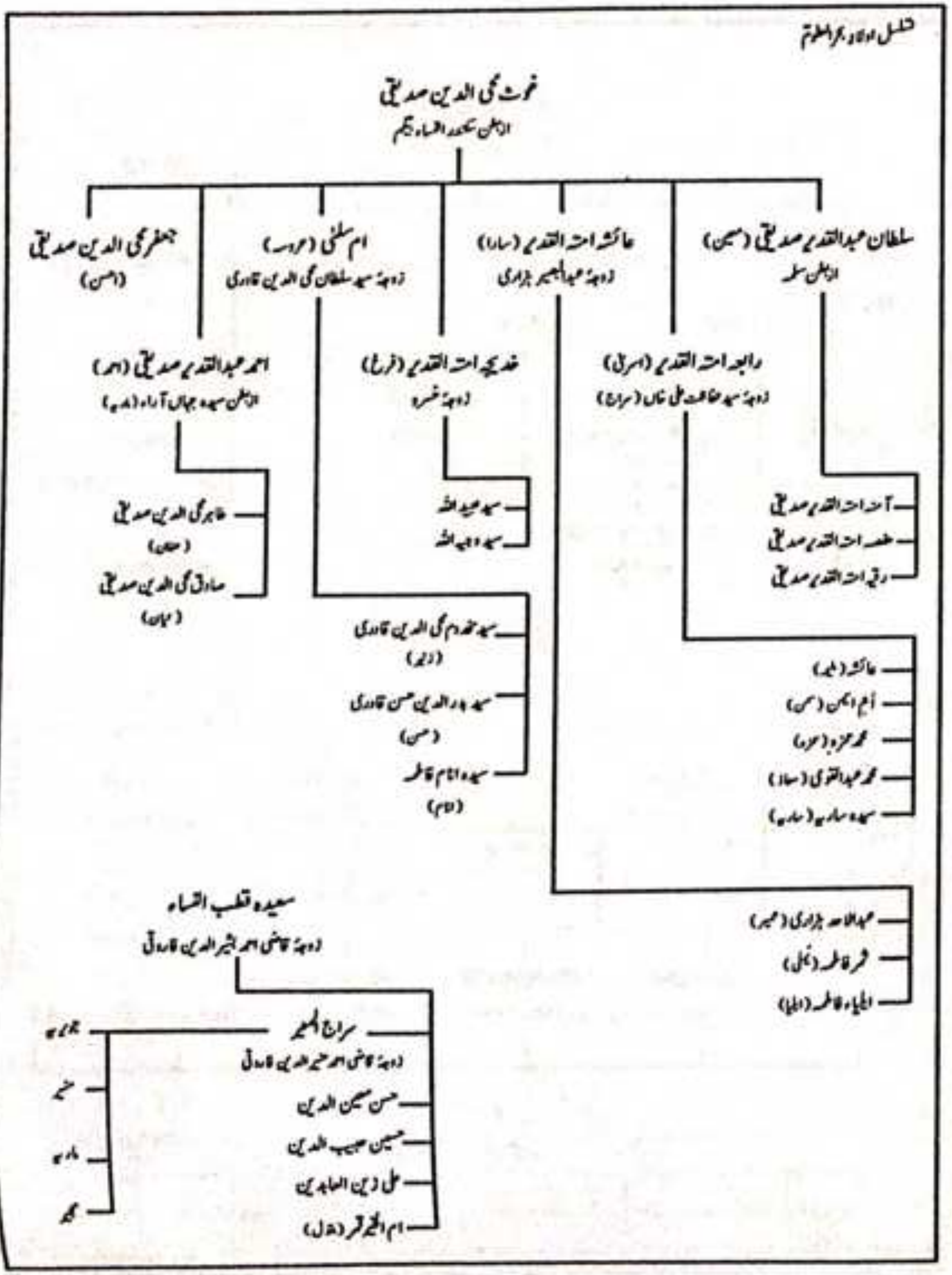
شجرۂ اولاد بحرالعلومؒ
غوث محی الدین صدیقی
ازبطن سکینۃ النساء بیگم
سلطان عبدالقدیر صدیقی (محسن)
ازبطن سلمہ
عائشہ امۃ القدیر (سارا)
زوجۂ عبدالبصیر بزاری
ام سلمٰی (عروسہ)
زوجۂ سید سلطان محی الدین قادری
جعفر محی الدین صدیقی
(احسن)
رابعہ امۃ القدیر (اسریٰ)
زوجۂ سید خاقانی علی خان (سراج)
خدیجہ امۃ القدیر (فرح)
زوجۂ خسرو
احمد عبدالقدیر صدیقی (احمد)
ازبطن سیدہ جہاں آراء (ماریہ)
آمنہ امۃ القدیر صدیقی
حفصہ امۃ القدیر صدیقی
رقیہ امۃ القدیر صدیقی
سید عبداللہ
سید وحید اللہ
طاہر محی الدین صدیقی
(حنان)
صادق محی الدین صدیقی
(میان)
عائشہ (علیہ)
ام ایمن (سمن)
محمد حمزہ (حمزہ)
محمد عبدالقوی (سالا)
سیدہ ساریہ (ساریہ)
سید مخدوم محی الدین قادری
(زبیر)
سید بدرالدین حسن قادری
(حسن)
سیدہ انعام فاطمہ
(انعام)
عبدالواحد بزاری (عمیر)
ثمر فاطمہ (ثمل)
اولیاء فاطمہ (اولیا)
سعیدہ قطب النساء
زوجۂ قاضی احمد بشیر الدین فاروقی
سراج المنیر
زوجۂ قاضی احمد حمیدالدین فاروقی
حسن حسین الدین
حسین حبیب الدین
علی زین العابدین
ماریہ

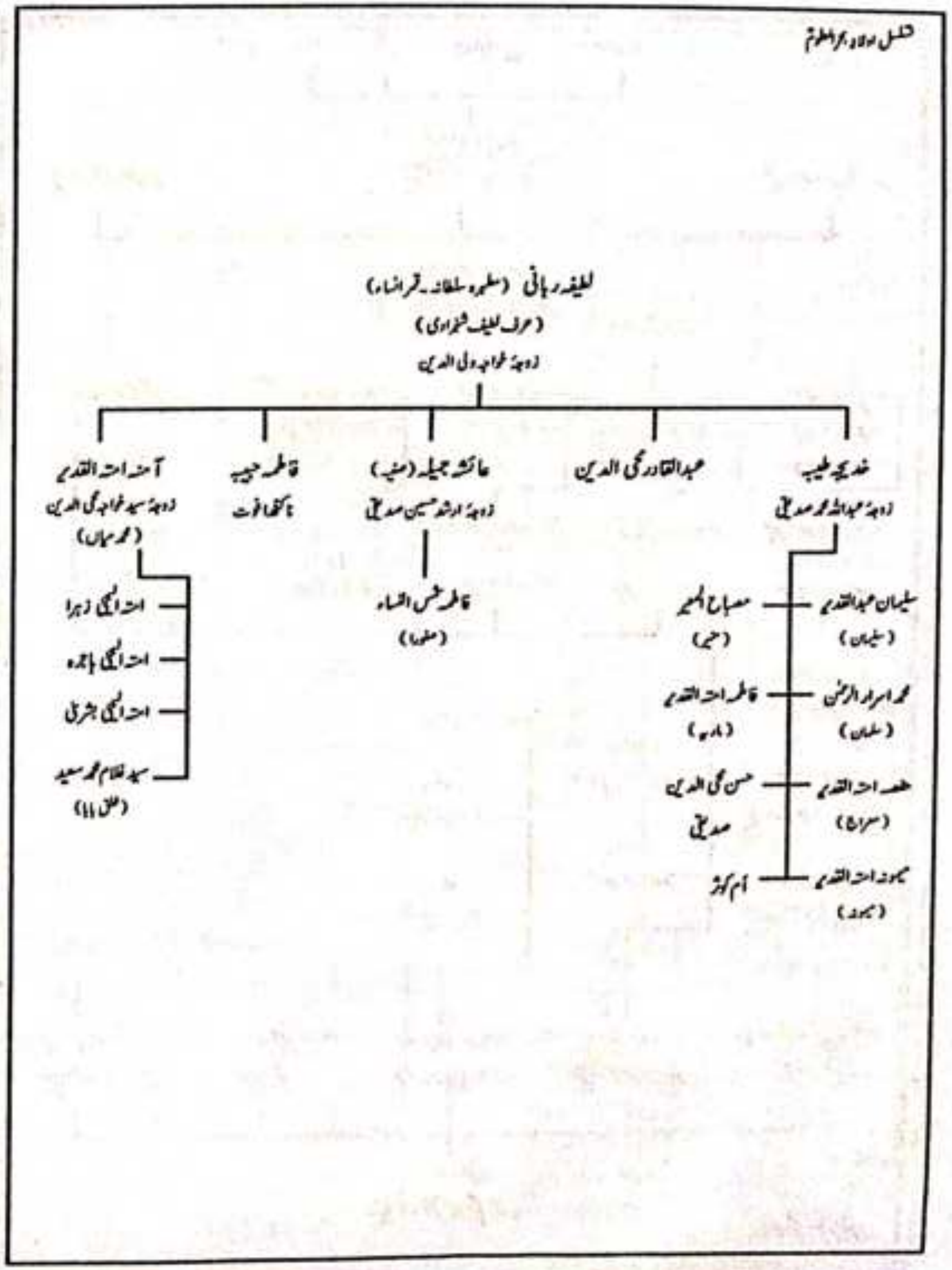
شجرۂ اولاد بحرالعلومؒ
لطیفہ ربانی (سلمیٰ سلطانہ۔ قمر النساء)
(عرف لطیف شہزادی)
زوجۂ خواجہ ولی الدین
خدیجہ طیبہ
زوجۂ عبداللہ محمد صدیقی
عبدالقادر محی الدین
عائشہ جمیلہ (منیٰ)
زوجۂ ارشد حسین صدیقی
فاطمہ حبیبہ
ناکتخدا فوت
آمنہ امۃ القدیر
زوجۂ سید خواجہ محی الدین
(محمد میاں)
سلیمان عبدالقدیر
(سلیمان)
مصباح المنیر
(صبیح)
محمد اسرار الرحمٰن
(سلمان)
فاطمہ امۃ القدیر
(ماریہ)
حفصہ امۃ القدیر
(سراج)
حسن محی الدین
صدیقی
میمونہ امۃ القدیر
(میمونہ)
ام کوثر
فاطمہ شمس النساء
امۃ الہی زہرا
امۃ الہی بشریٰ
سید غلام محمد سعید
(علی بابا)

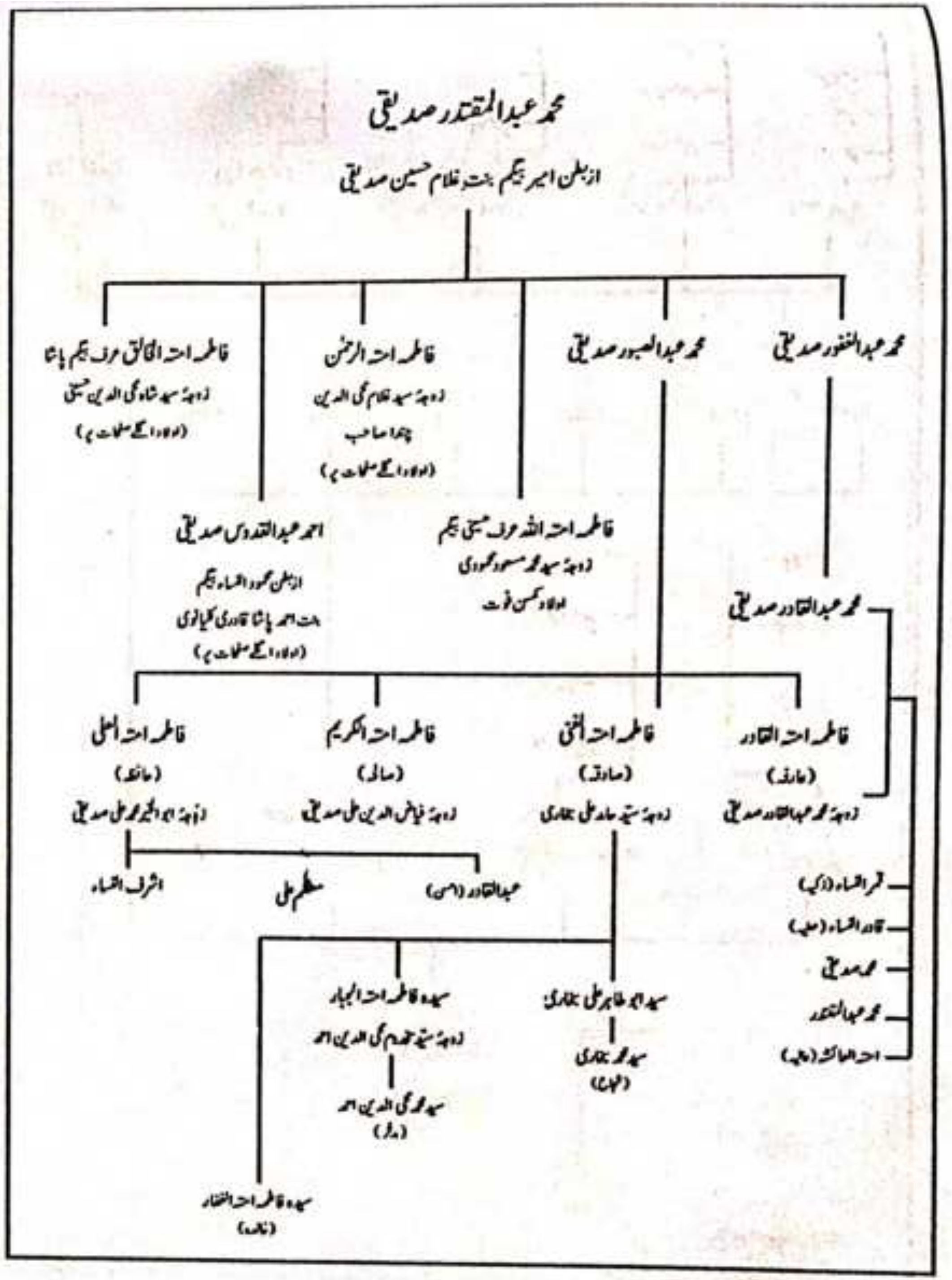
محمد عبدالمقتدر صدیقی
ازبطن امیر بیگم بنت غلام حسین صدیقی
محمد عبدالغفور صدیقی
محمد عبدالصبور صدیقی
فاطمہ امۃ الرحمٰن
زوجہ سید غلام محی الدین
چندا صاحب
(اولاد اگلے صفحات پر)
فاطمہ امۃ الخالق عرف بیگم پاشا
زوجہ سید شاہ محی الدین حسینی
(اولاد اگلے صفحات پر)
فاطمہ امۃ اللہ عرف منی بیگم
زوجہ سید محمد مسعود محوی
اولاد کمسن فوت
احمد عبدالقدوس صدیقی
ازبطن محمود النساء بیگم
(اولاد اگلے صفحات پر)
محمد عبدالقادر صدیقی
فاطمہ امۃ القادر
(عارفہ)
زوجہ محمد عبدالقادر صدیقی
فاطمہ امۃ الغنی
(صادقہ)
زوجہ سید حامد علی بخاری
فاطمہ امۃ الکریم
(صالحہ)
فاطمہ امۃ العلی
(حافظہ)
عبدالقادر
مظہر علی
اشرف النساء
قمر النساء
محمد صدیقی
محمد عبدالمقتدر
سید ابو طاہر علی بخاری
سید محمد بخاری
سیدہ فاطمہ امۃ الجبار
سید محمد محی الدین احمد
سیدہ فاطمہ امۃ الغفار

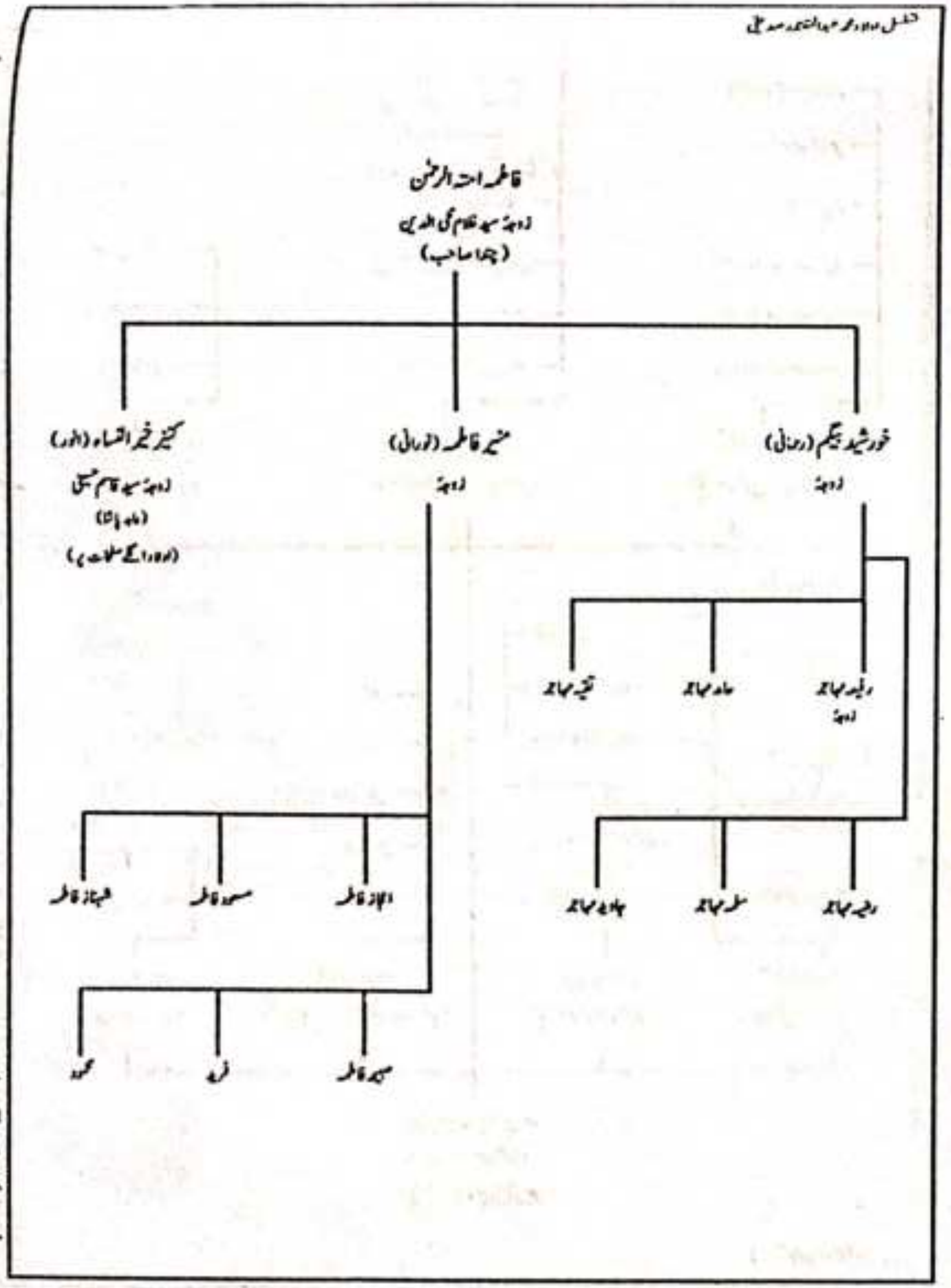
تسلسل اولاد محمد عبدالمقتدر صدیقی
فاطمہ امۃ الرحمٰن
زوجہ سید غلام محی الدین
(چندا صاحب)
خورشید بیگم
زوجہ
منیر فاطمہ
زوجہ
کنیز خیر النساء (انور)
زوجہ سید قاسم حسینی
(اولاد اگلے صفحات پر)
رشید مجاہد
زوجہ
حامد مجاہد
نجیبہ مجاہد
رضیہ مجاہد
سلمیٰ مجاہد
جاوید مجاہد
اعجاز فاطمہ
مسعود فاطمہ
شہناز فاطمہ
صبیحہ فاطمہ
فریدہ
محمود

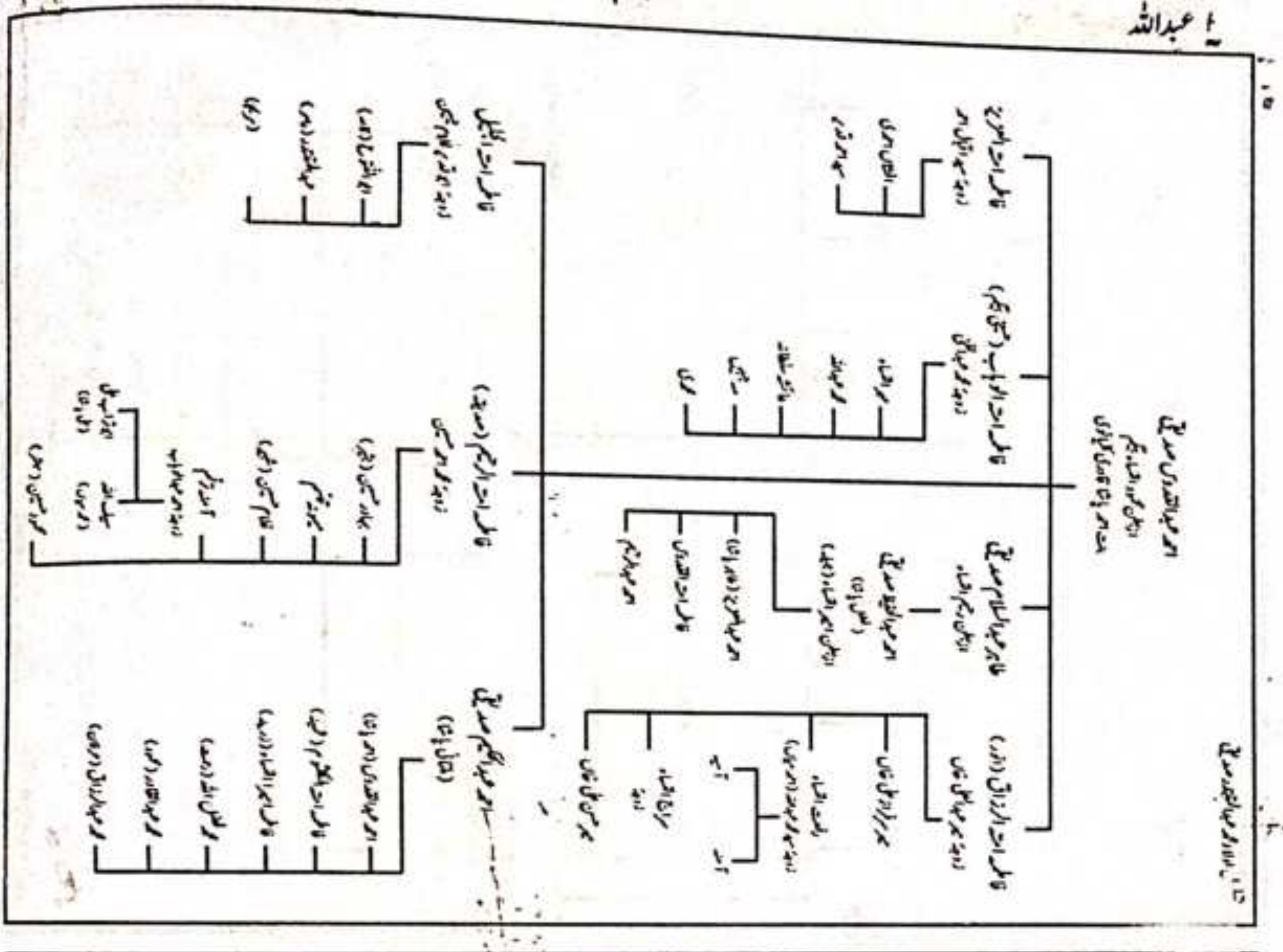

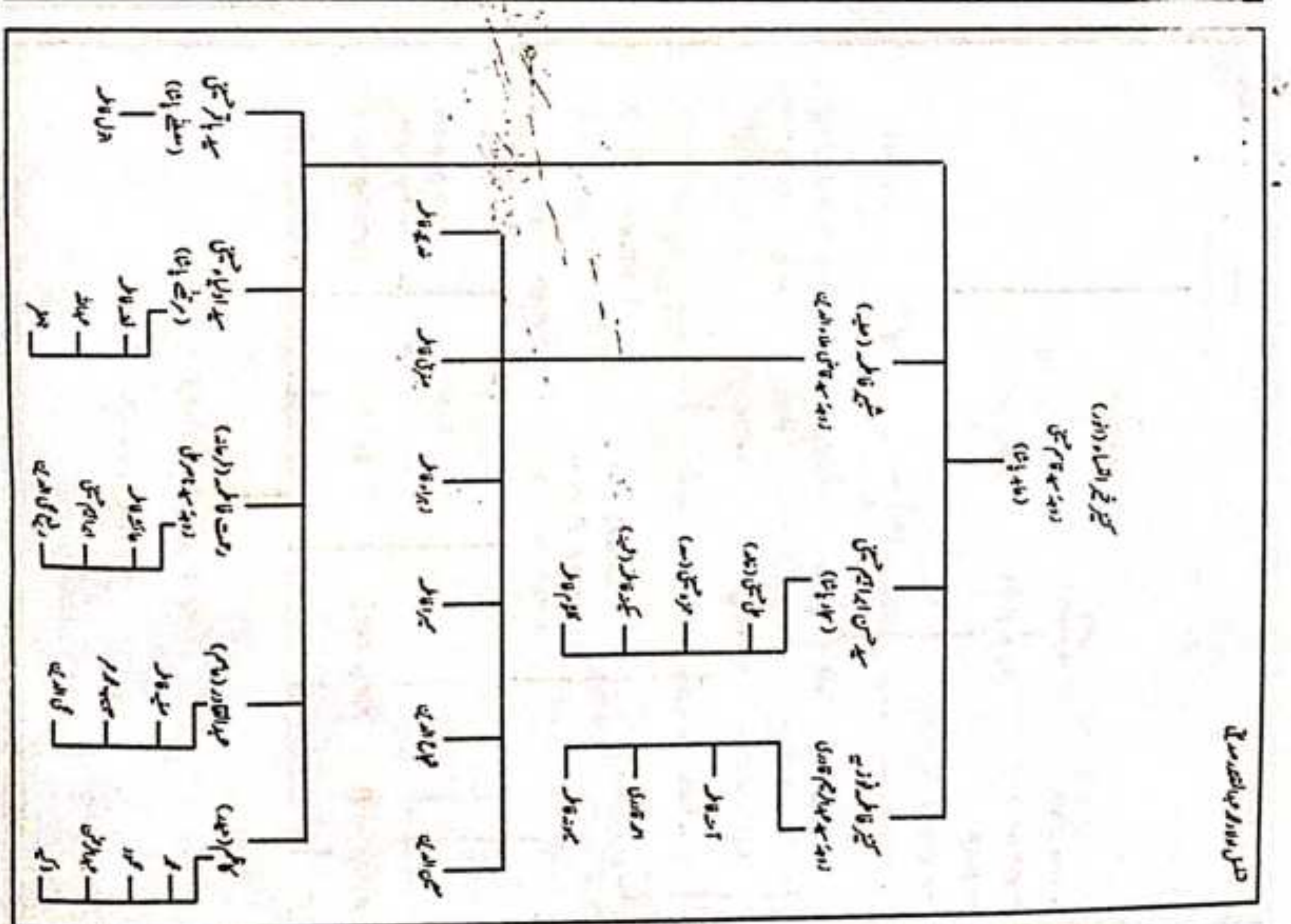

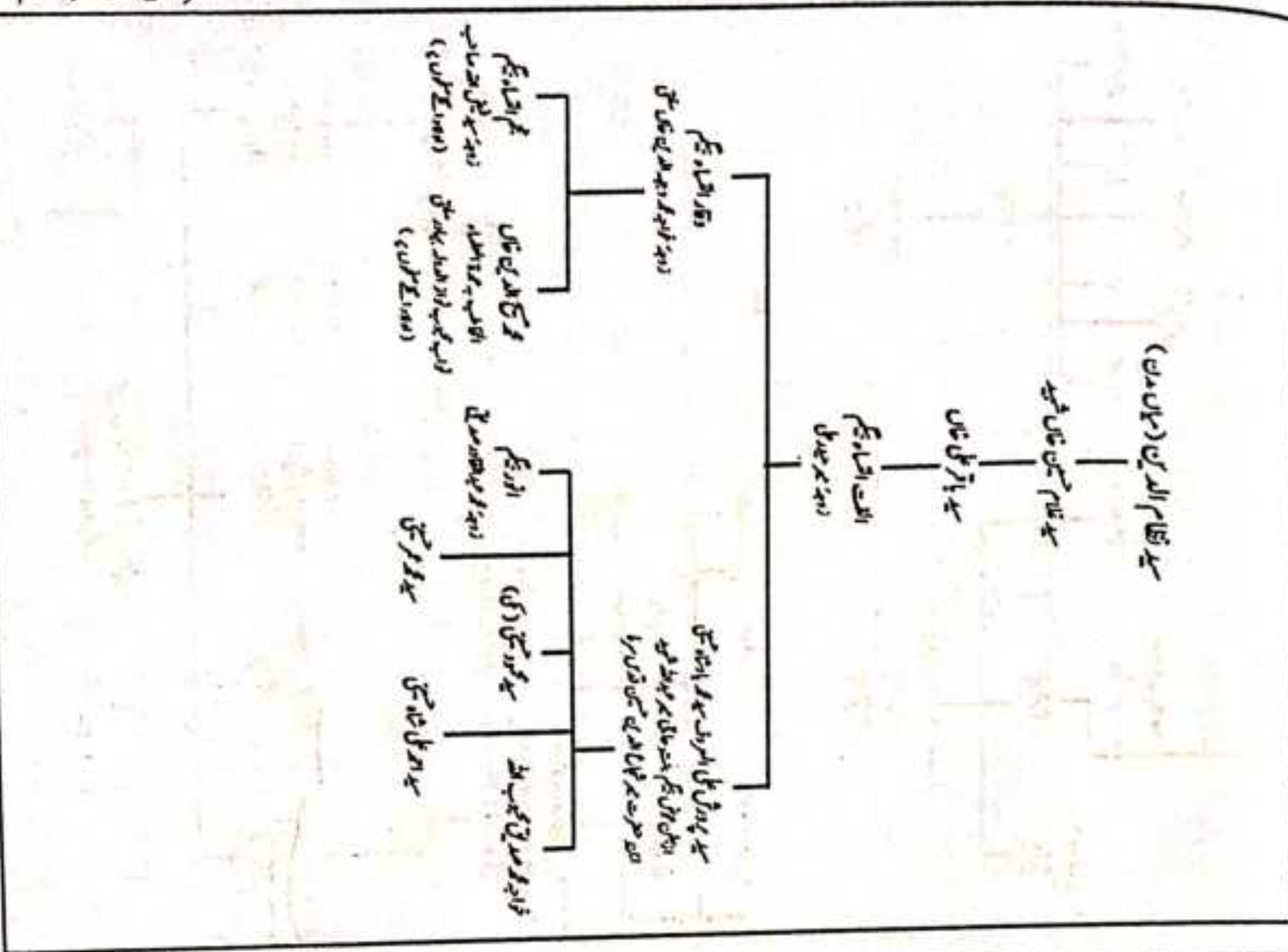

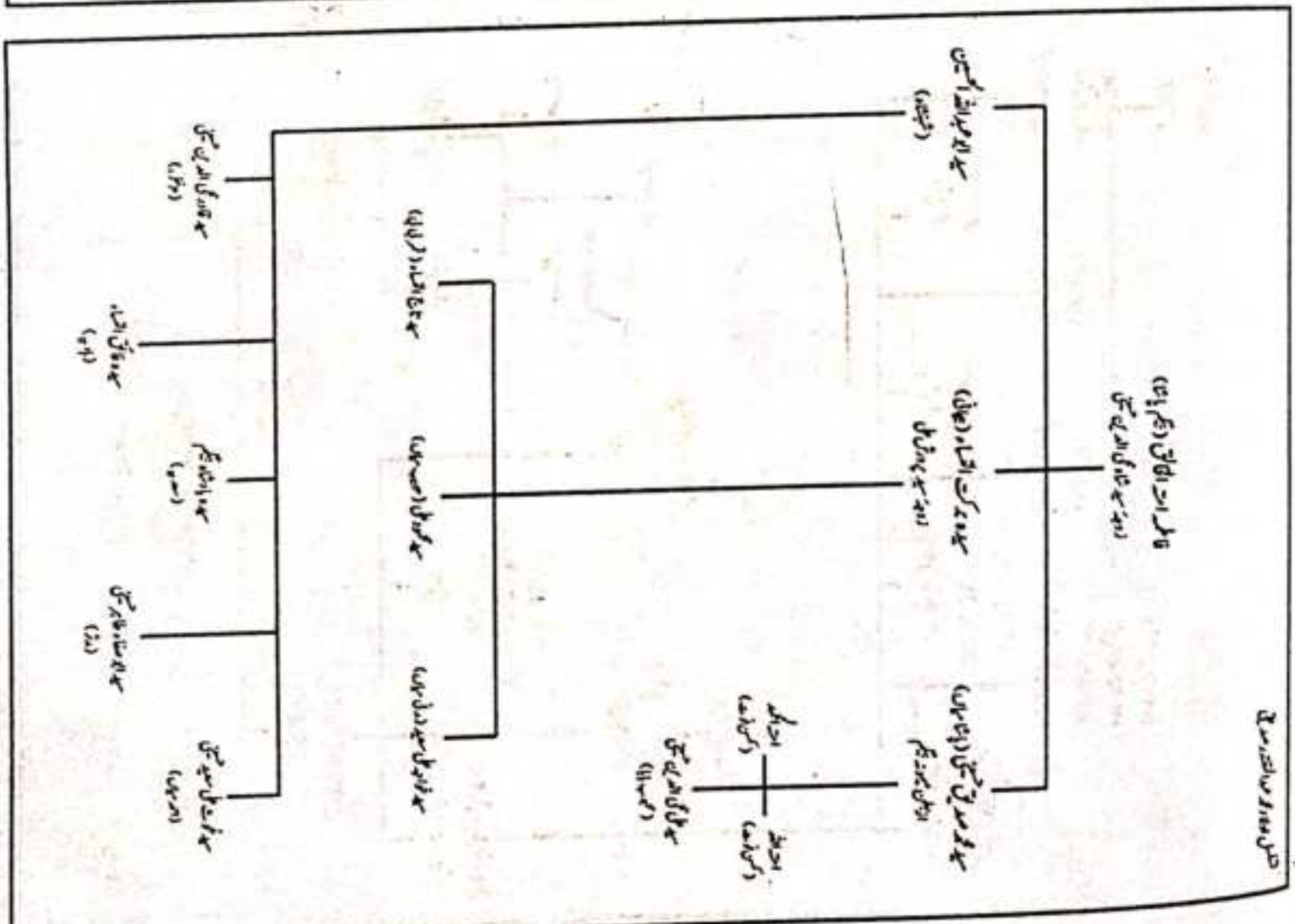

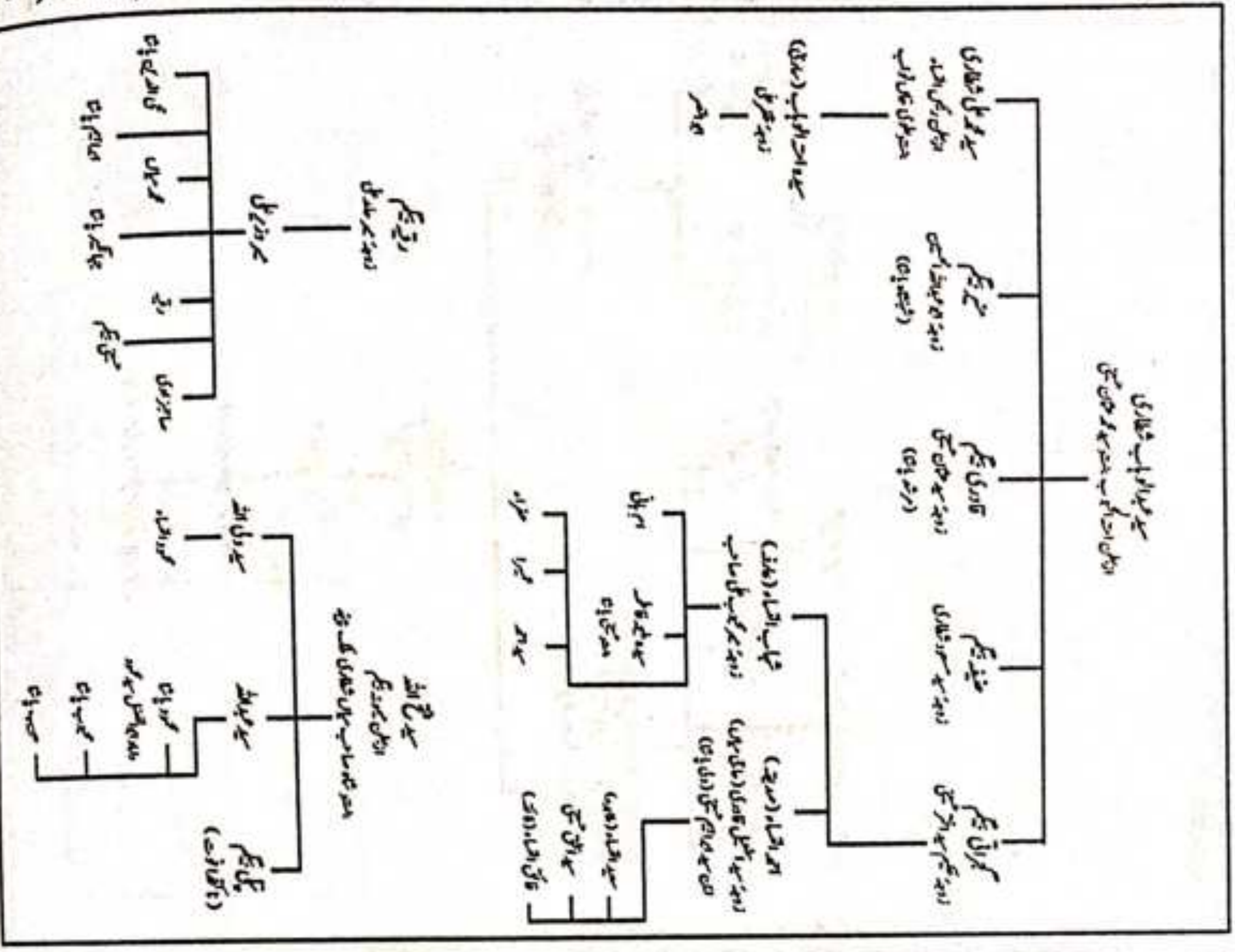

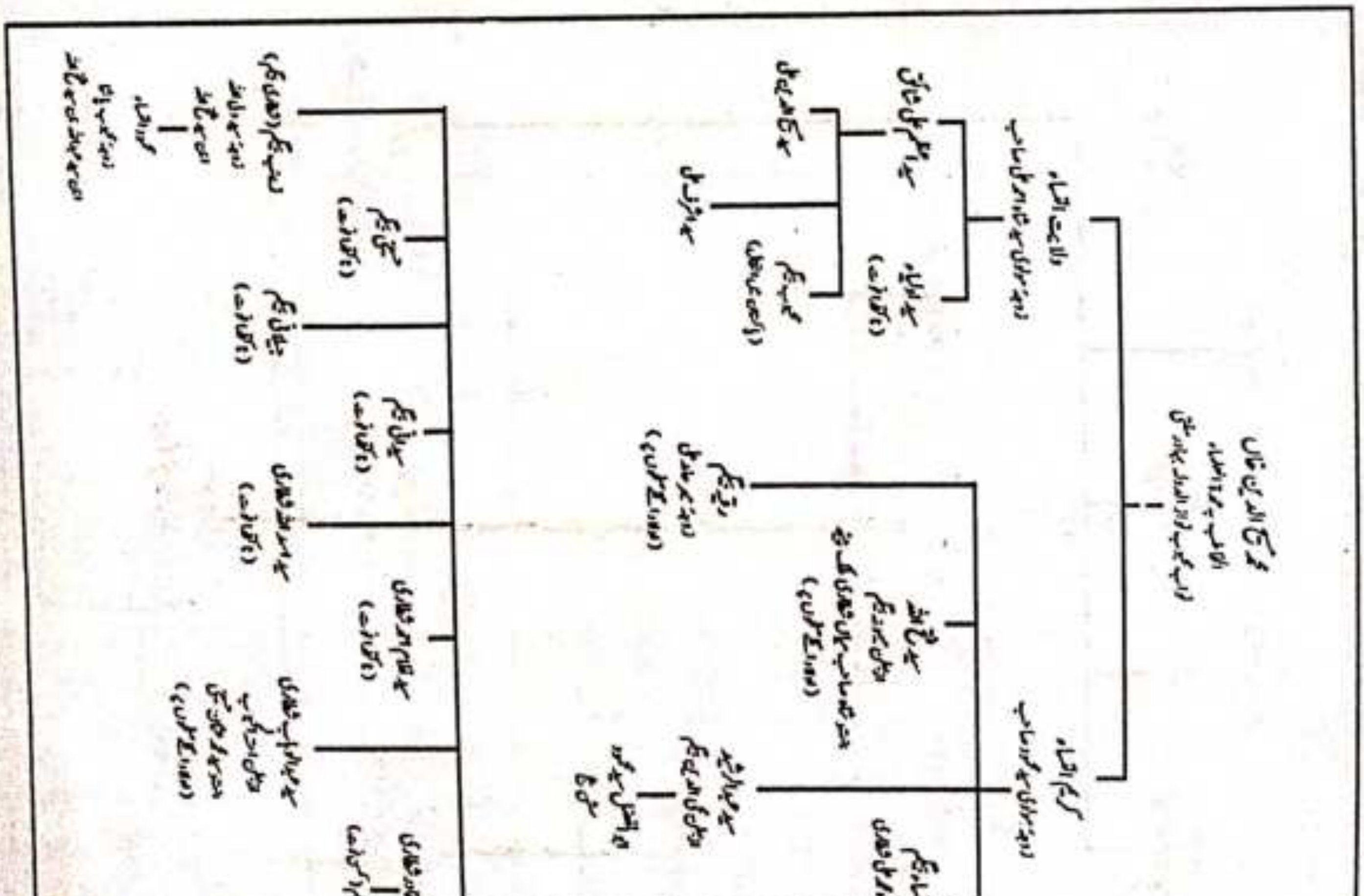

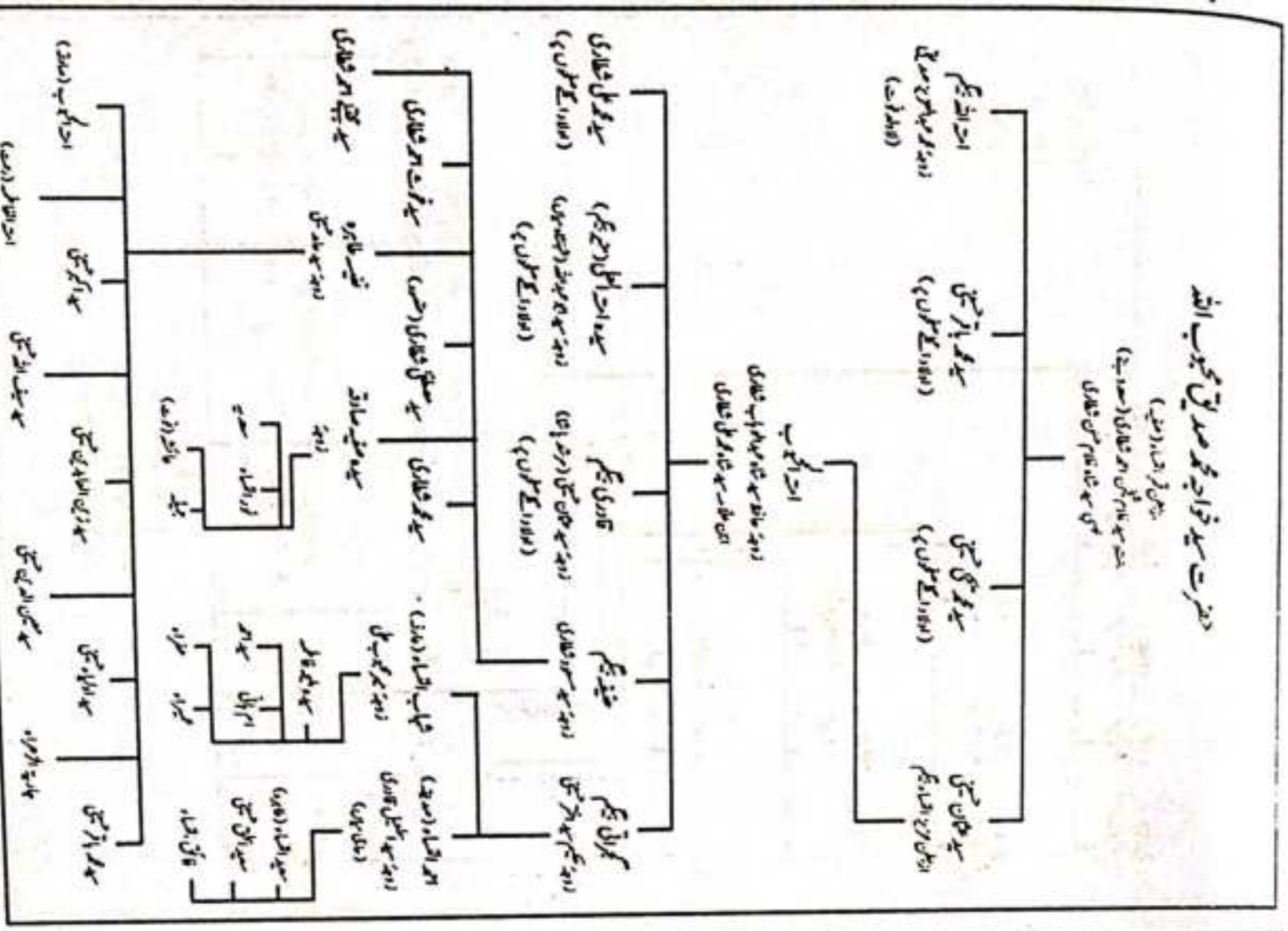

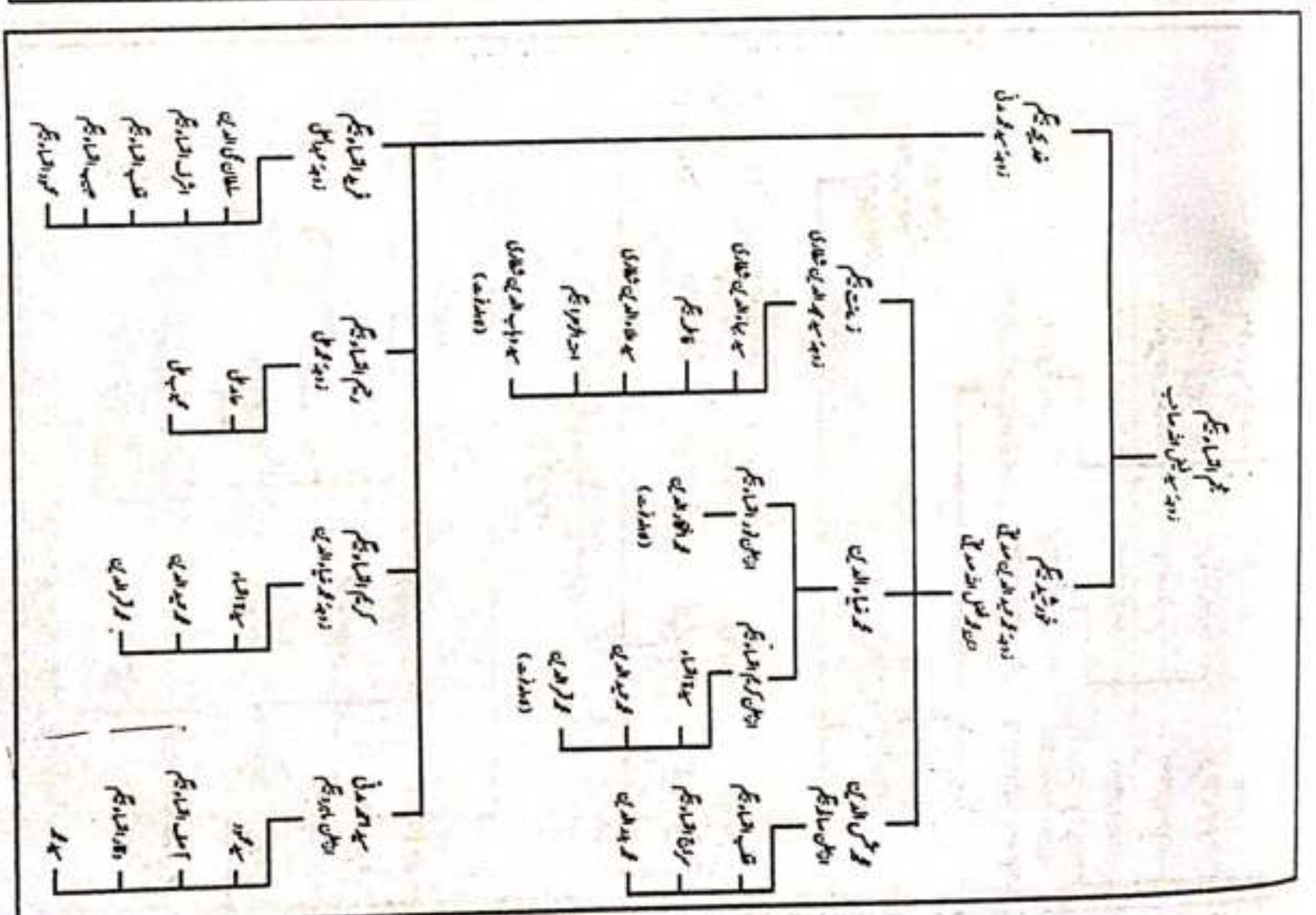

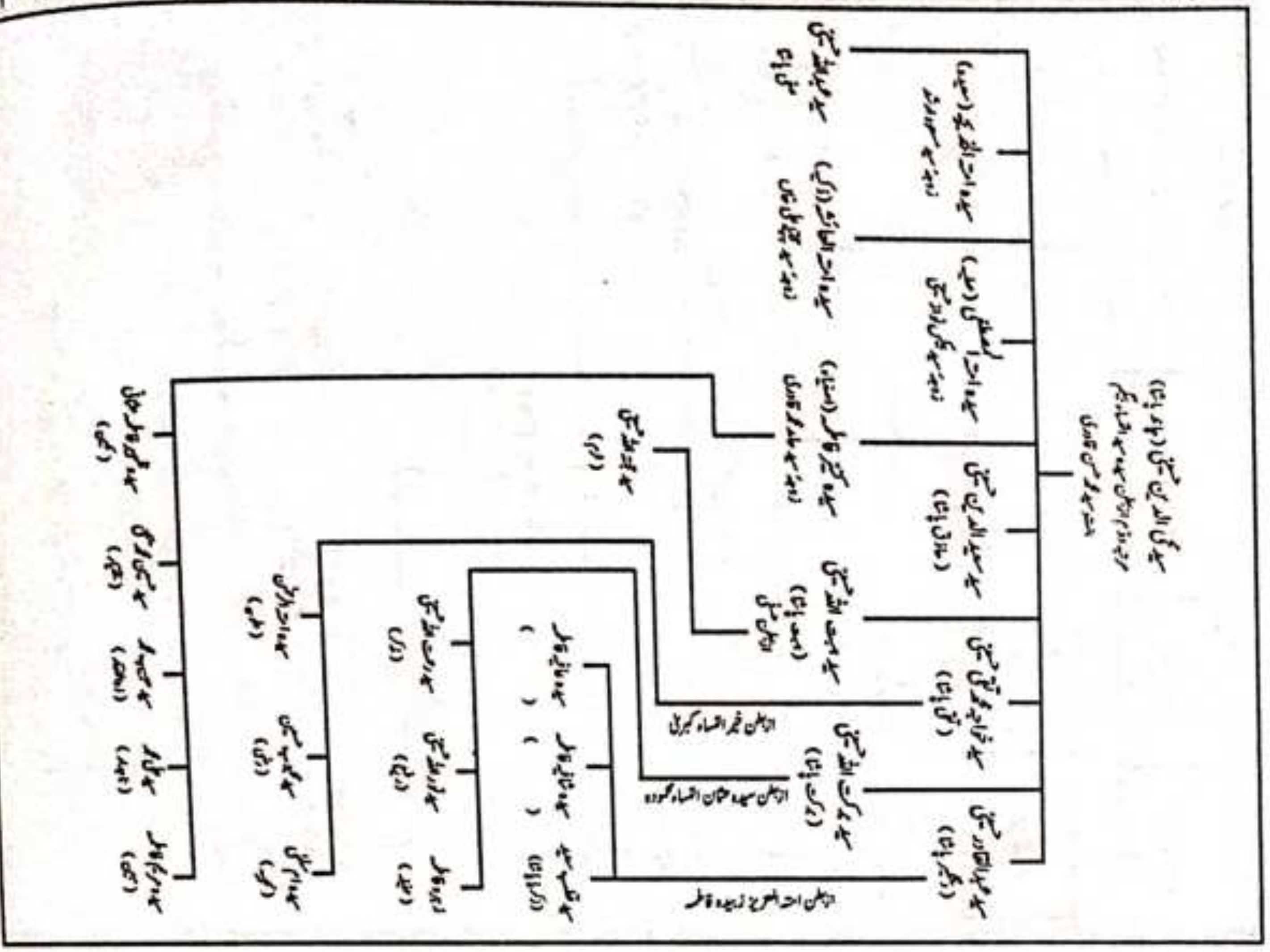

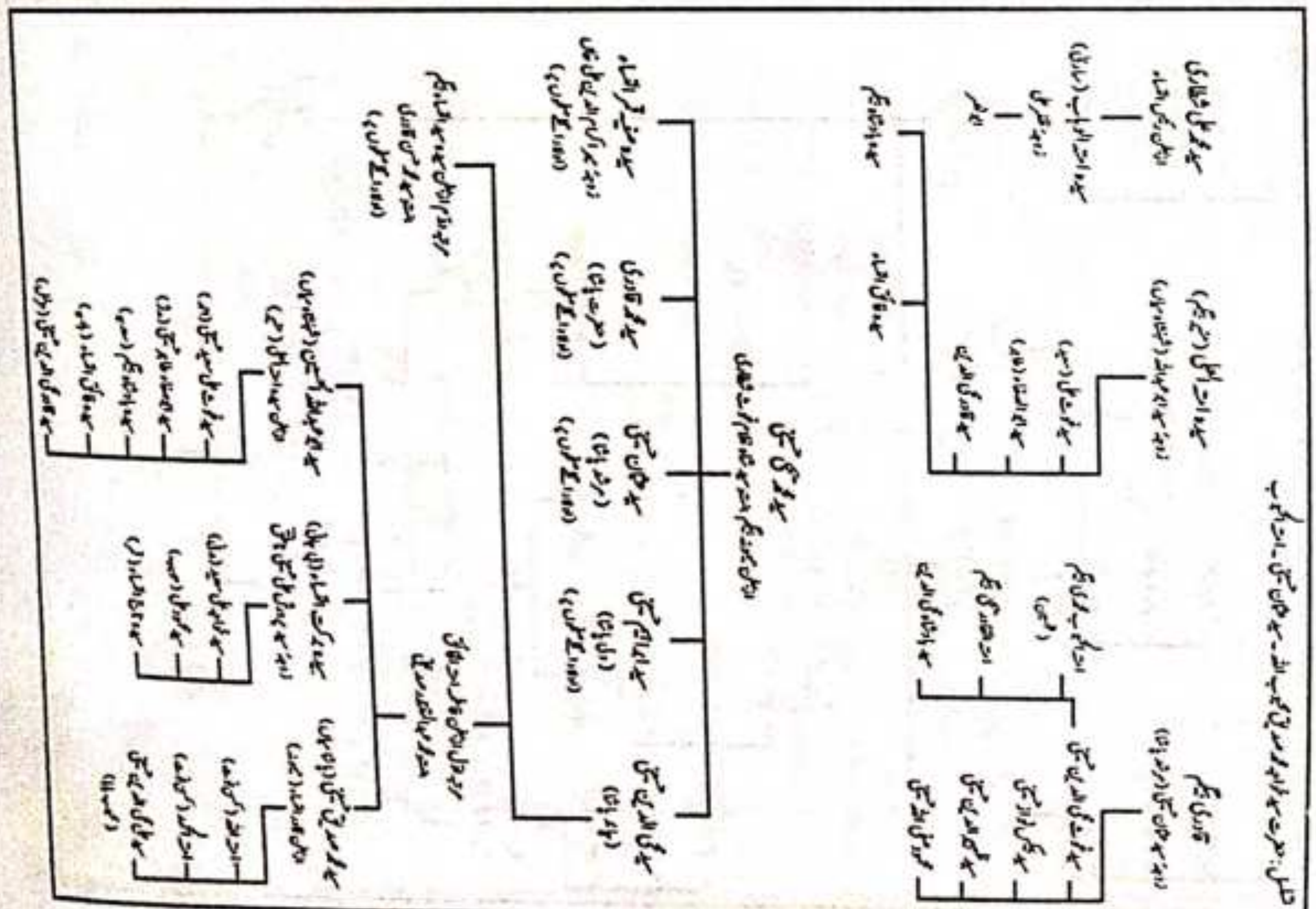

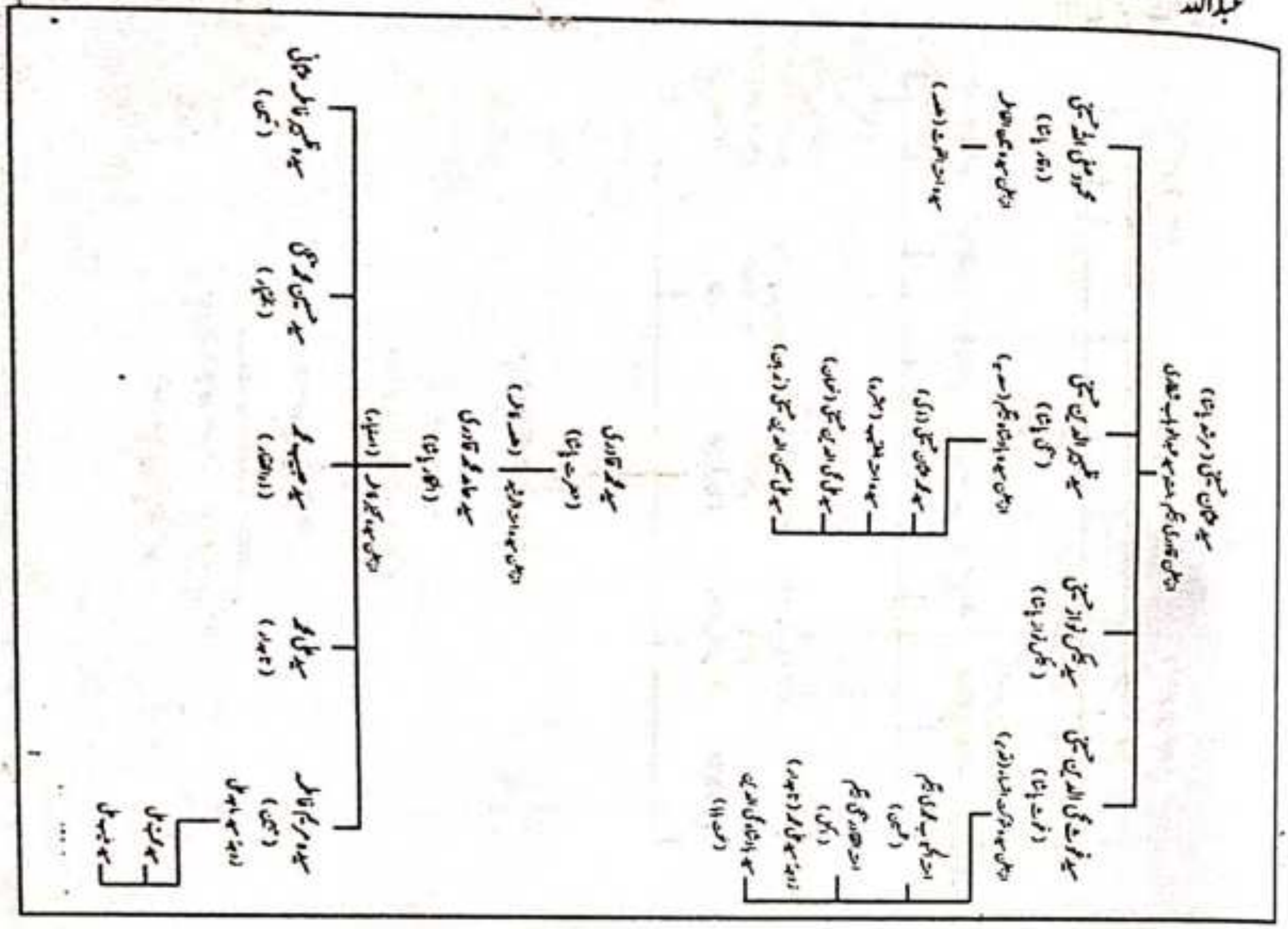

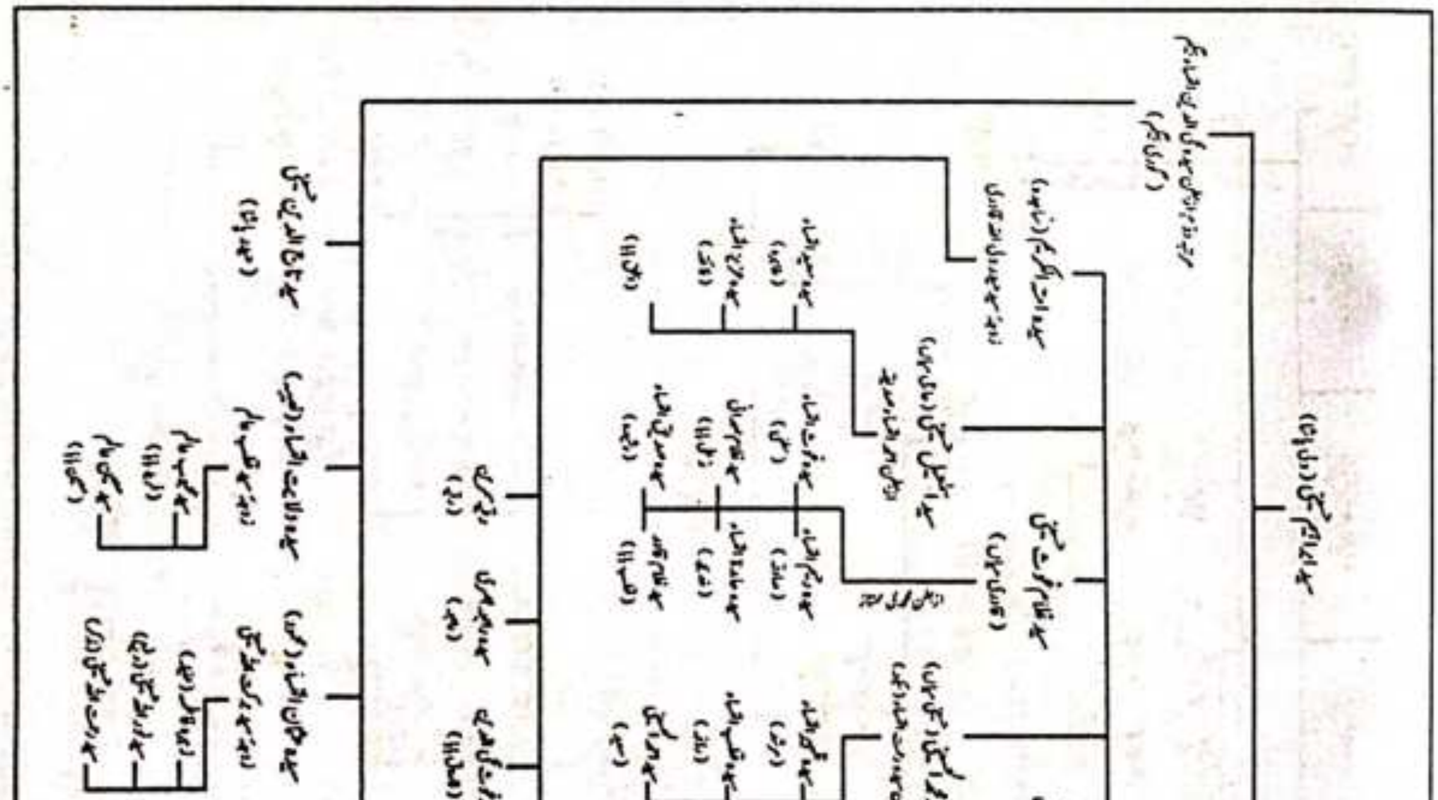

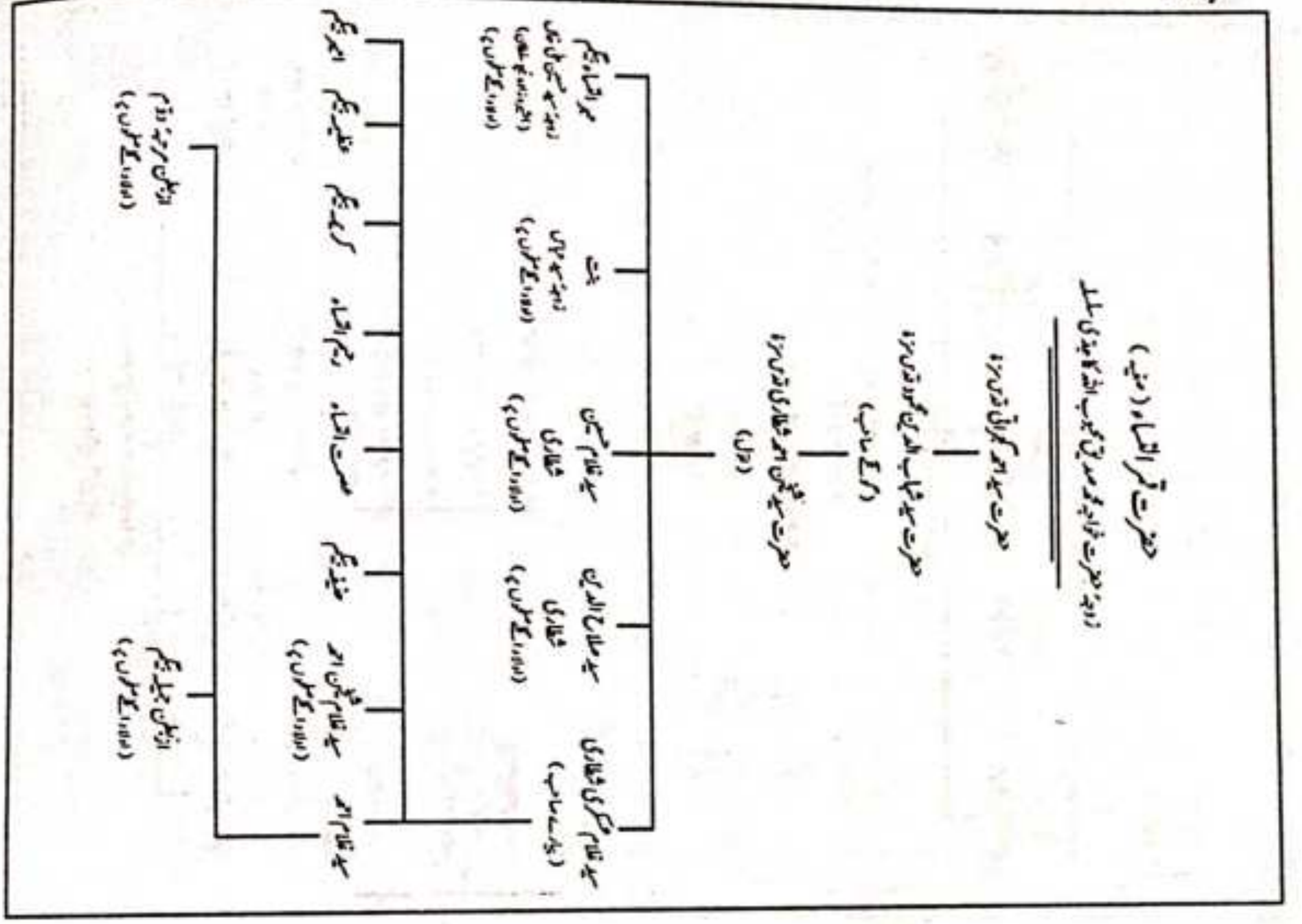

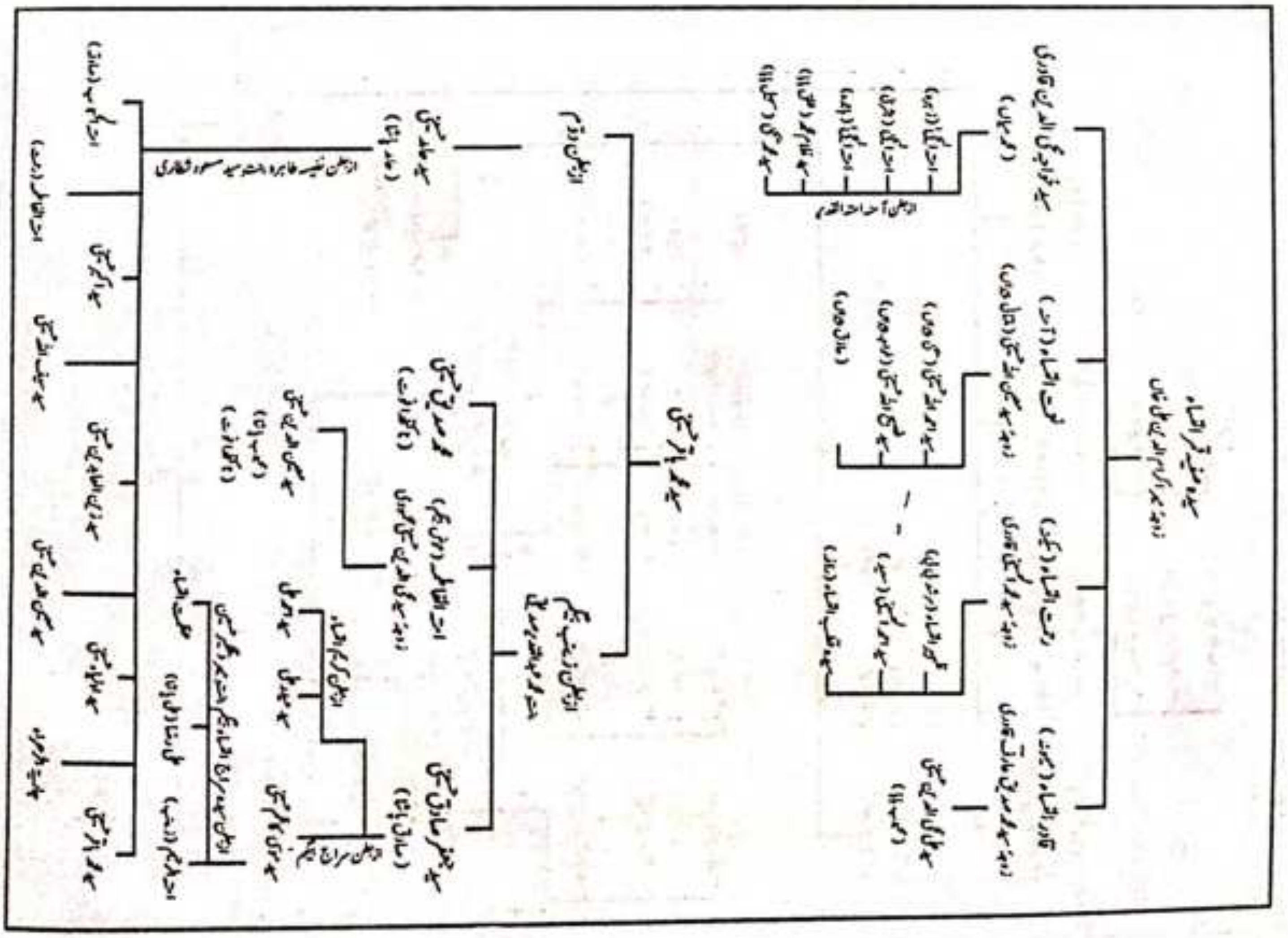

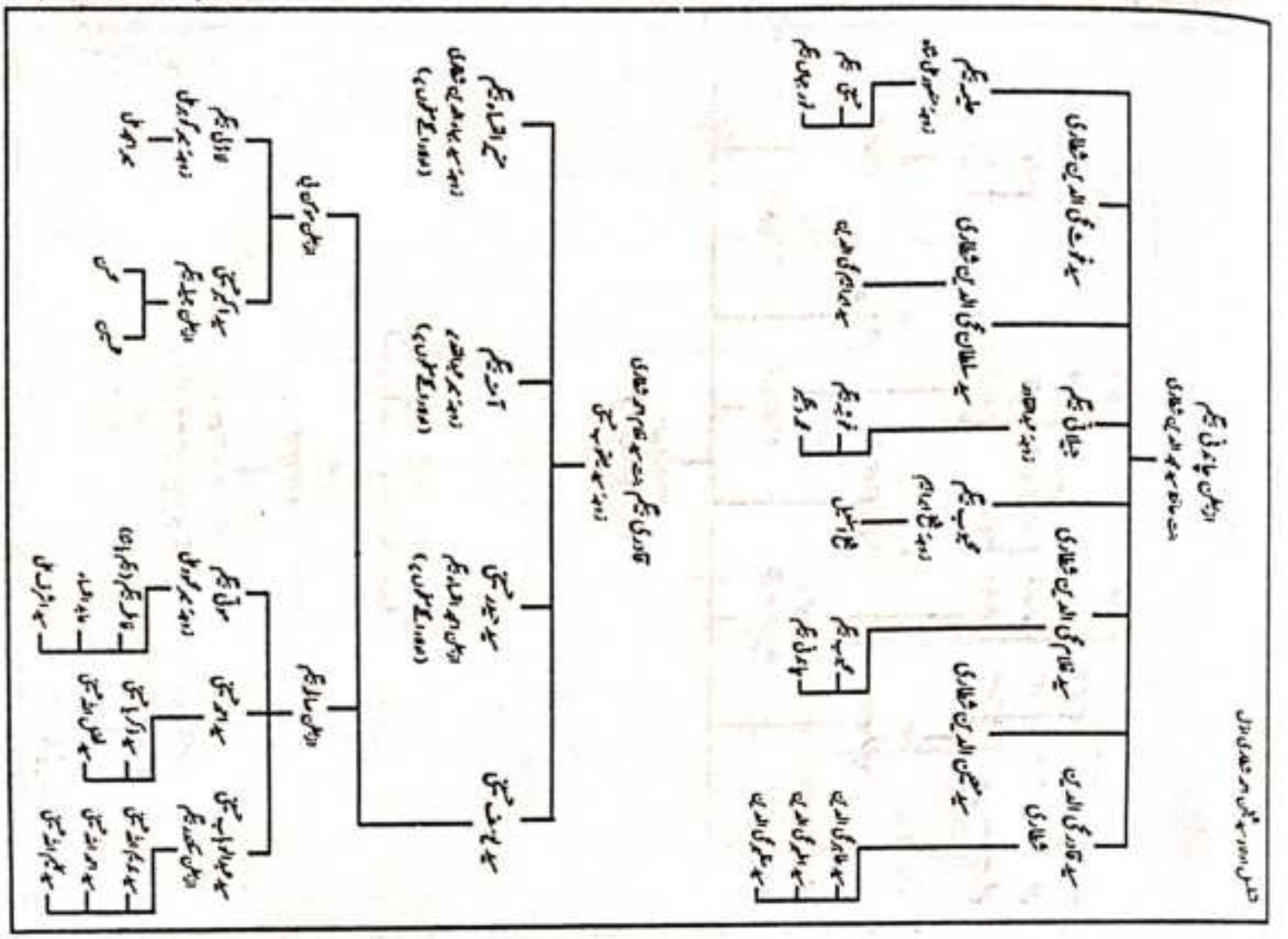

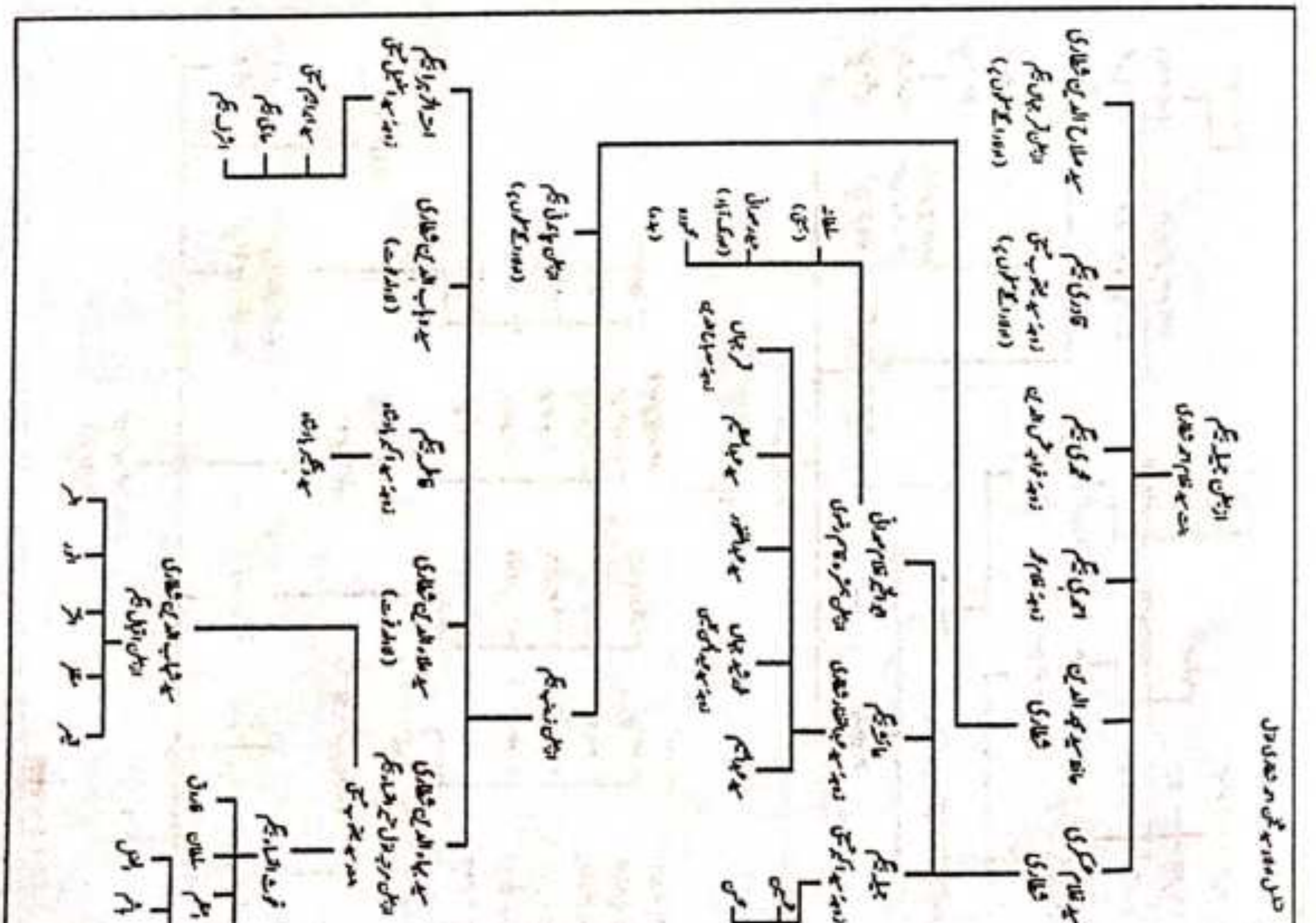

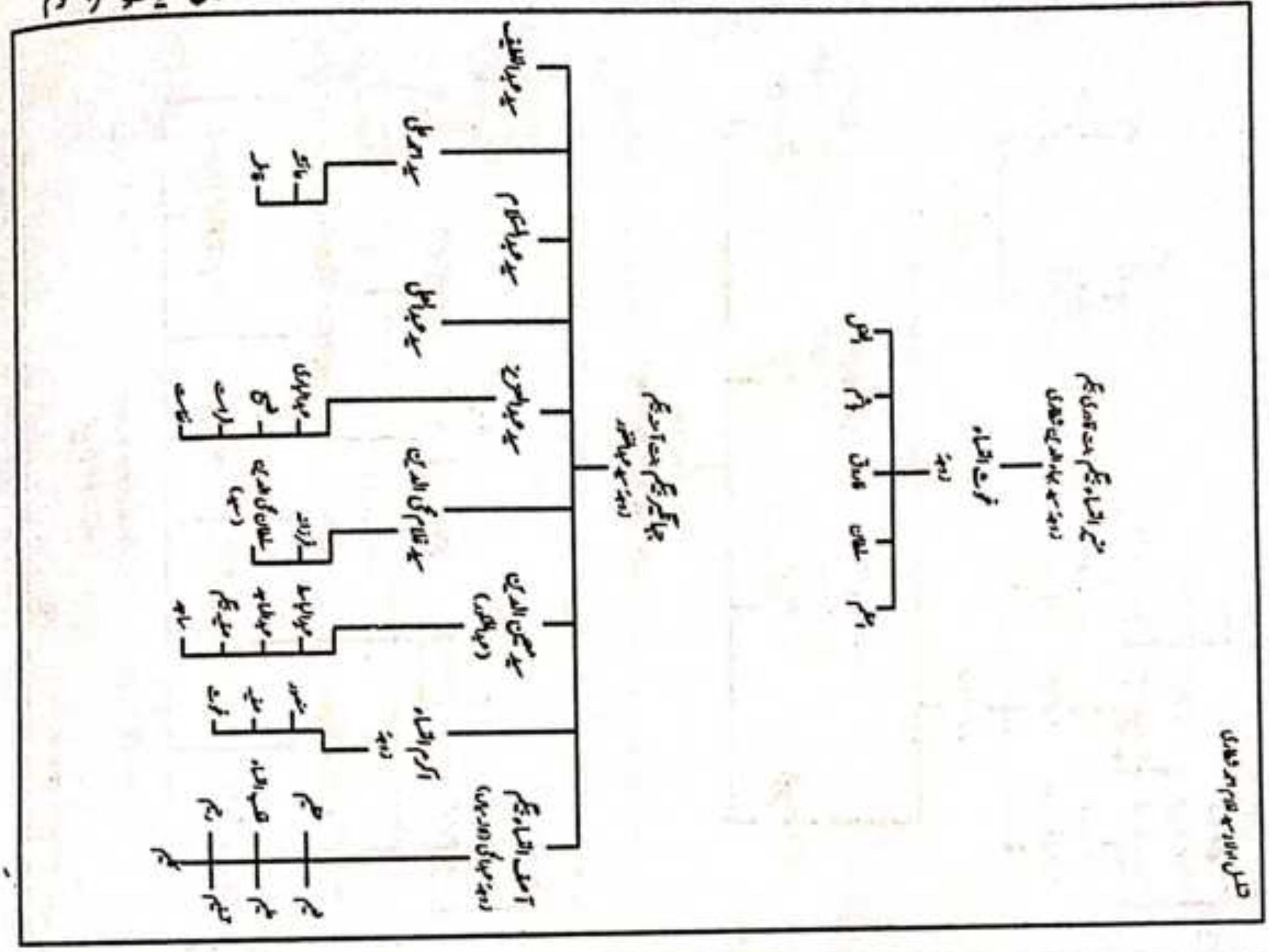

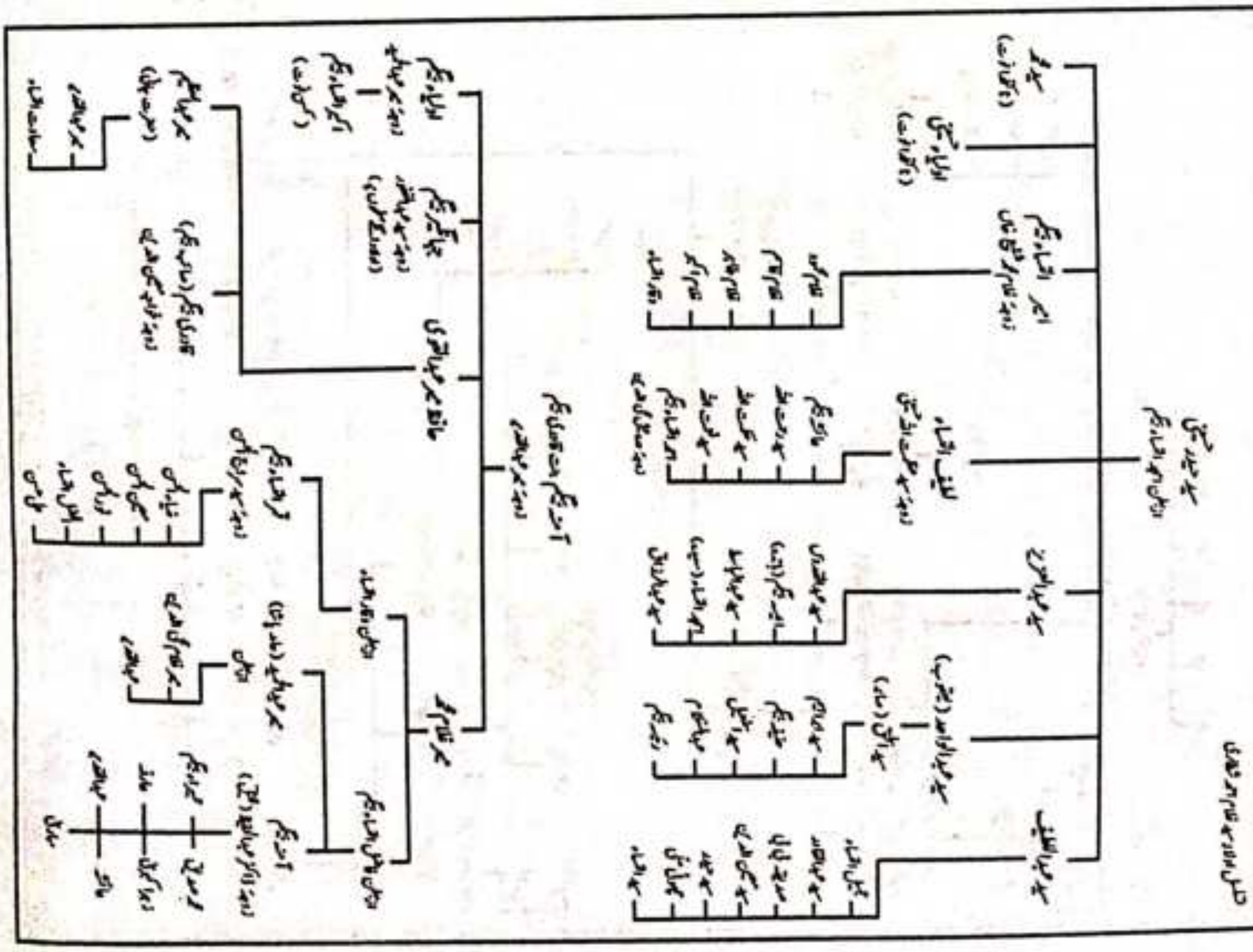

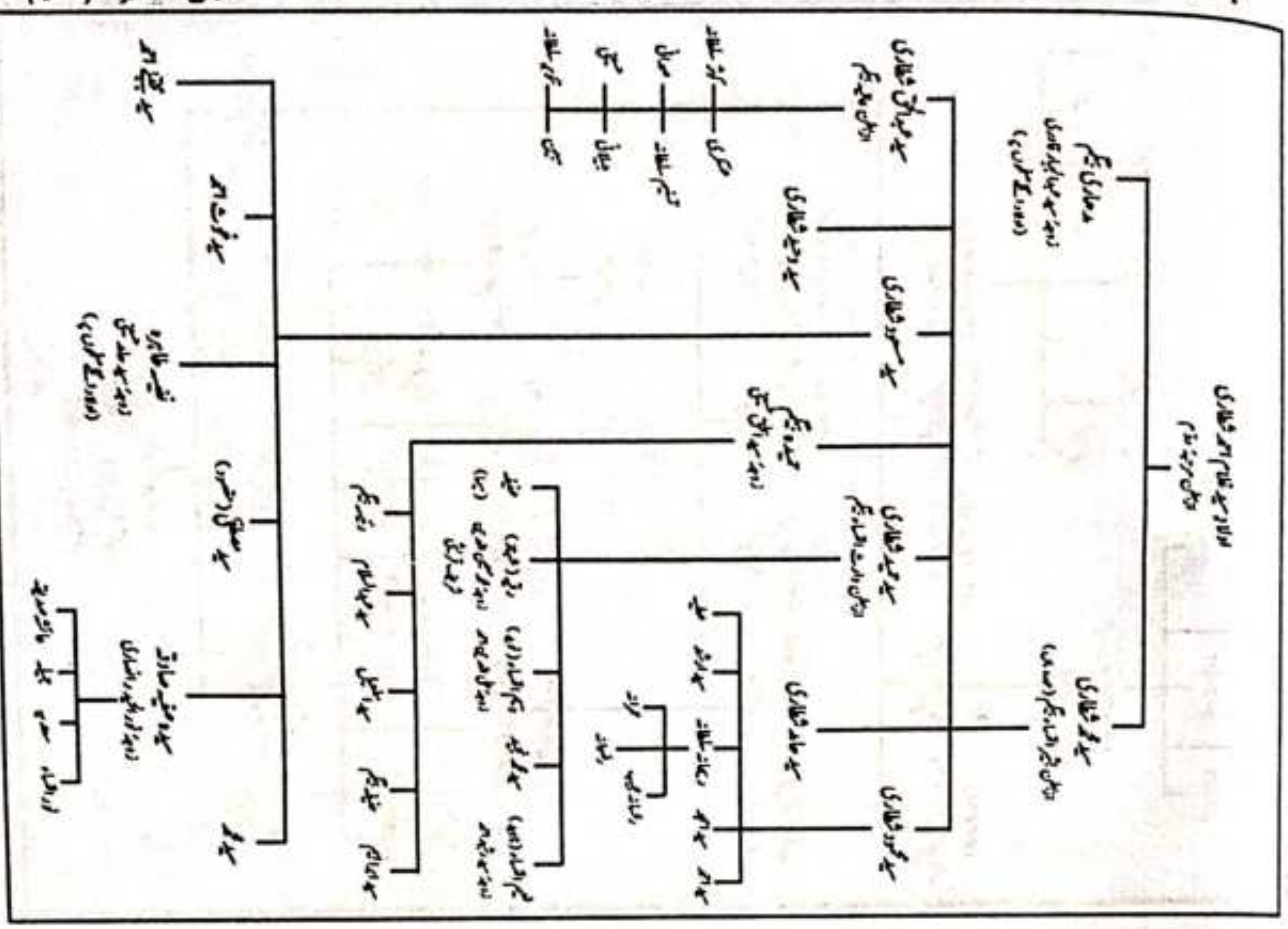

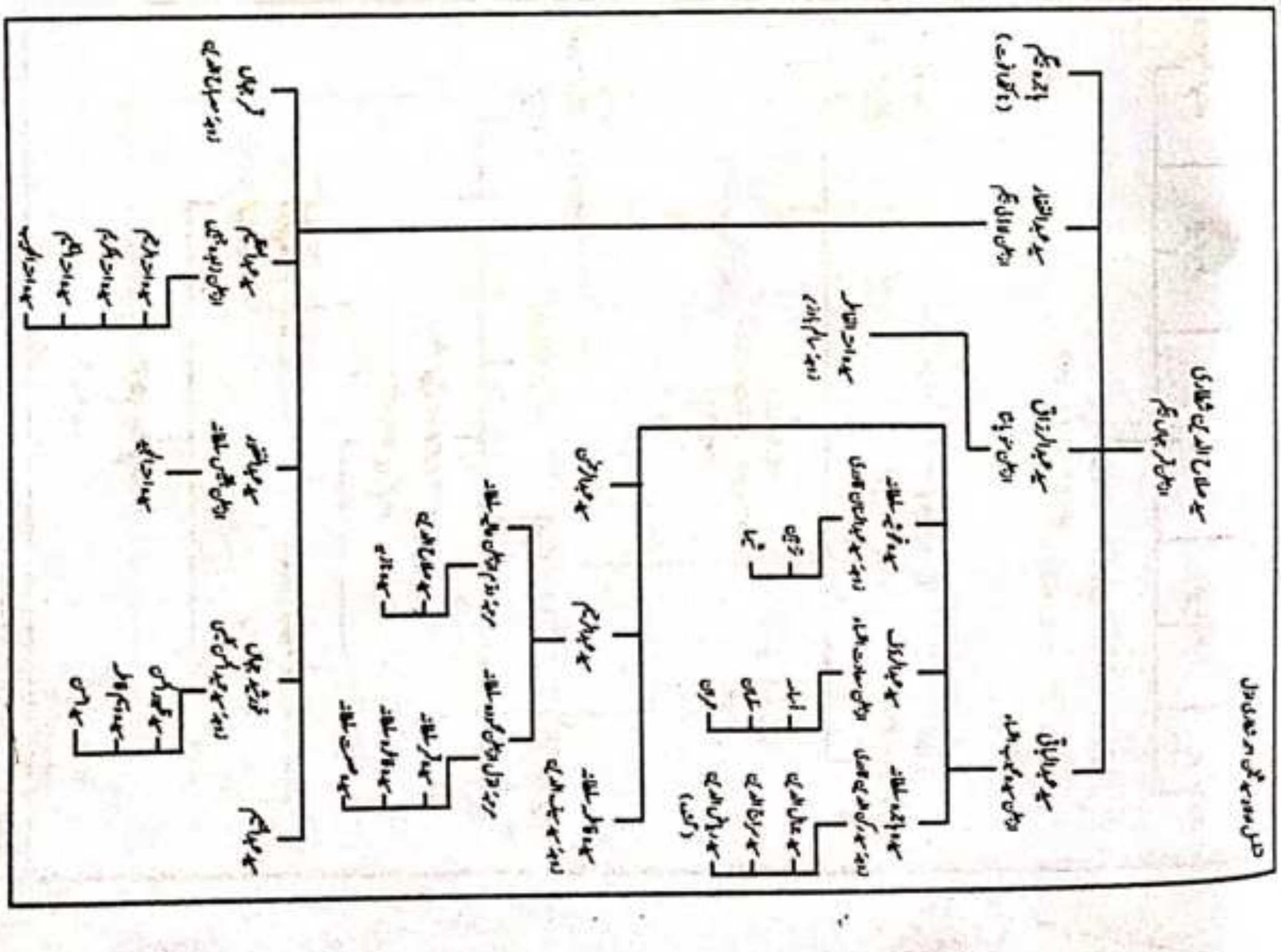

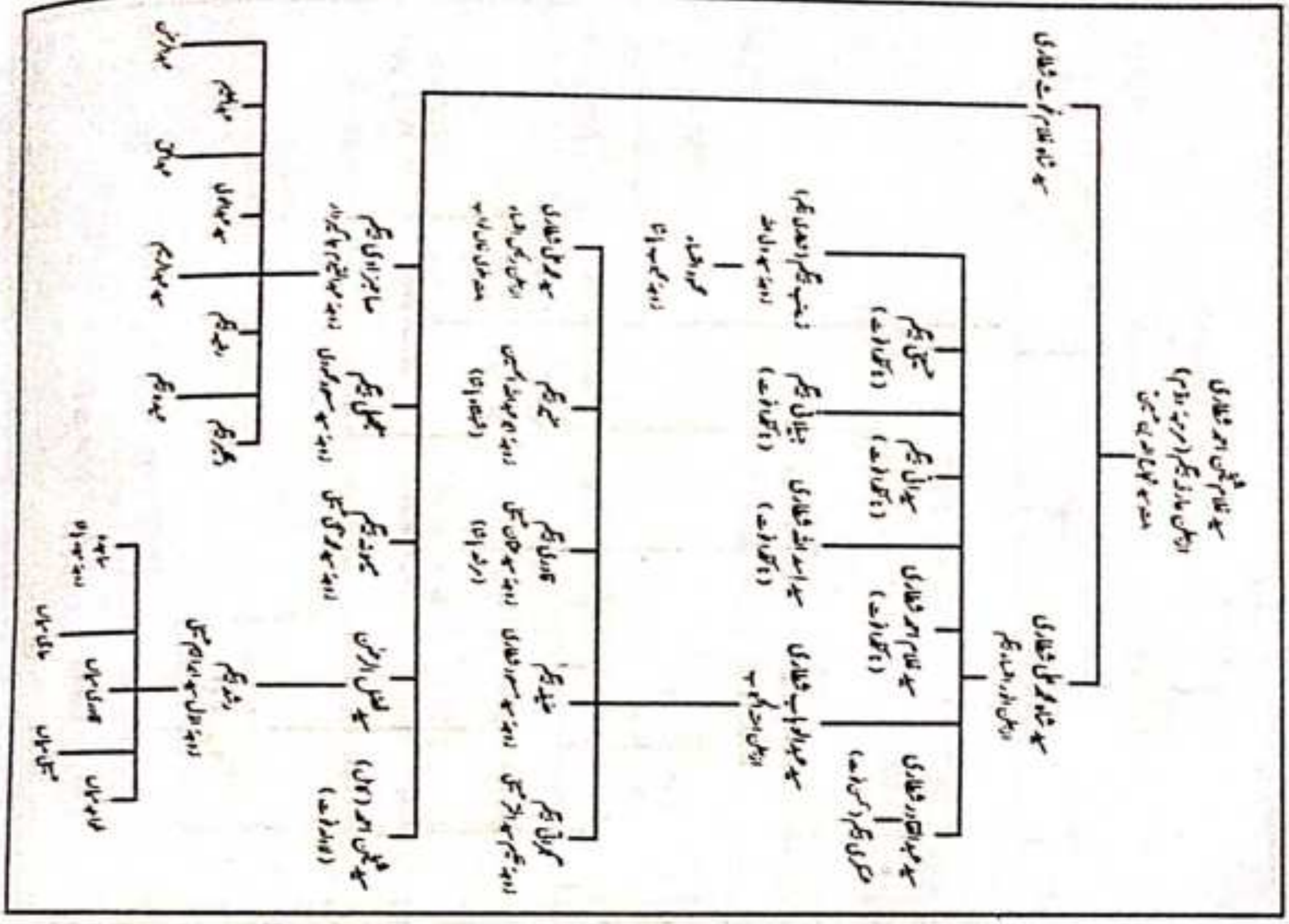

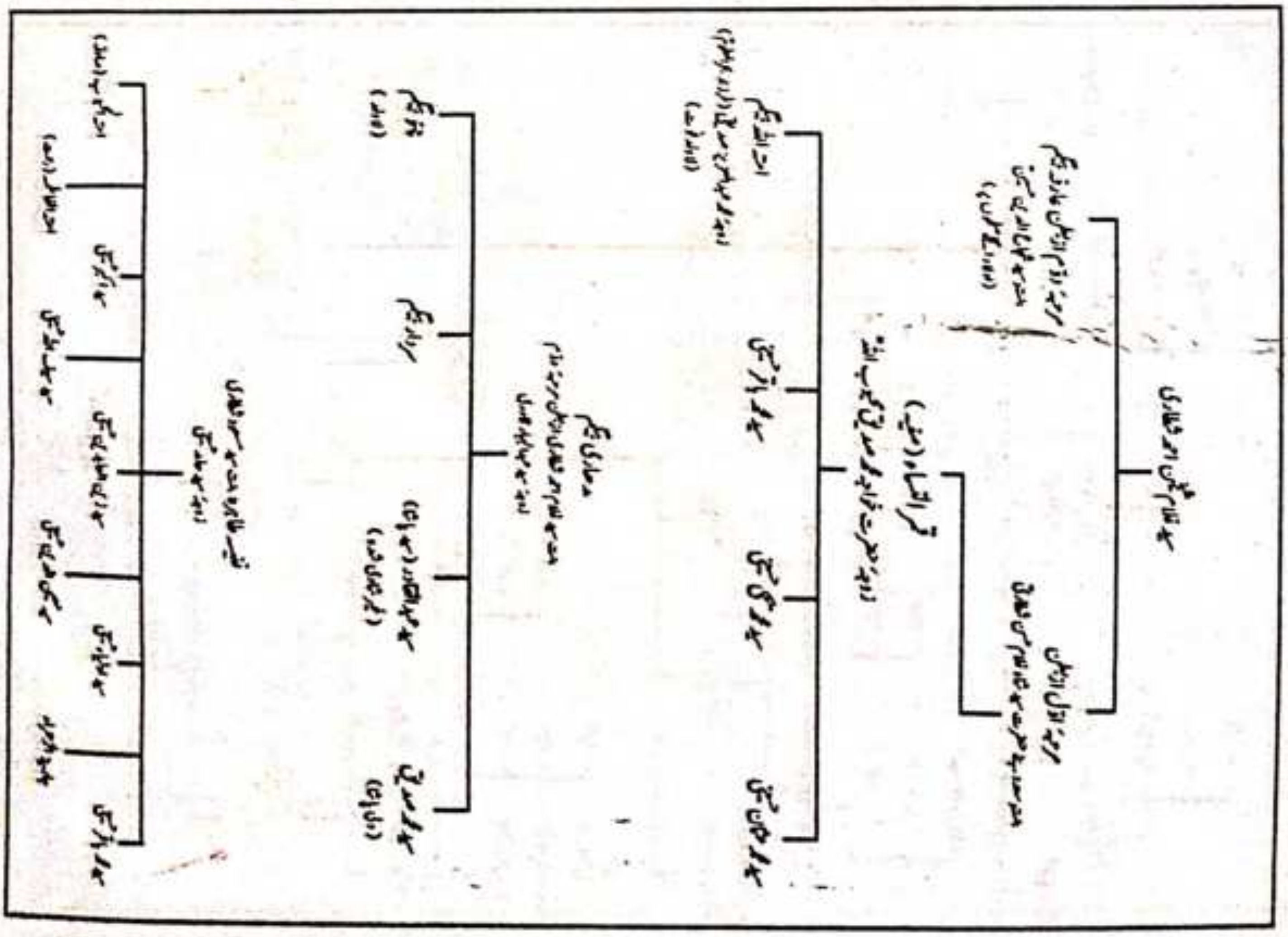

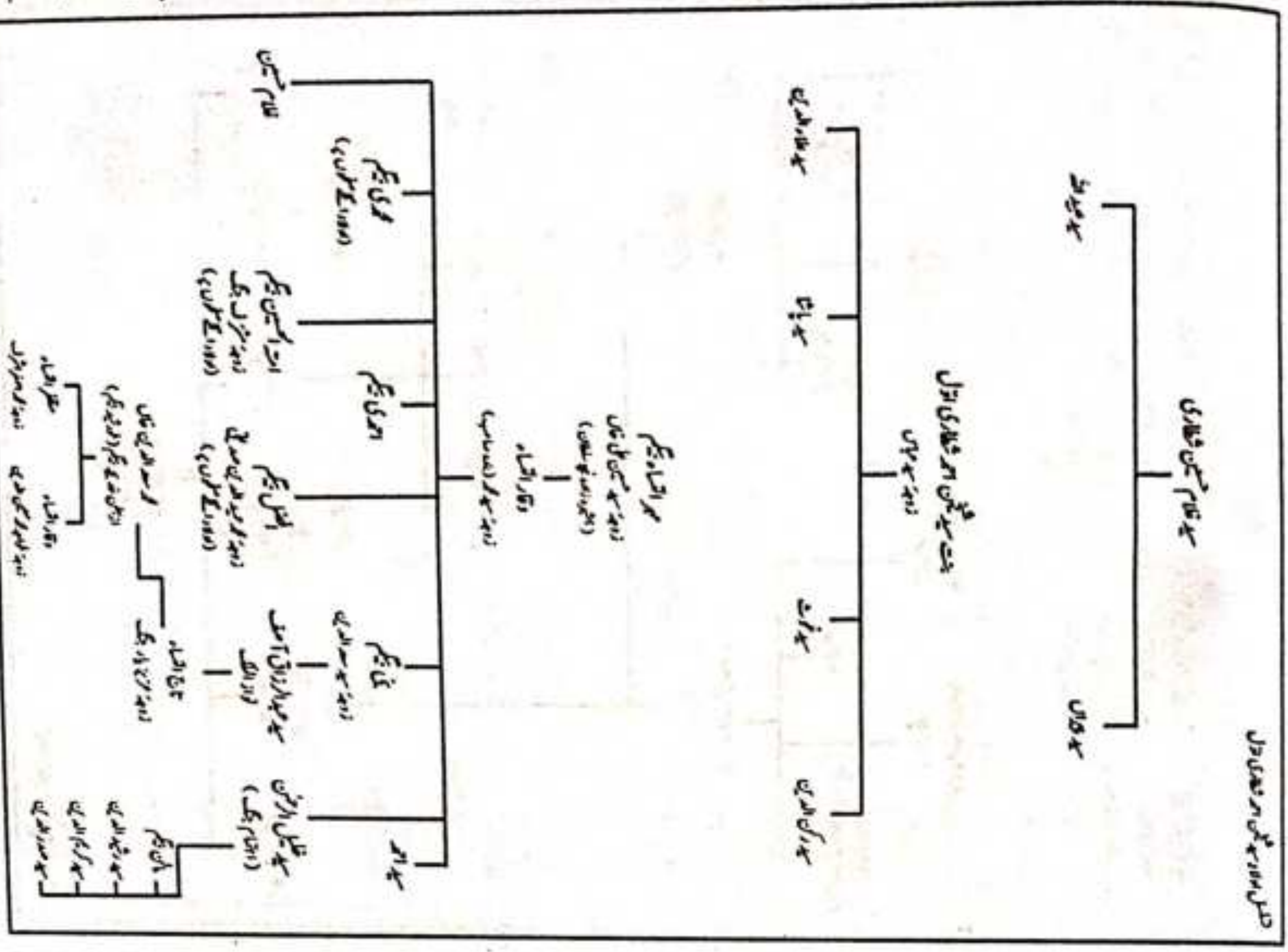

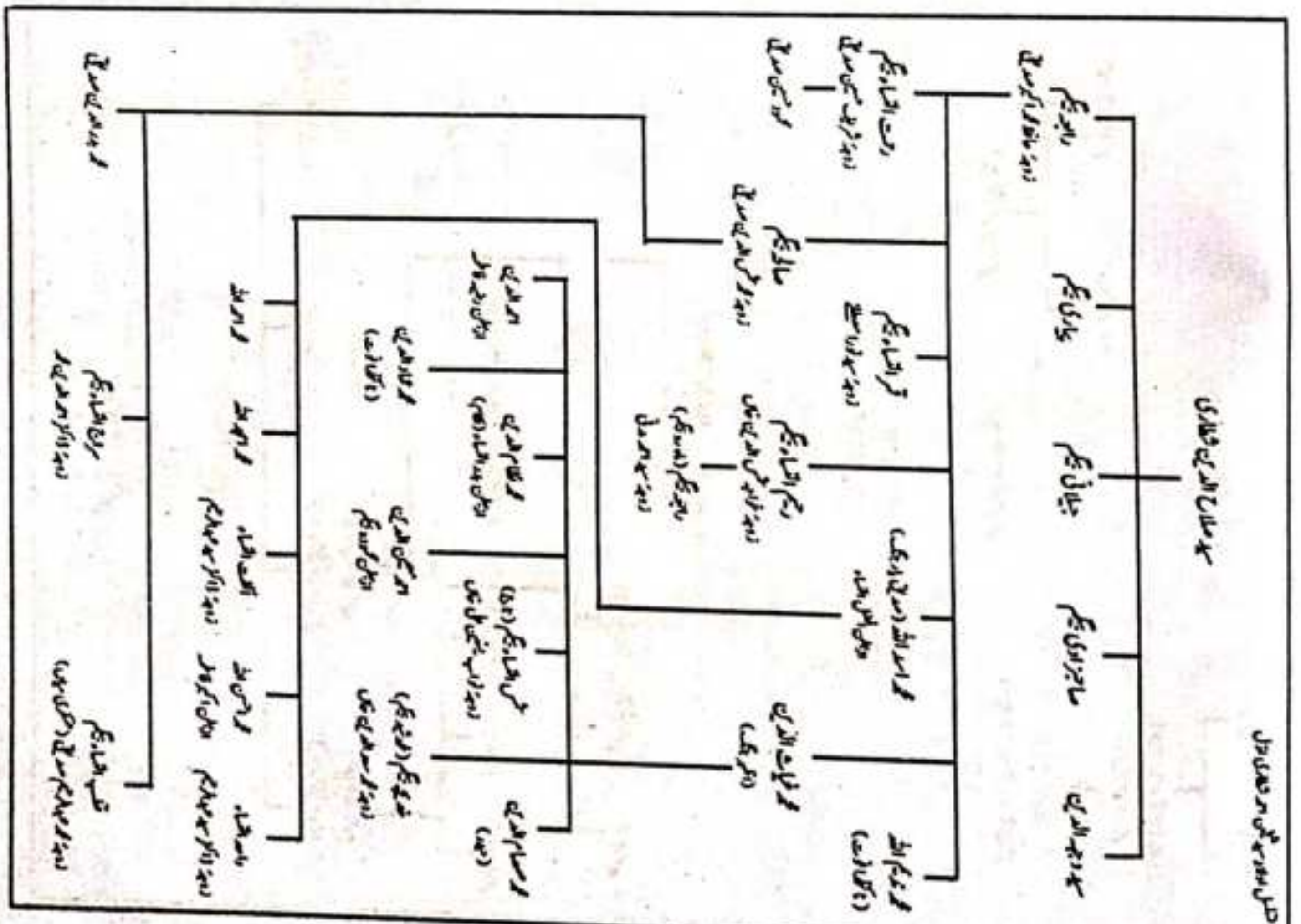

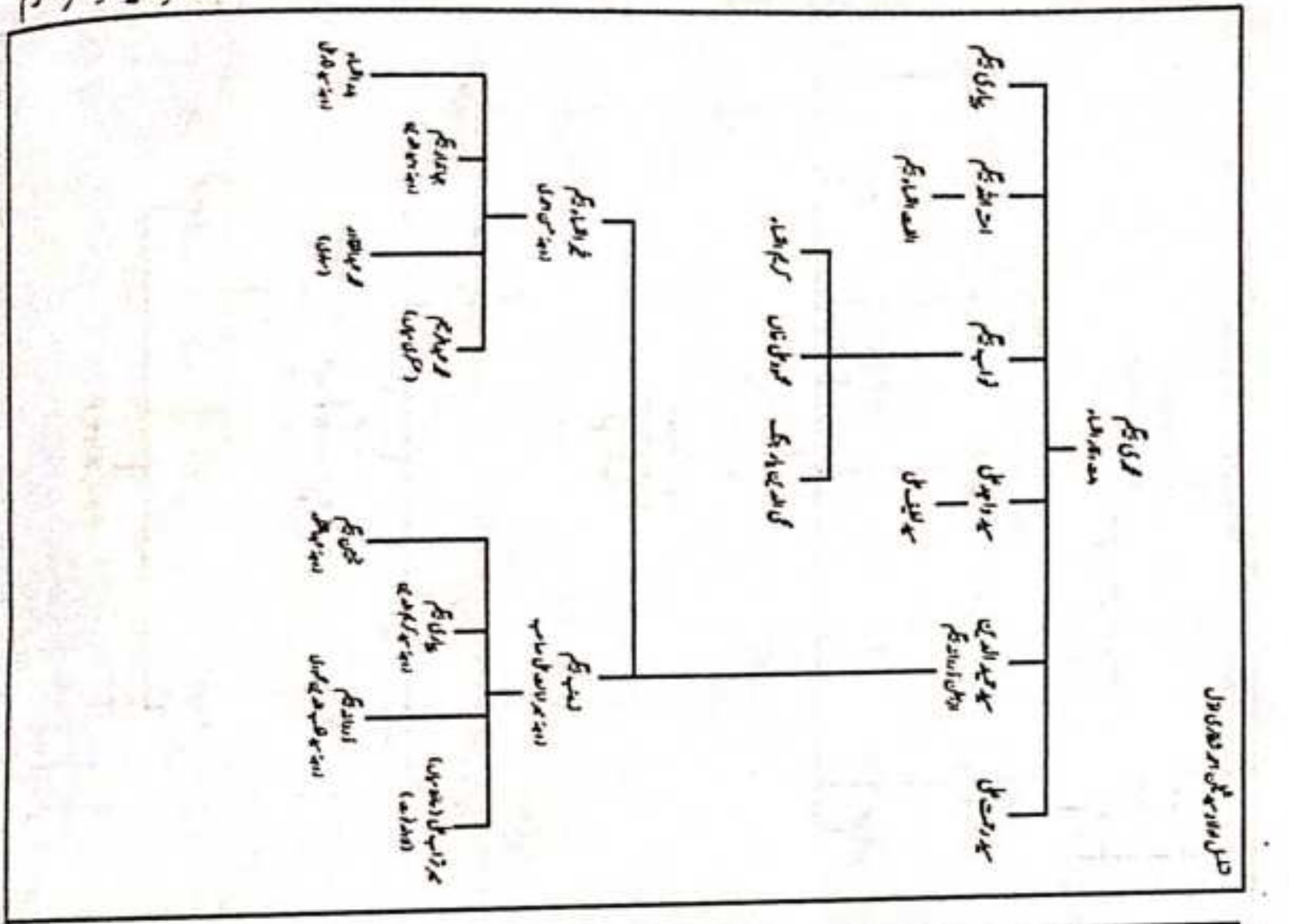

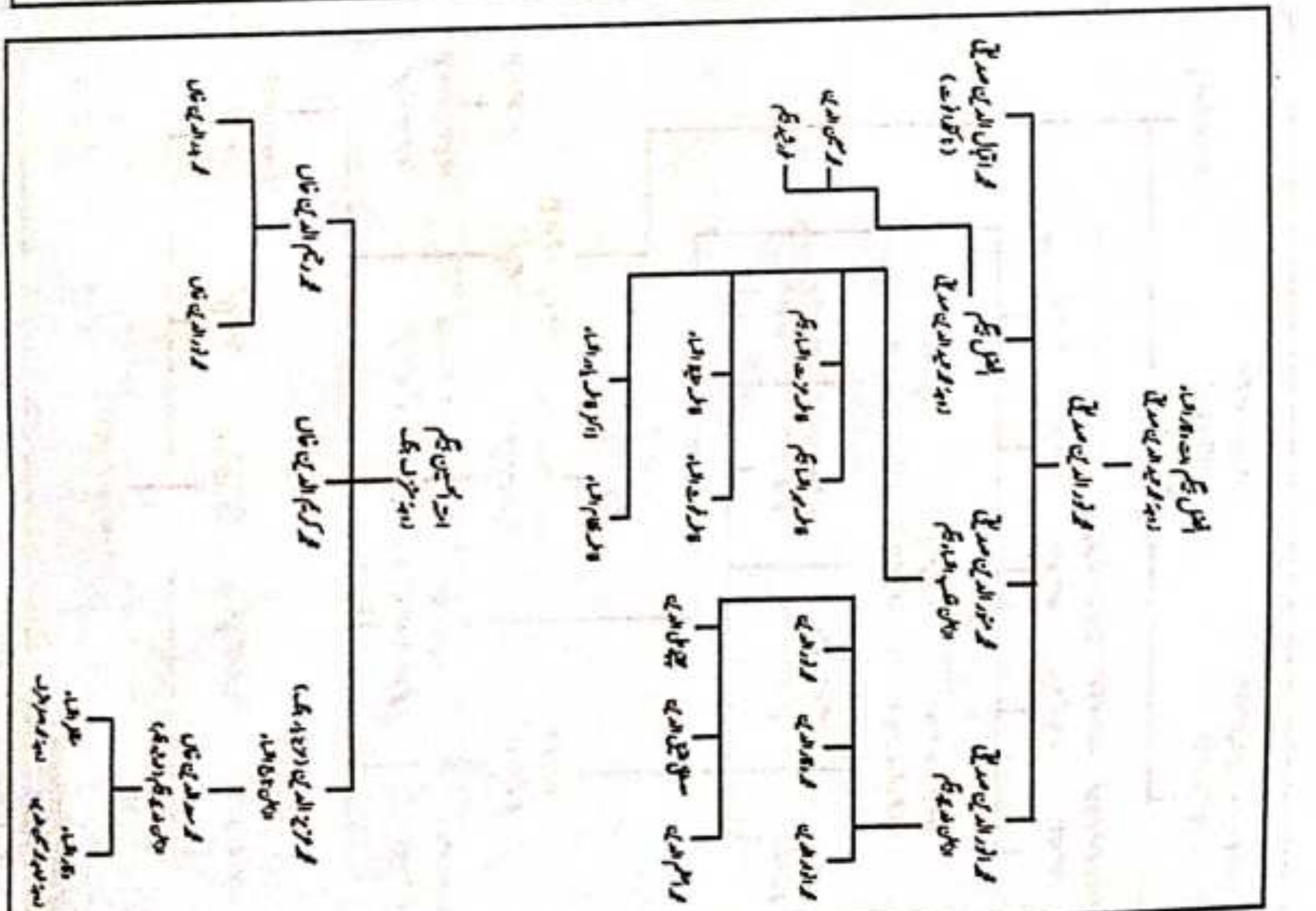

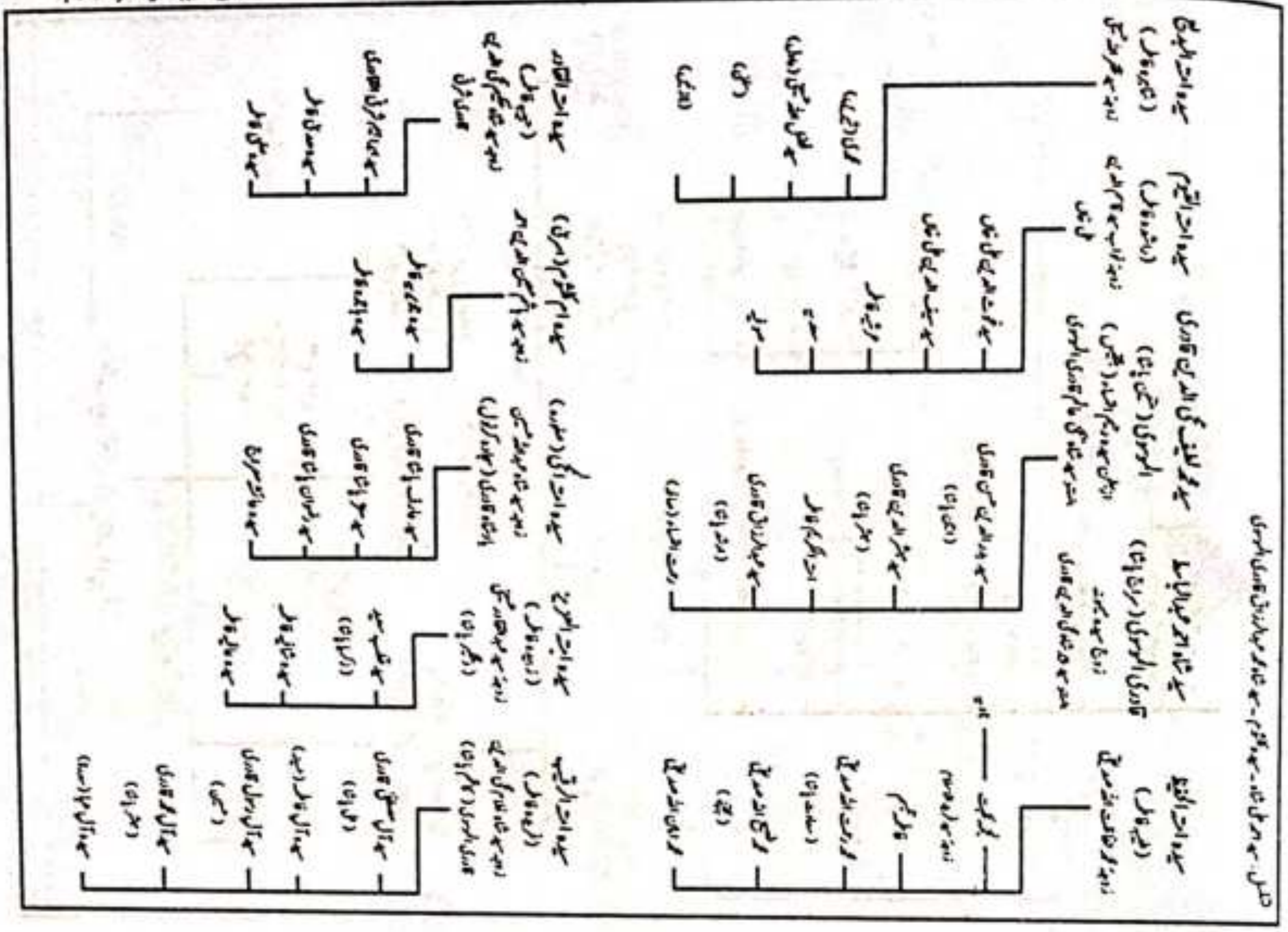

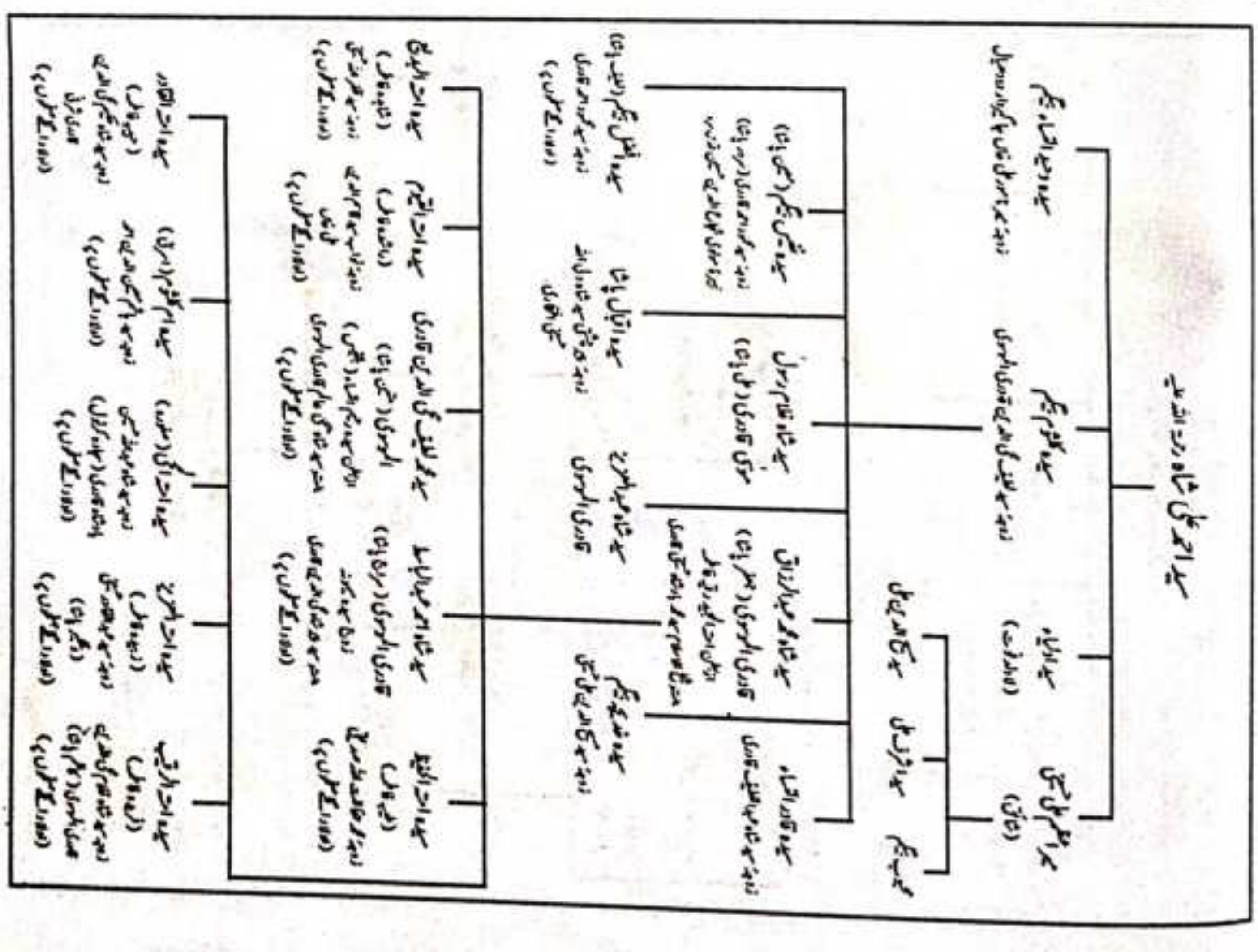

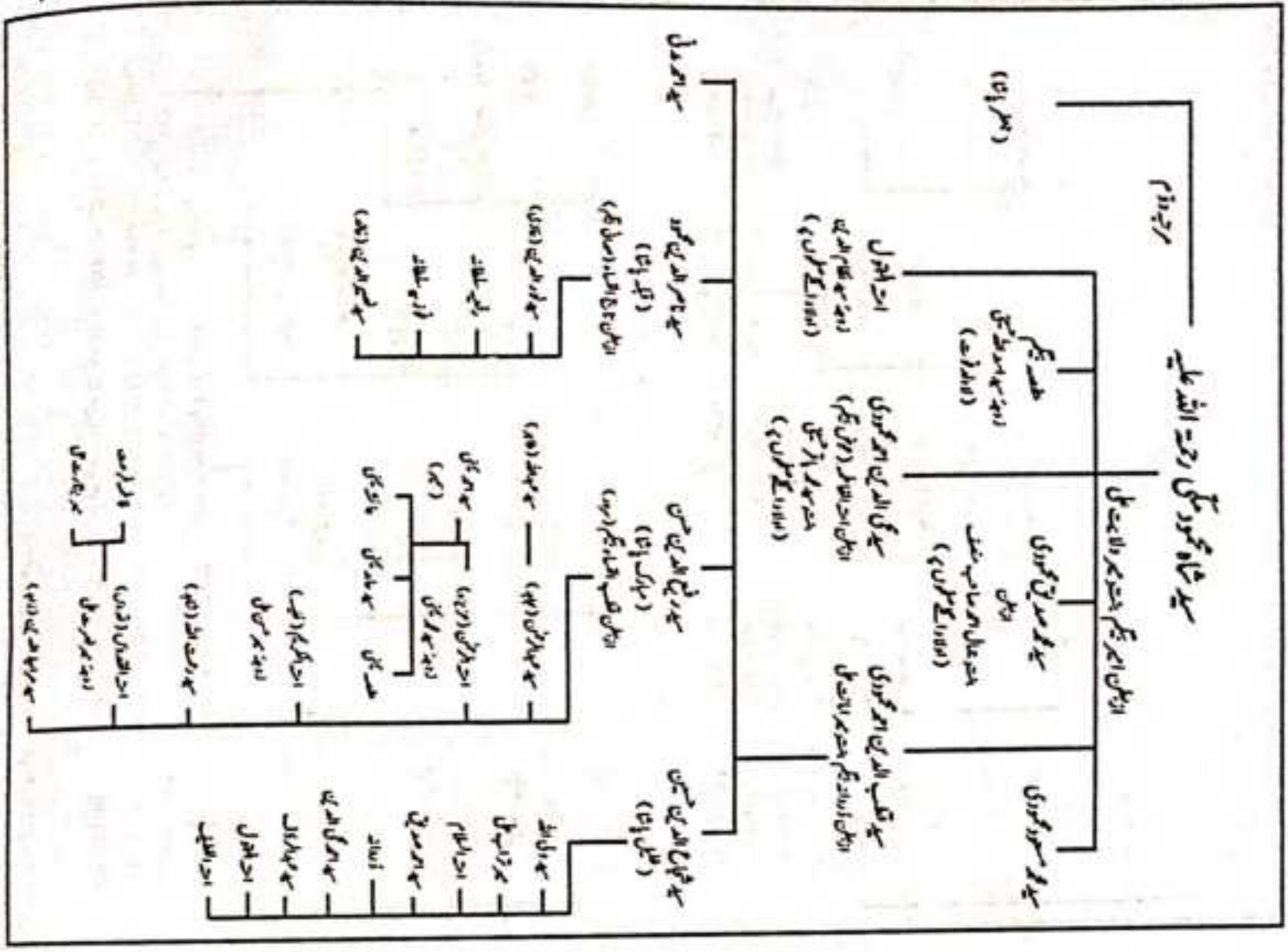

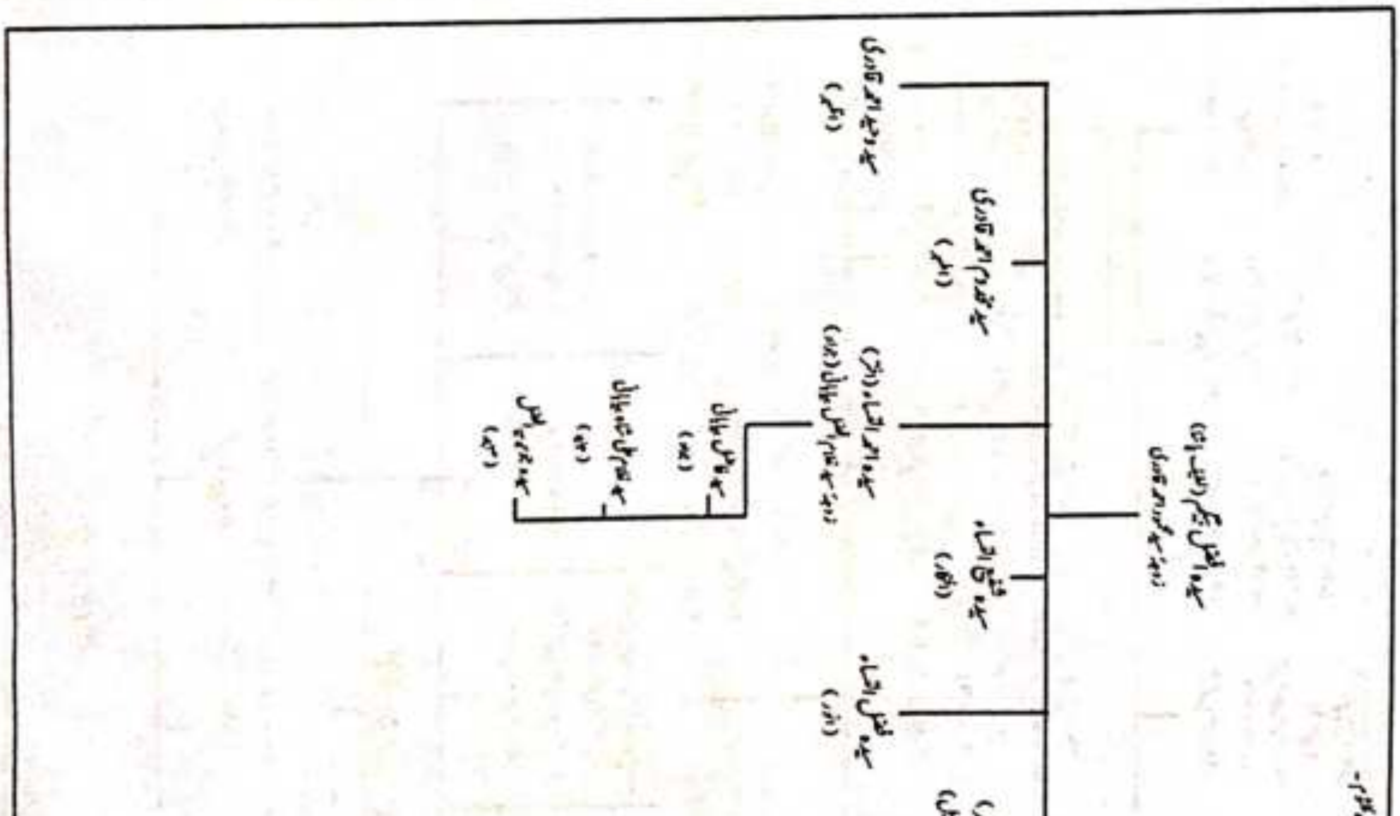

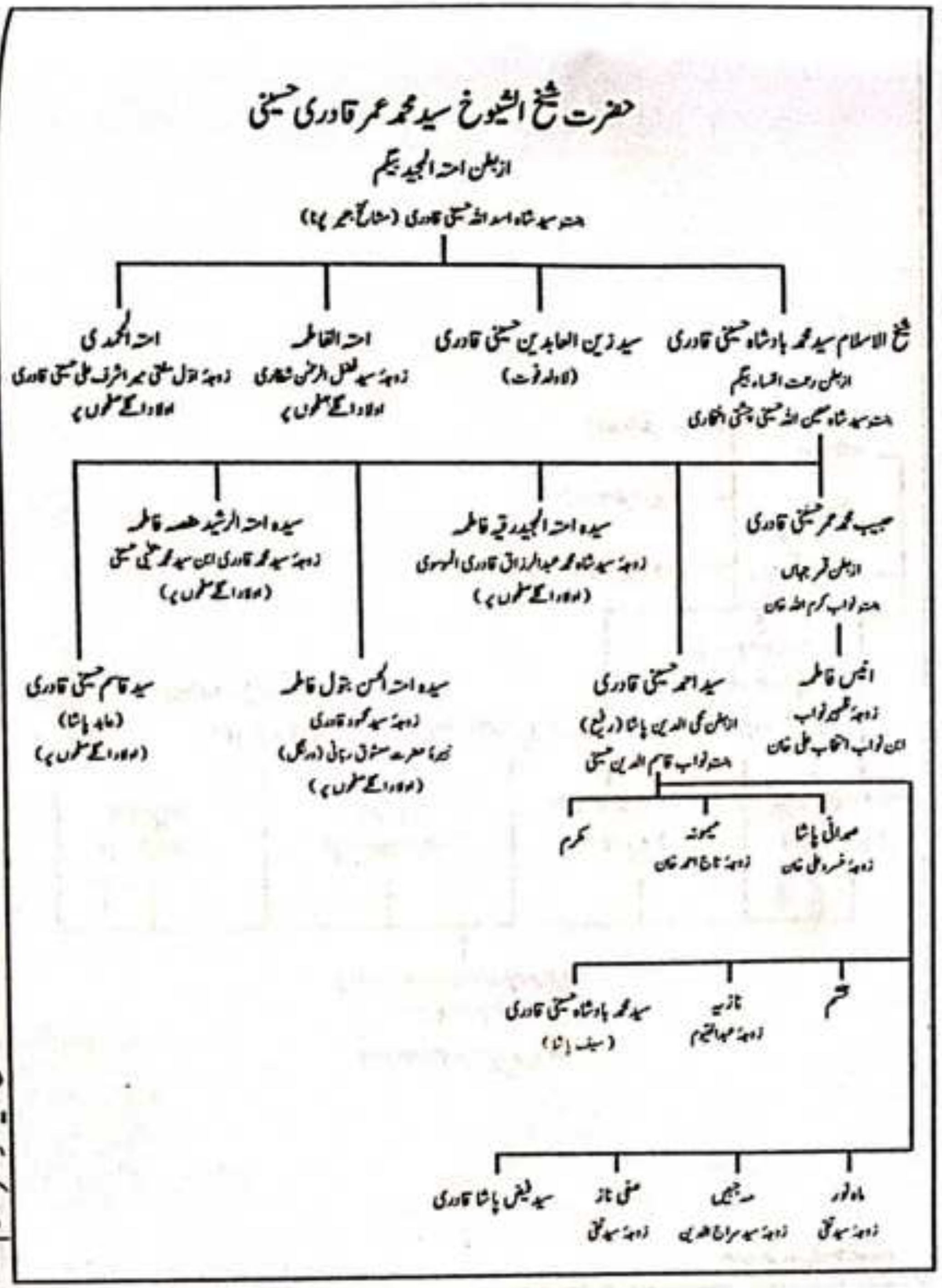
حضرت شیخ الشیوخ سید محمد عمر قادری حسینی
ازبطن امۃ المجید بیگم
بنت سید شاہ اسد اللہ حسینی قادری (مشائخ بیجاپور)
شیخ الاسلام سید محمد بادشاہ حسینی قادری
ازبطن رحمت النساء بیگم
بنت سید شاہ معین اللہ حسینی چشتی البخاری
سید زین العابدین حسینی قادری
(لاولد فوت)
امۃ الفاطمہ
زوجۂ سید فضل الرحمٰن شطاری
اولاد آگے صفحوں پر
امۃ الحمدی
زوجۂ نواب علی میر اشرف علی حسینی قادری
اولاد آگے صفحوں پر
حبیب محمد عمر حسینی قادری
ازبطن قمر جہاں
بنت نواب کرم اللہ خان
انیس فاطمہ
زوجۂ ظہیر نواب
ابن نواب انتخاب علی خان
سیدہ امۃ المجید رقیہ فاطمہ
زوجۂ سید شاہ محمد عبد الرزاق قادری الموسوی
(اولاد آگے صفحوں پر)
سیدہ امۃ الرشید حصہ فاطمہ
زوجۂ سید محمد قادری ابن سید محمد علی حسینی
(اولاد آگے صفحوں پر)
سید احمد حسینی قادری
ازبطن محی الدین پاشا (رفیع)
بنت نواب قاسم الدین حسینی
سیدہ امۃ الحسن بتول فاطمہ
زوجۂ سید محمود قادری
نبیرۂ حضرت مشتاق ربانی (ورنگل)
(اولاد آگے صفحوں پر)
سید قاسم حسینی قادری
(عابد پاشا)
(اولاد آگے صفحوں پر)
صدائی پاشا
زوجۂ خسرو علی خان
میمونہ
زوجۂ تاج احمد خان
کرم
ختم
نازیہ
زوجۂ عبد القیوم
سید محمد بادشاہ حسینی قادری
(سیف پاشا)
ماہ نور
زوجۂ سید تقی
مہ جبیں
زوجۂ سید سراج الدین
صفی ناز
زوجۂ سید تقی
سید فیض پاشا قادری

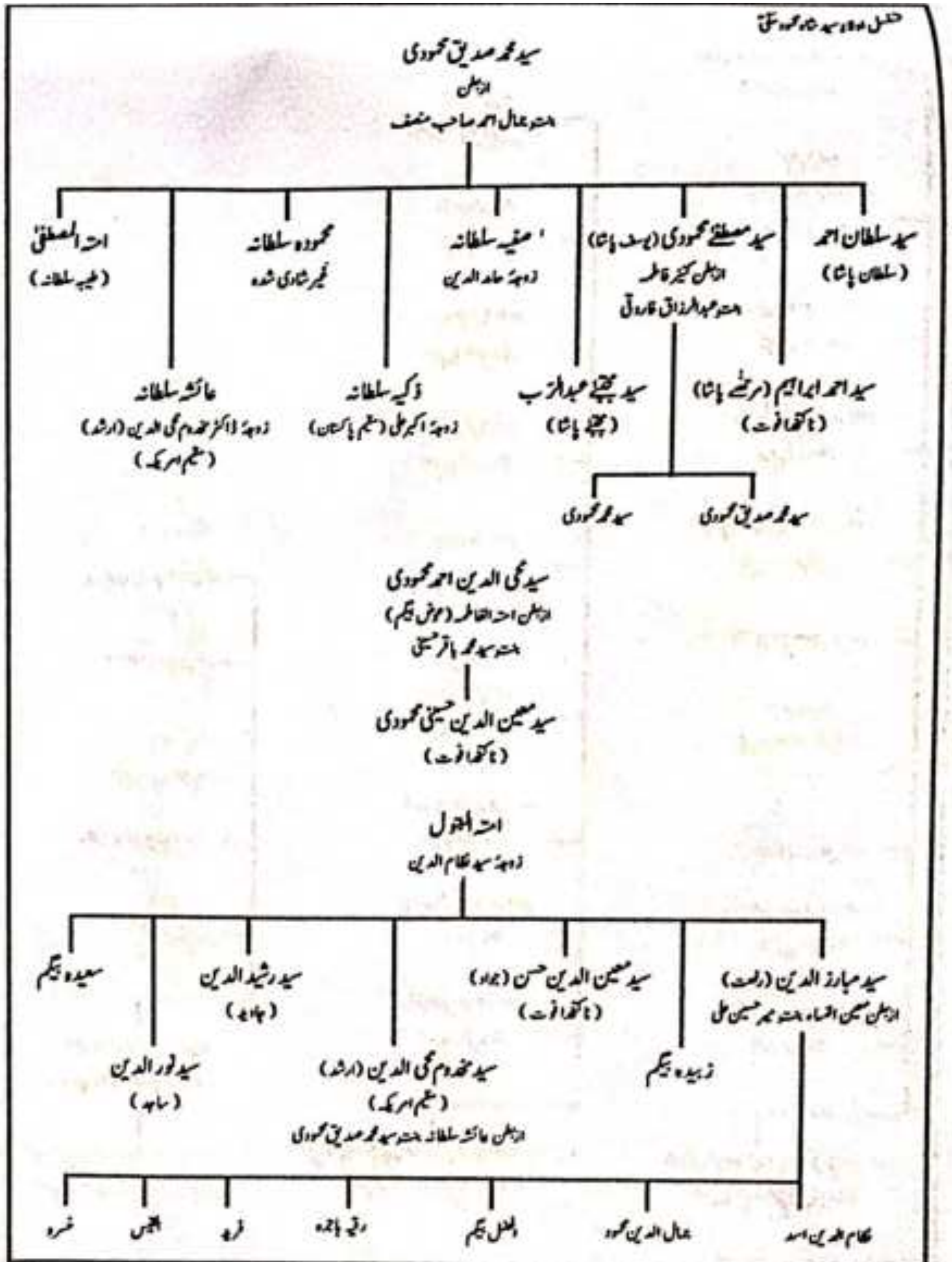
سلسلۂ اولاد سید شاہ محمد تقی
سید محمد صدیق محمودی
ازبطن
بنت جمال احمد صاحب مصنف
سید سلطان احمد
(سلطان پاشا)
سید مصطفیٰ محمودی (یوسف پاشا)
ازبطن کنیز فاطمہ
بنت عبد الرزاق فاروقی
صفیہ سلطانہ
زوجۂ حامد الدین
محمودہ سلطانہ
غیر شادی شدہ
امۃ المصطفیٰ
(طیبہ سلطانہ)
سید احمد ابراہیم (مرتضیٰ پاشا)
(ناکتخدا فوت)
سید مجتبیٰ عبد الرب
(مجتبیٰ پاشا)
ذکیہ سلطانہ
زوجۂ اکبر علی (مقیم پاکستان)
عائشہ سلطانہ
زوجۂ ڈاکٹر مخدوم محی الدین (ارشد)
(مقیم امریکہ)
سید محمد صدیق محمودی
سید محمد محمودی
سید محی الدین احمد محمودی
ازبطن امۃ الفاطمہ (موش بیگم)
بنت سید محمد باقر حسینی
سید معین الدین حسینی محمودی
(ناکتخدا فوت)
امۃ المتول
زوجۂ سید نظام الدین
سید مبارز الدین (رفعت)
ازبطن معین النساء بنت میر حسین علی
سید معین الدین حسن (جواد)
(ناکتخدا فوت)
سید رشید الدین
(جاوید)
سعیدہ بیگم
زبیدہ بیگم
سید مخدوم محی الدین (ارشد)
(مقیم امریکہ)
ازبطن عائشہ سلطانہ بنت سید محمد صدیق محمودی
سید نور الدین
(ساجد)
نظام الدین اسد
جمال الدین محمود
افضل بیگم
رقیہ ناجیہ
فریحہ
انجبیں
خسرو

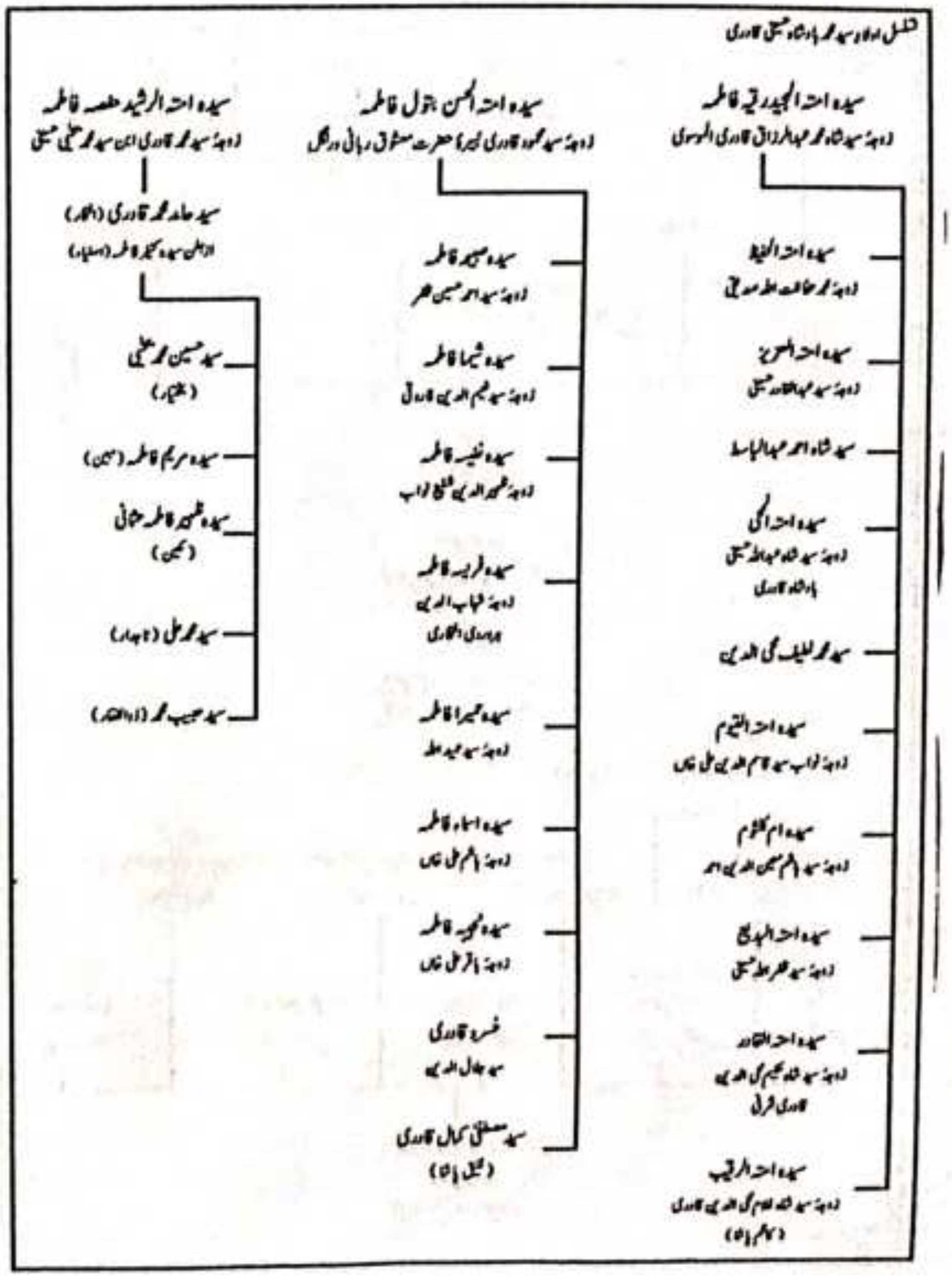
تسلسل اولاد سید محمد بادشاہ حسینی قادری
سیدہ امۃ الحمید رقیہ فاطمہ
(زوجۂ سید شاہ محمد عبدالرزاق قادری الموسوی)
سیدہ امۃ الحسن بتول فاطمہ
(زوجۂ سید محمود قادری نبیرۂ حضرت مشتاق ربانی ورنگل)
سیدہ امۃ الرشید حفصہ فاطمہ
(زوجۂ سید محمد قادری ابن سید محمد علی حسینی)
سید حامد محمد قادری (انظار)
سیدہ مریم فاطمہ (سمین)
سید محمد علی
سید حبیب محمد
سیدہ صبیحہ فاطمہ
سیدہ شیبا فاطمہ
سیدہ نفیسہ فاطمہ
سیدہ فریسہ فاطمہ
سیدہ حمیرا فاطمہ
سیدہ اسماء فاطمہ
سیدہ مجیبہ فاطمہ
خسرو قادری
سید جلال الدین
سید مصطفیٰ کمال قادری
سیدہ امۃ الحی
سید شاہ احمد عبدالباسط
سید محمد لطیف محی الدین
سیدہ امۃ القیوم
سیدہ ام کلثوم
سیدہ امۃ البدیع
سیدہ امۃ القادر
سیدہ امۃ الرقیب

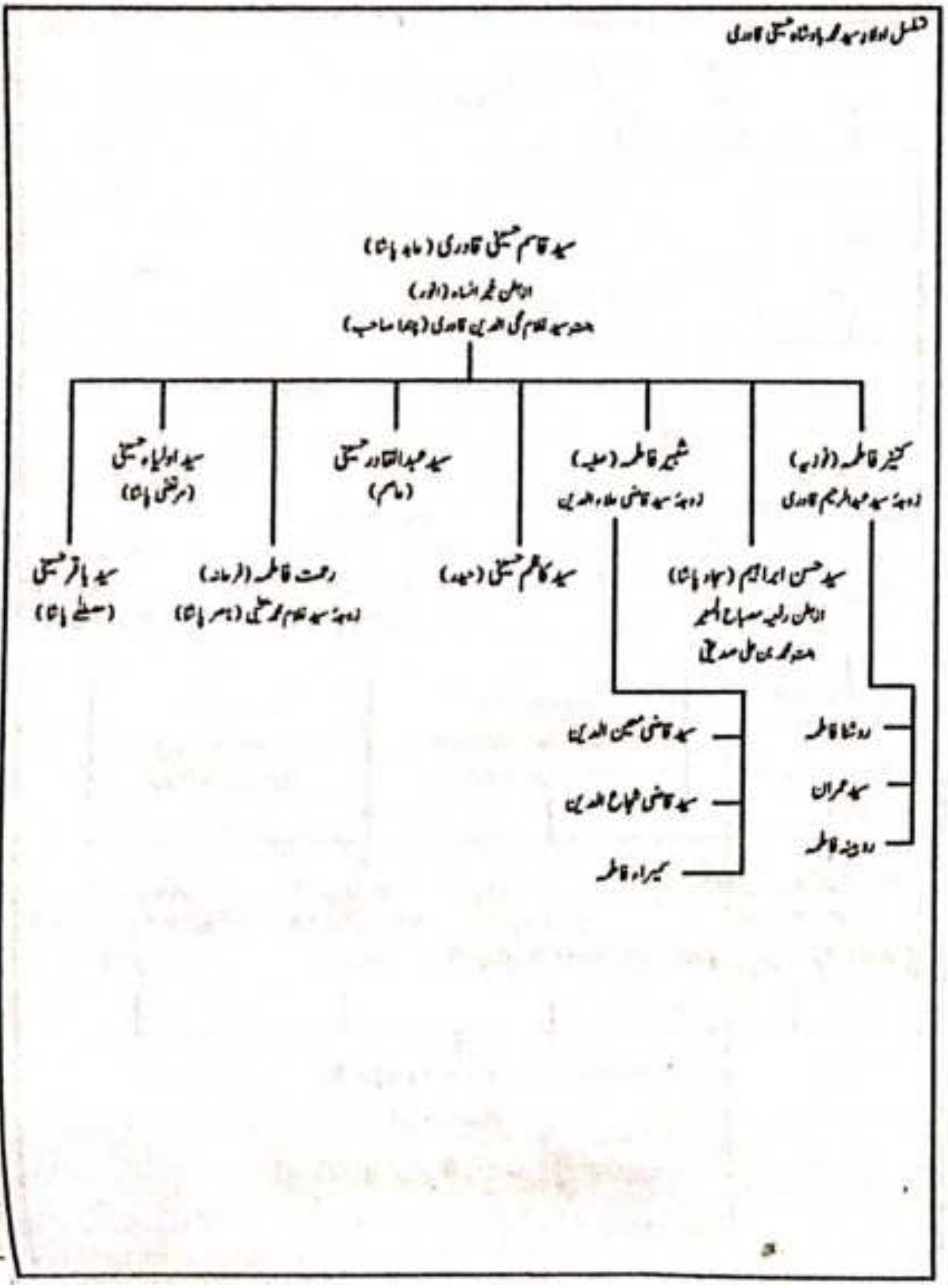
تسلسل اولاد سید محمد بادشاہ حسینی قادری
سید قاسم حسینی قادری (ماجد پاشا)
ازاہلیہ نجم النساء (انور)
دختر سید غلام محی الدین قادری (چندا صاحب)
کنیز فاطمہ (زہرہ)
زوجۂ سید عبدالرحیم قادری
سید حسن ابراہیم (سجاد پاشا)
شبیر فاطمہ (عطیہ)
سید کاظم حسینی (مہدی)
سید عبدالقادر حسینی
(عاصم)
رحمت فاطمہ (ارشاد)
سید اولیاء حسینی
(مرتضیٰ پاشا)
سید باقر حسینی
(مصطفیٰ پاشا)
روشنا فاطمہ
سید عمران
روبینہ فاطمہ
سید قاضی محسن الدین
سید قاضی شجاع الدین
کیراء فاطمہ

سلاسلِ بیعت

اور

اسماء خلفاء بحرالعلومؒ

فہرست سلاسلِ بیعت

صفحہ

طریقۂ عالیہ قادریہ	۶۱۹
چشتیہ نظامیہ	۶۲۴
نقشبندیہ	۶۲۶
اویسیہ ہرمیہ	۶۲۷
جنیدیہ شاذلیہ	۶۲۸
سہروردیہ	۶۲۹
رفاعیہ	۶۳۲
غزالیہ	۶۳۵
قلندریہ	۶۳۷
مجددیہ	۶۳۸
اکبریہ	۶۳۹
شاہ مداریہ	۶۴۰
شطاریہ	۶۴۰

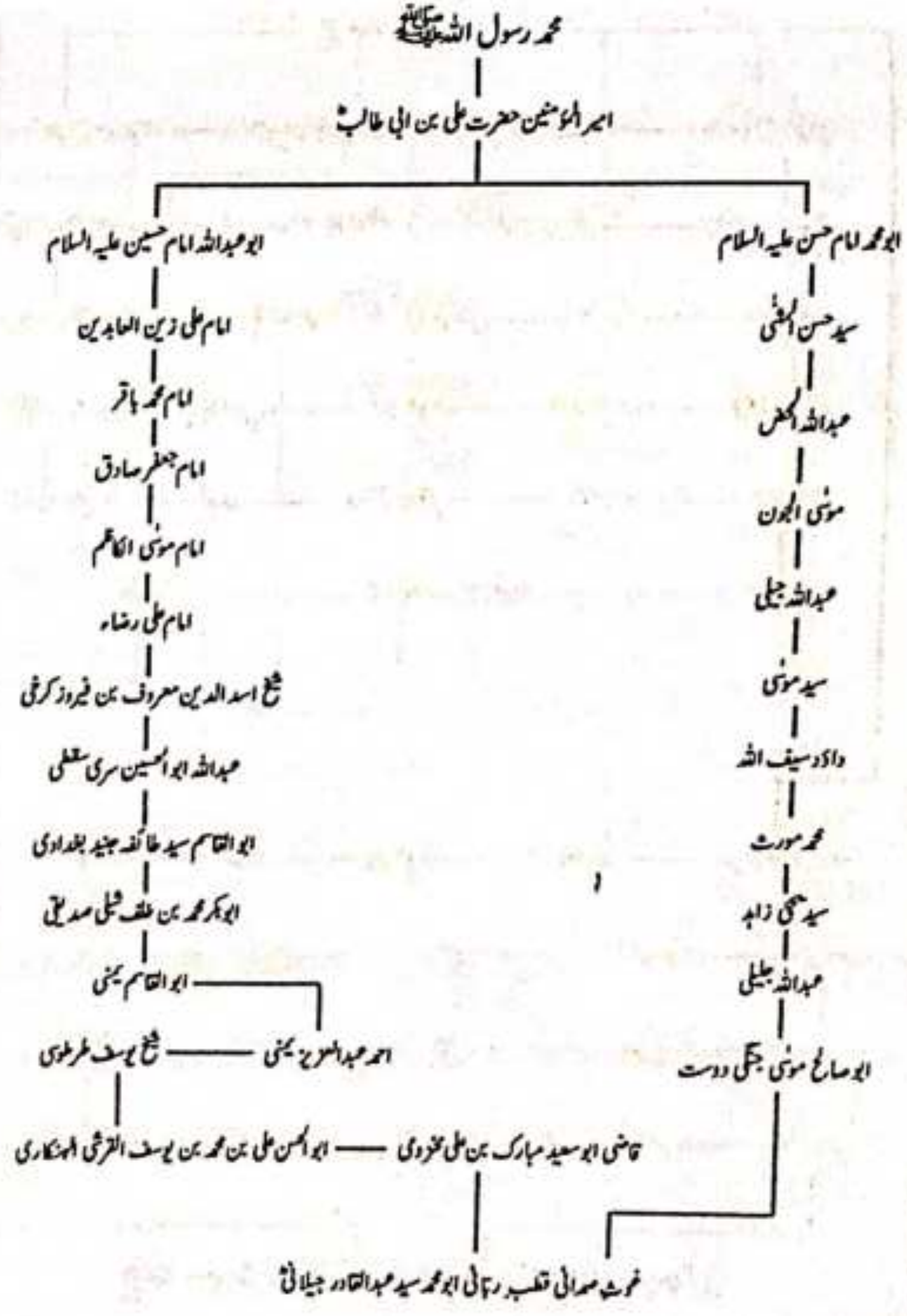
محمد رسول اللہ ﷺ
امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ
ابومحمد امام حسن علیہ السلام
سید حسن المثنیٰ
عبداللہ المحض
موسیٰ الجون
عبداللہ جیلی
سید موسیٰ
داؤد سیف اللہ
محمد مورث
سید یحییٰ زاہد
عبداللہ جیلی
ابوصالح موسیٰ جنگی دوست
ابوعبداللہ امام حسین علیہ السلام
امام علی زین العابدین
امام محمد باقر
امام جعفر صادق
امام موسیٰ الکاظم
امام علی رضاء
شیخ اسد الدین معروف بن فیروز کرخی
عبداللہ ابوالحسین سری سقطی
ابوالقاسم سید طائفہ جنید بغدادی
ابوبکر محمد بن خلف شبلی صدیقی
ابوالقاسم یمنی
احمد عبدالعزیز یمنی
شیخ یوسف طرطوسی
ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھنکاری
قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخزومی
غوث صمدانی قطب ربانی ابومحمد سید عبدالقادر جیلانیؒ

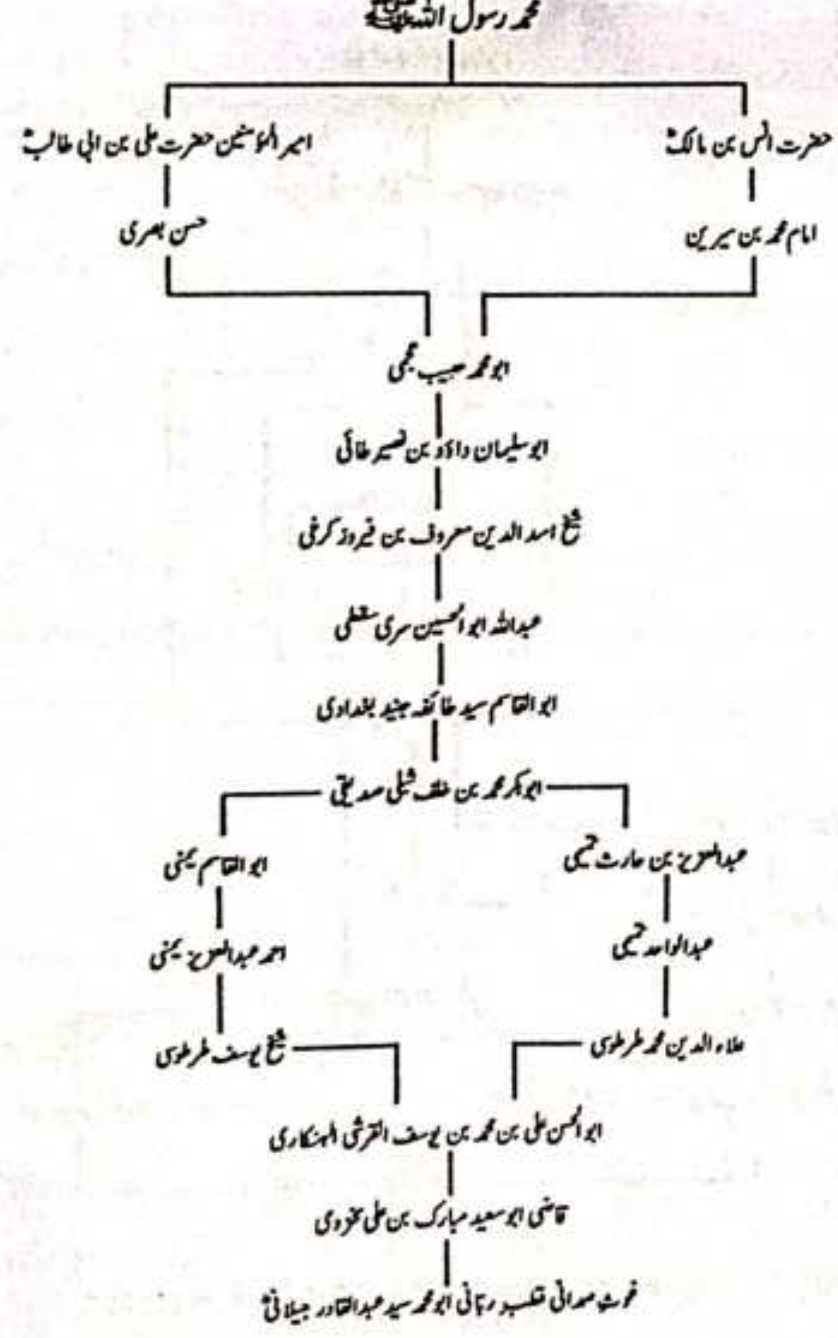
محمد رسول اللہ ﷺ
حضرت انس بن مالکؓ
امام محمد بن سیرین
امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالبؓ
حسن بصری
ابومحمد حبیب عجمی
ابوسلیمان داؤد بن نصیر طائی
شیخ اسد الدین معروف بن فیروز کرخی
عبداللہ ابوالحسین سری سقطی
ابوالقاسم سید طائفہ جنید بغدادی
ابوبکر محمد بن خلف شبلی صدیقی
عبدالعزیز بن حارث تمیمی
عبدالواحد تمیمی
علاء الدین محمد طرطوسی
ابوالقاسم یمنی
احمد عبدالعزیز یمنی
شیخ یوسف طرطوسی
ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھنکاری
قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخزومی
غوث صمدانی قطب ربانی ابومحمد سید عبدالقادر جیلانیؒ

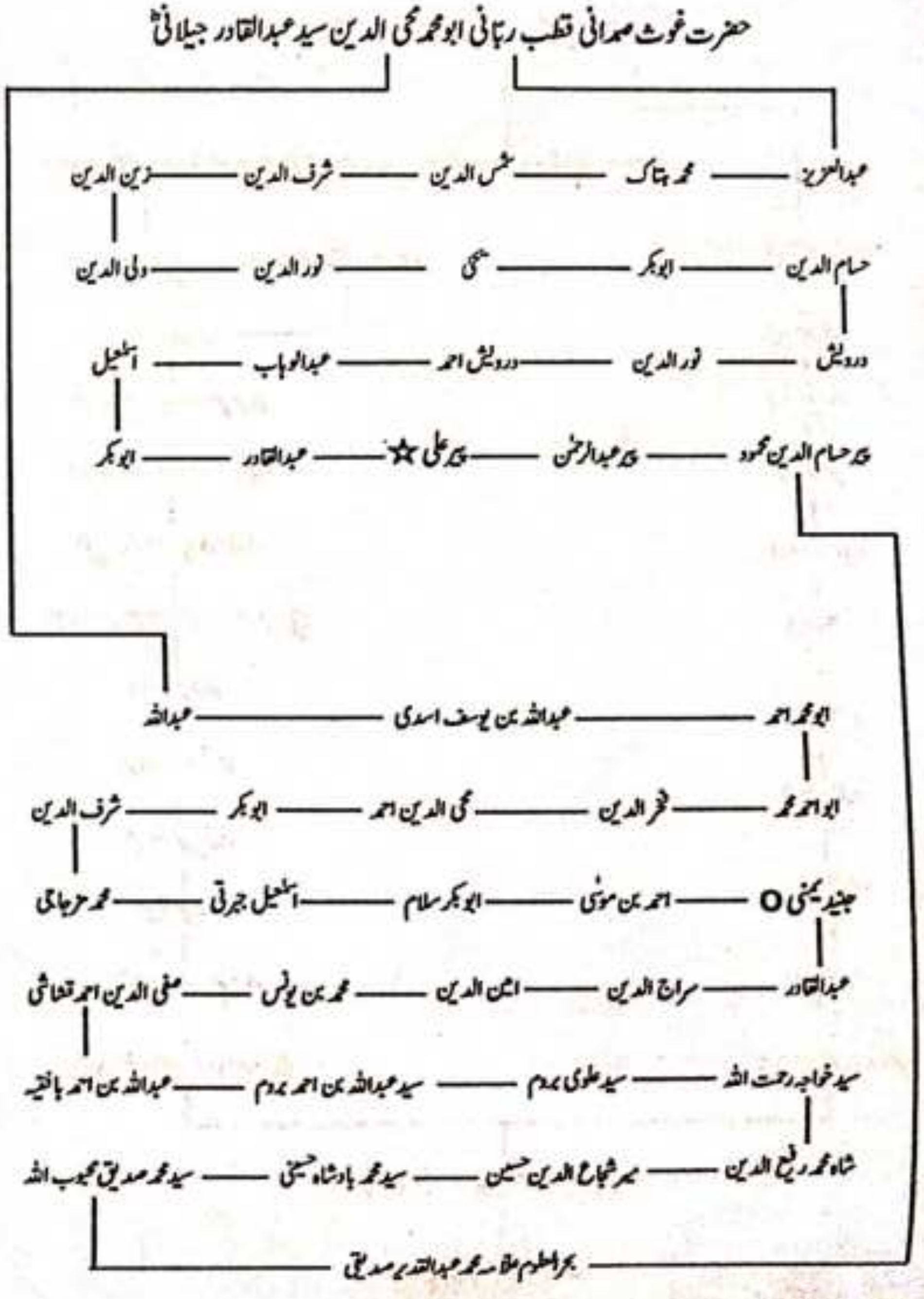

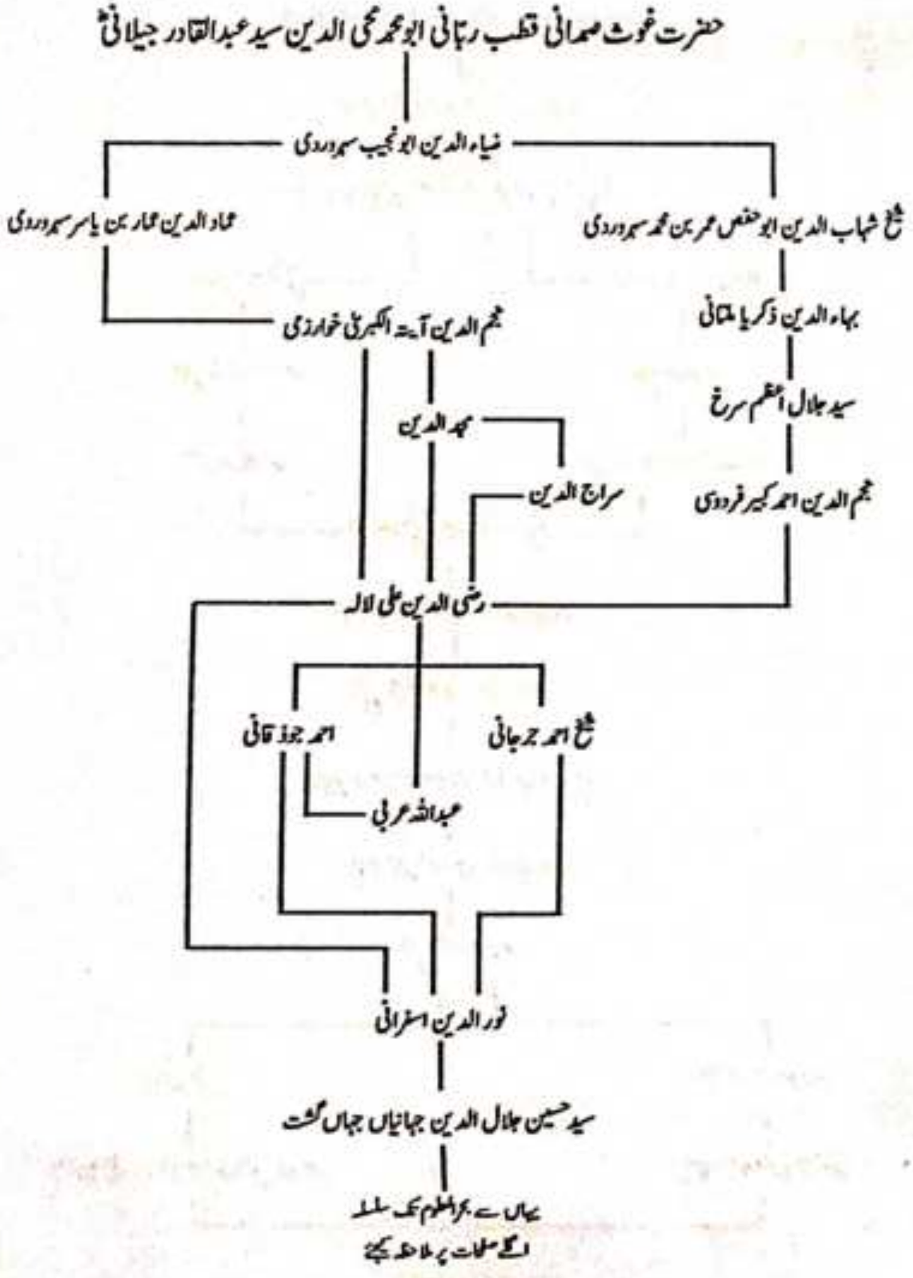

☆ قادریہ نعیمیہ O قادریہ جنیدیہ

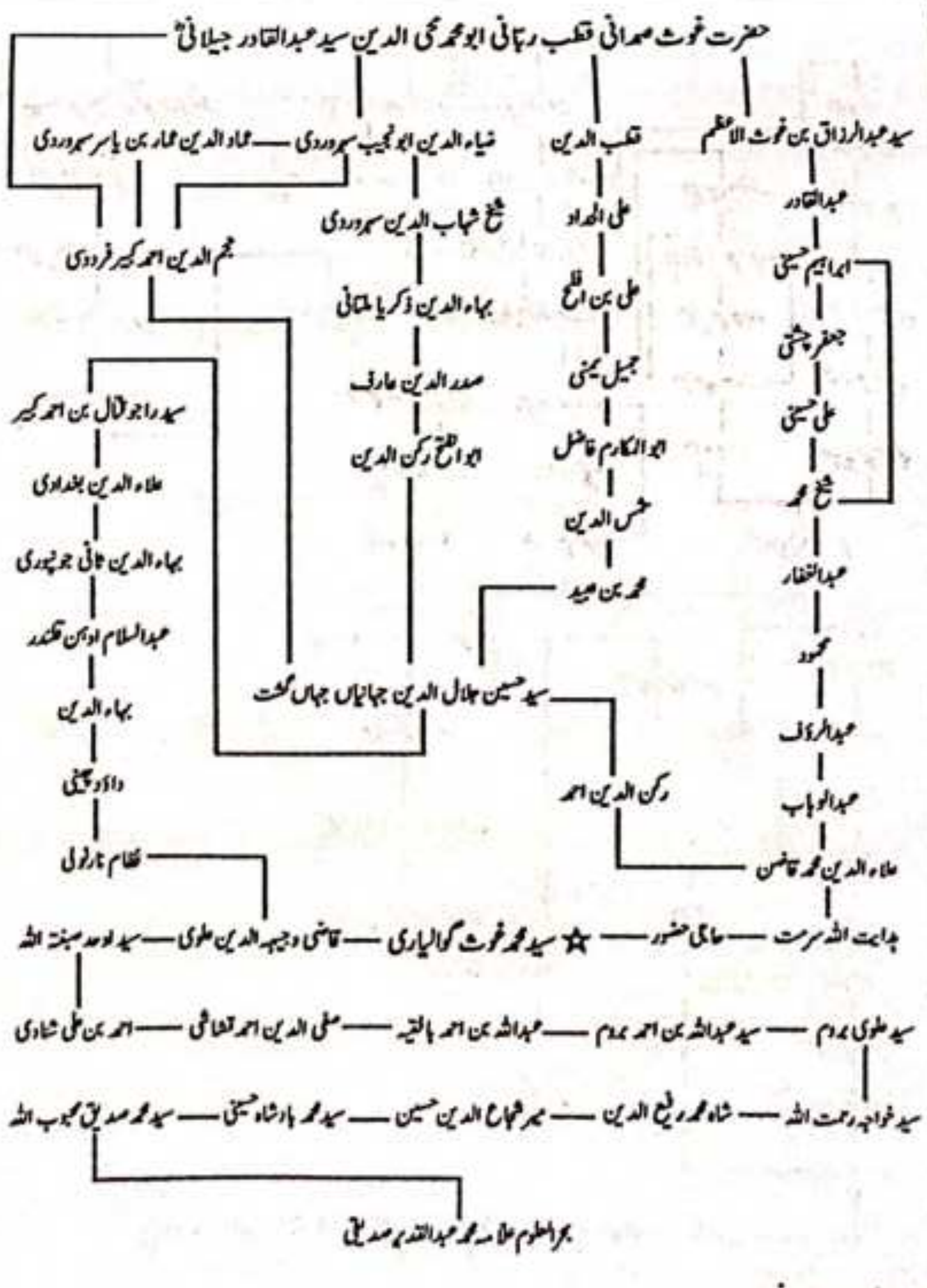

☆ طریقہ قادریہ غوثیہ

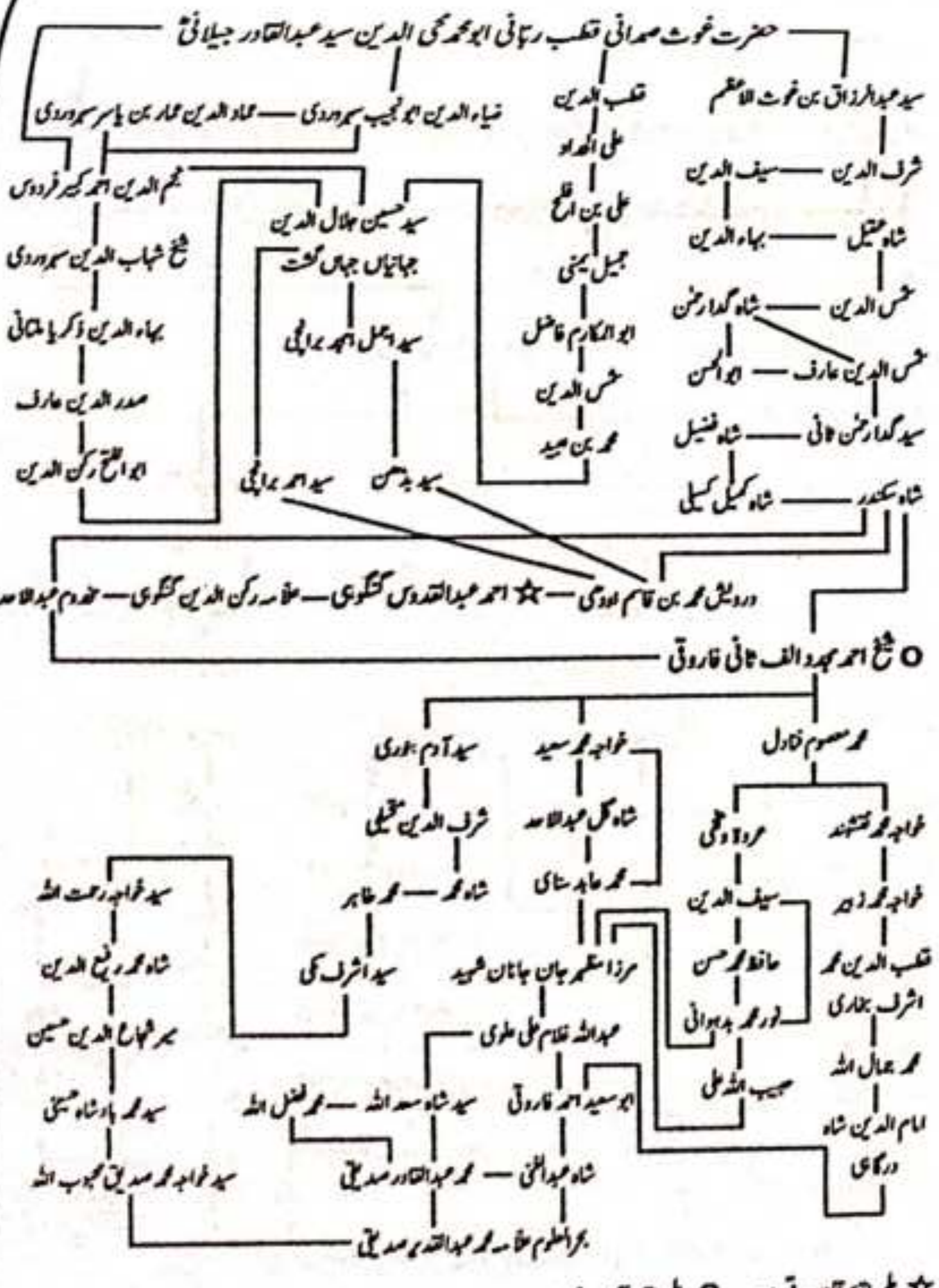

☆ طریقہ قادریہ قدوسیہ O طریقہ قادریہ مجددیہ

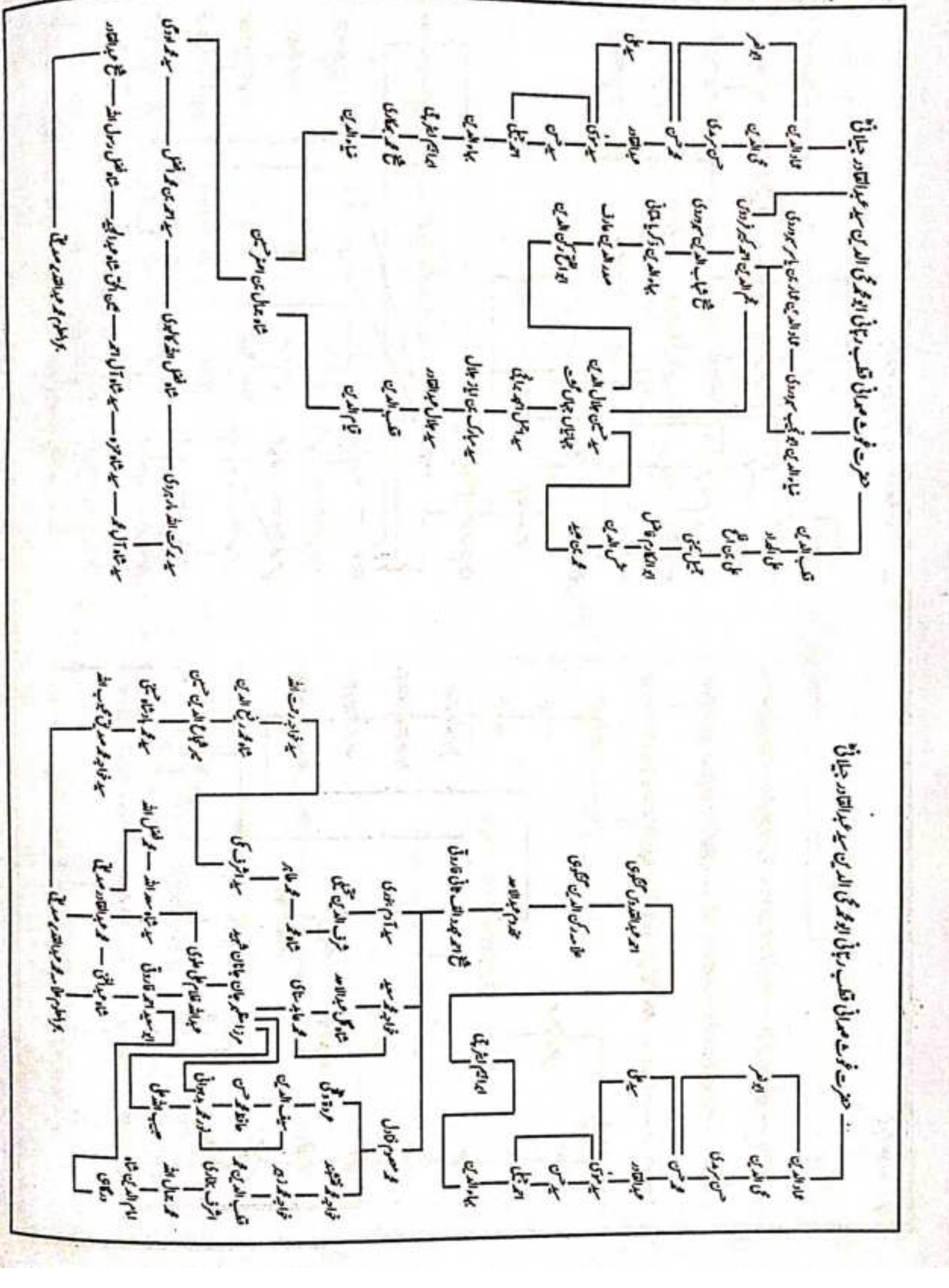

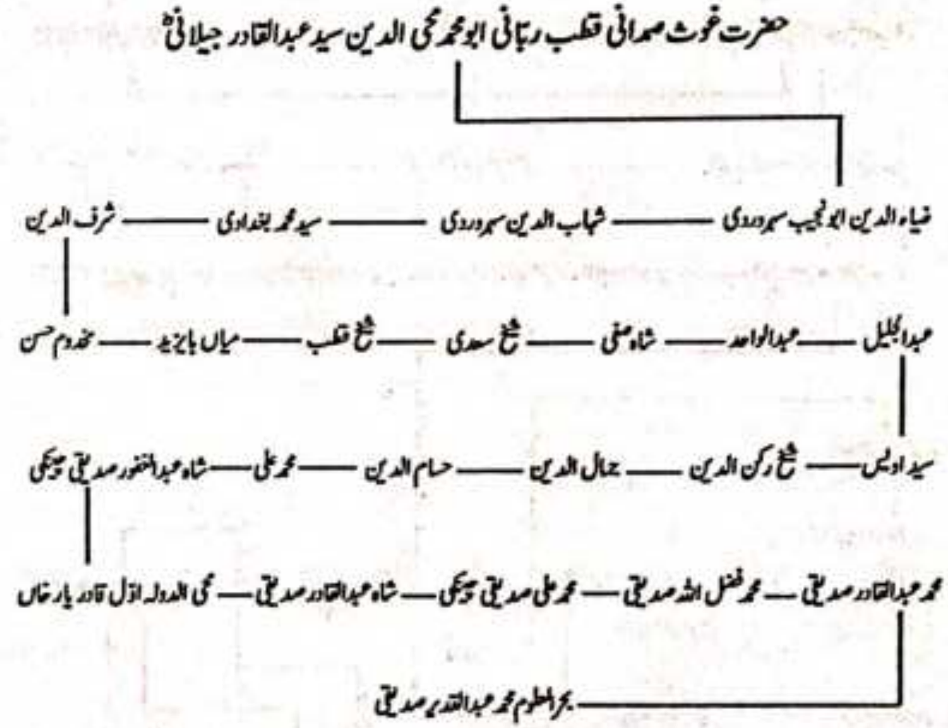

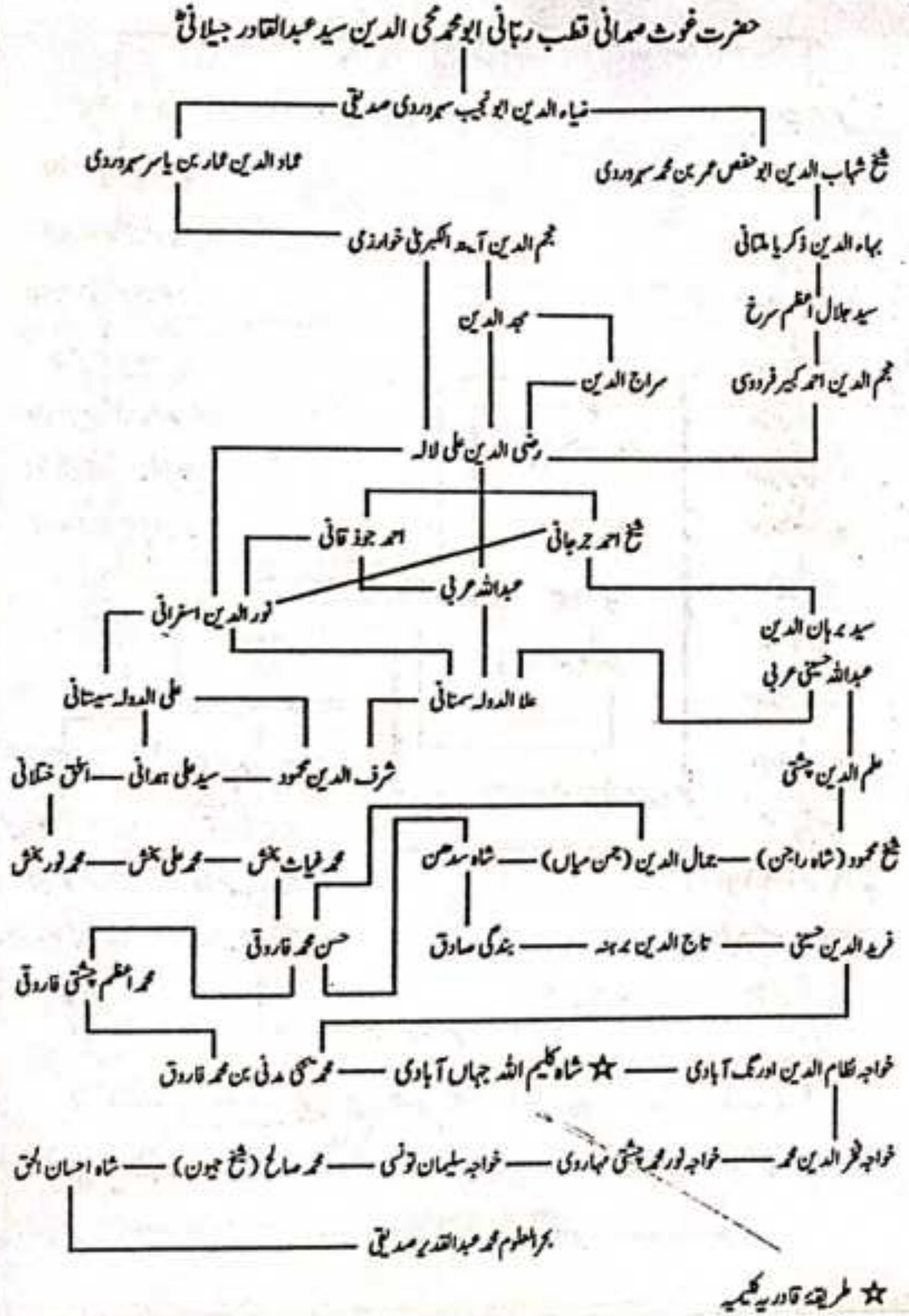

☆ طریقۂ قادریہ کلیمیہ

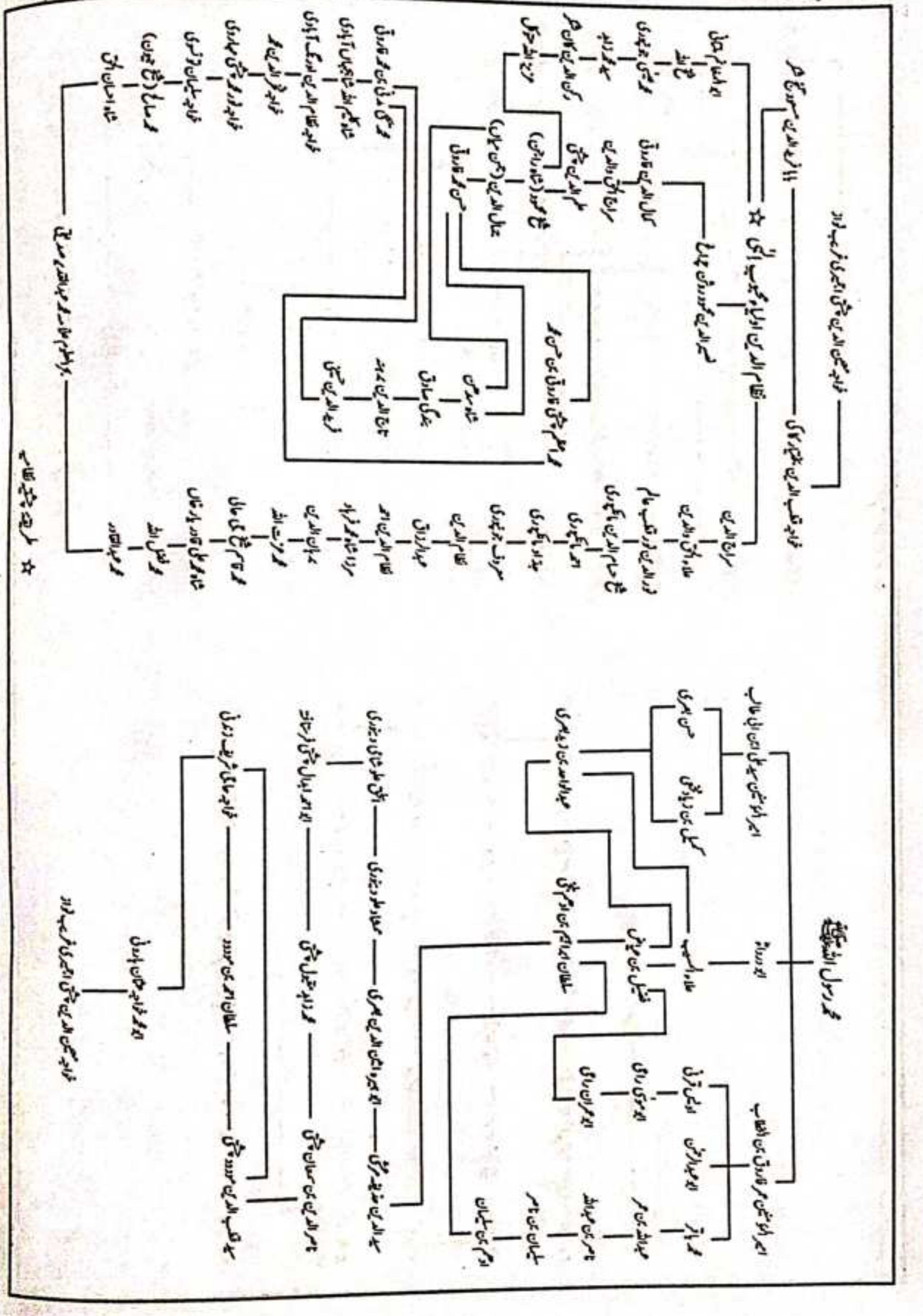

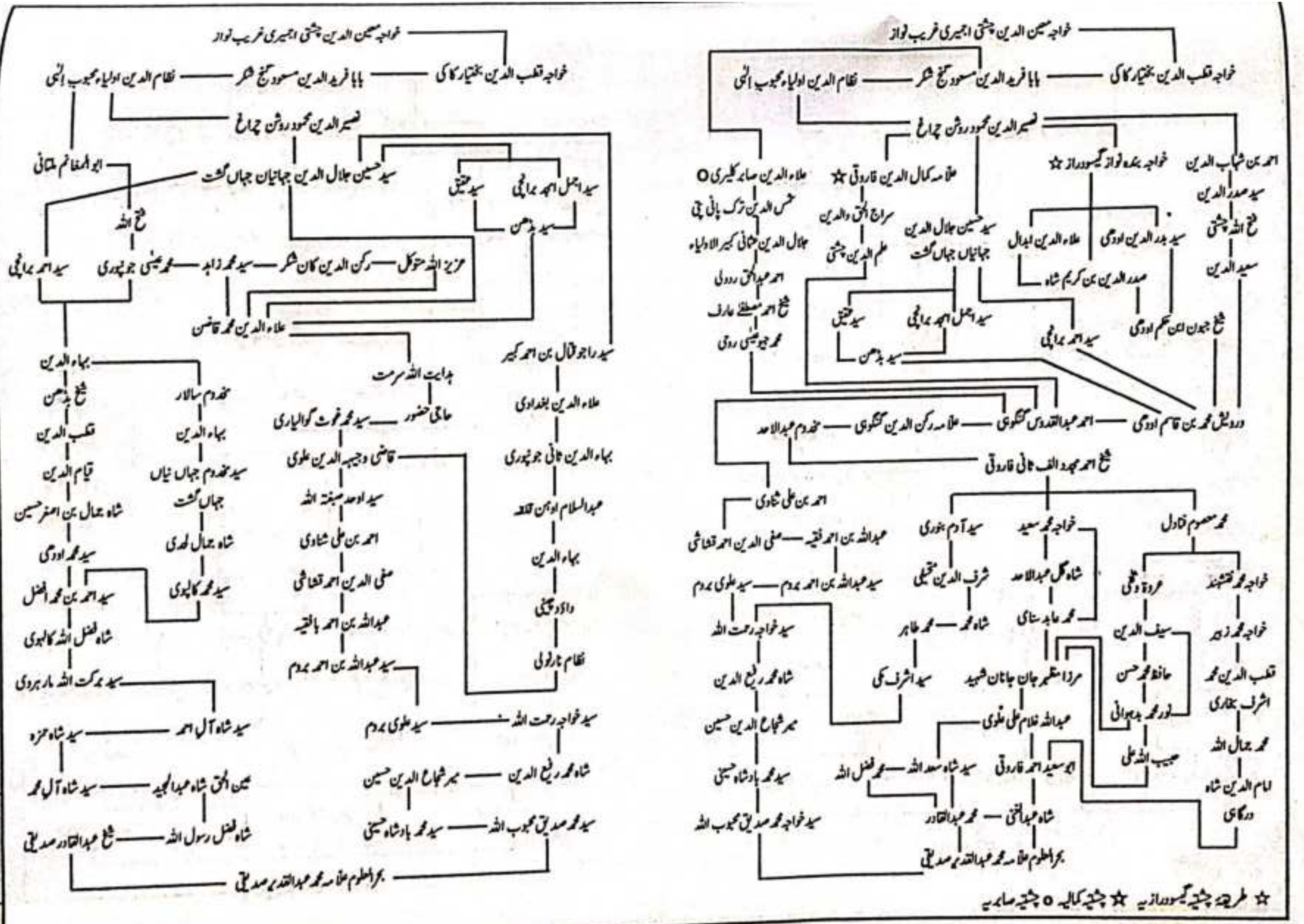

☆ طریقہ چشتیہ گیسودرازیہ ☆ چشتیہ کمالیہ O چشتیہ صابریہ

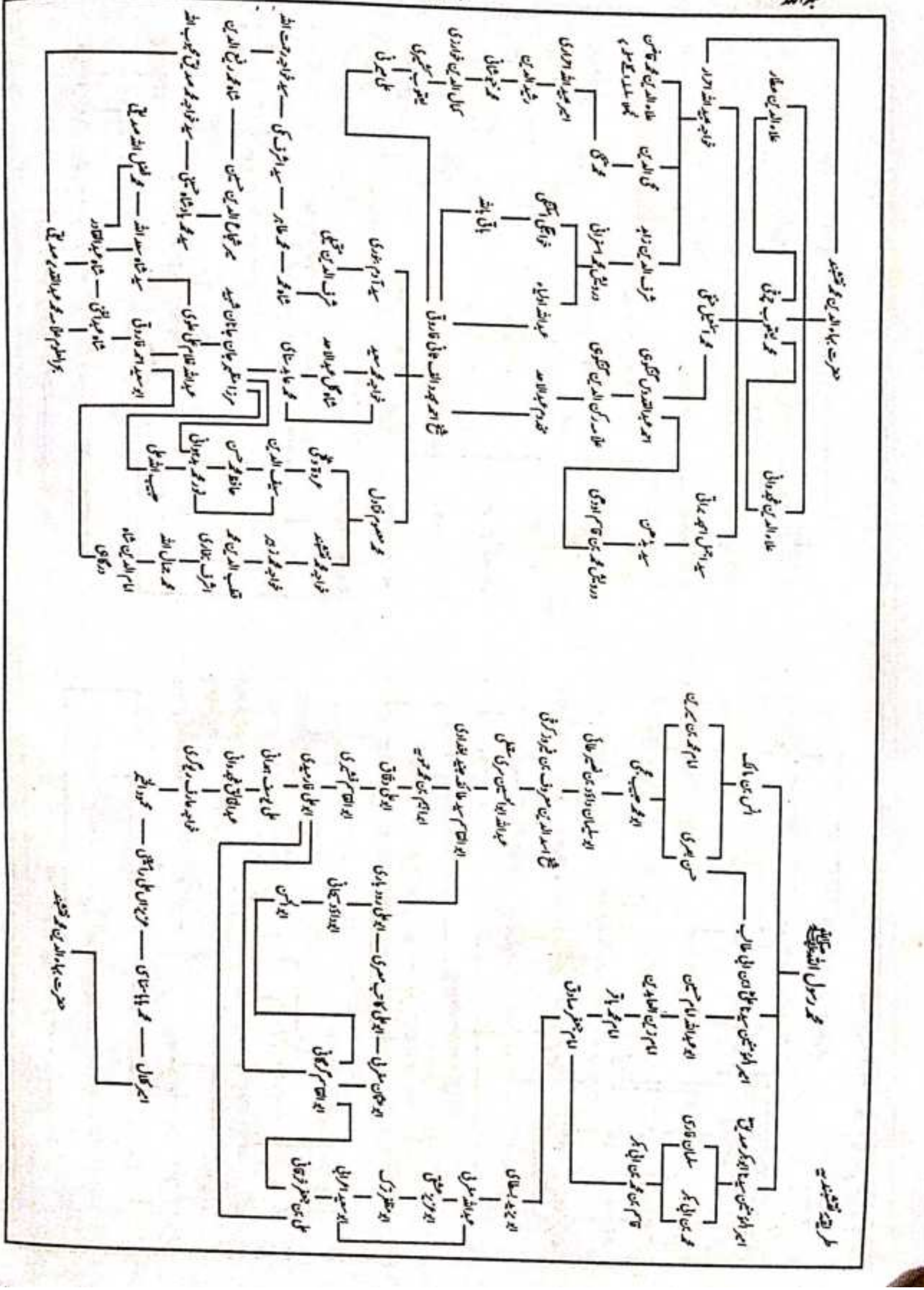

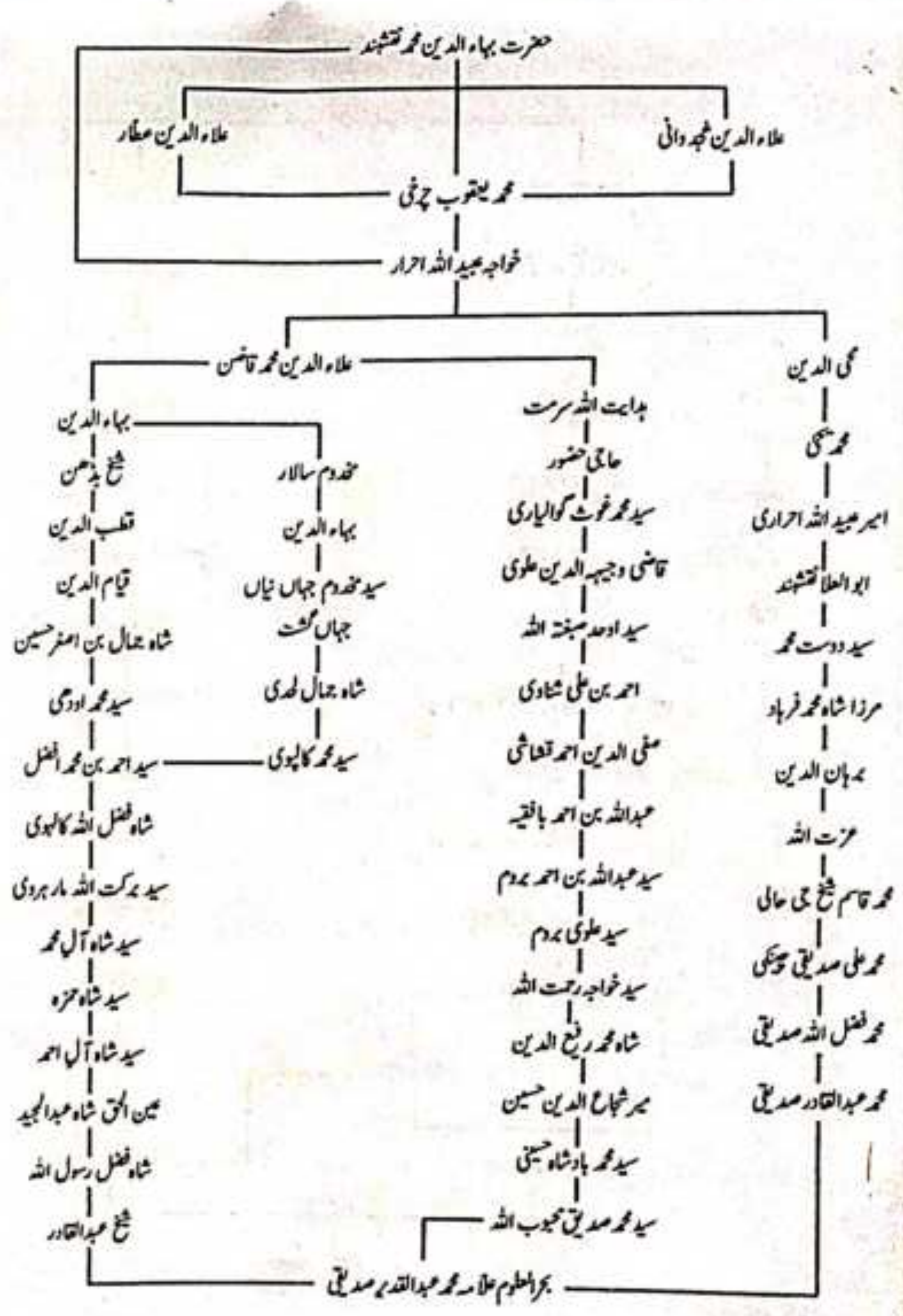

☆ طریقۂ اویسیہ ہرمیہ

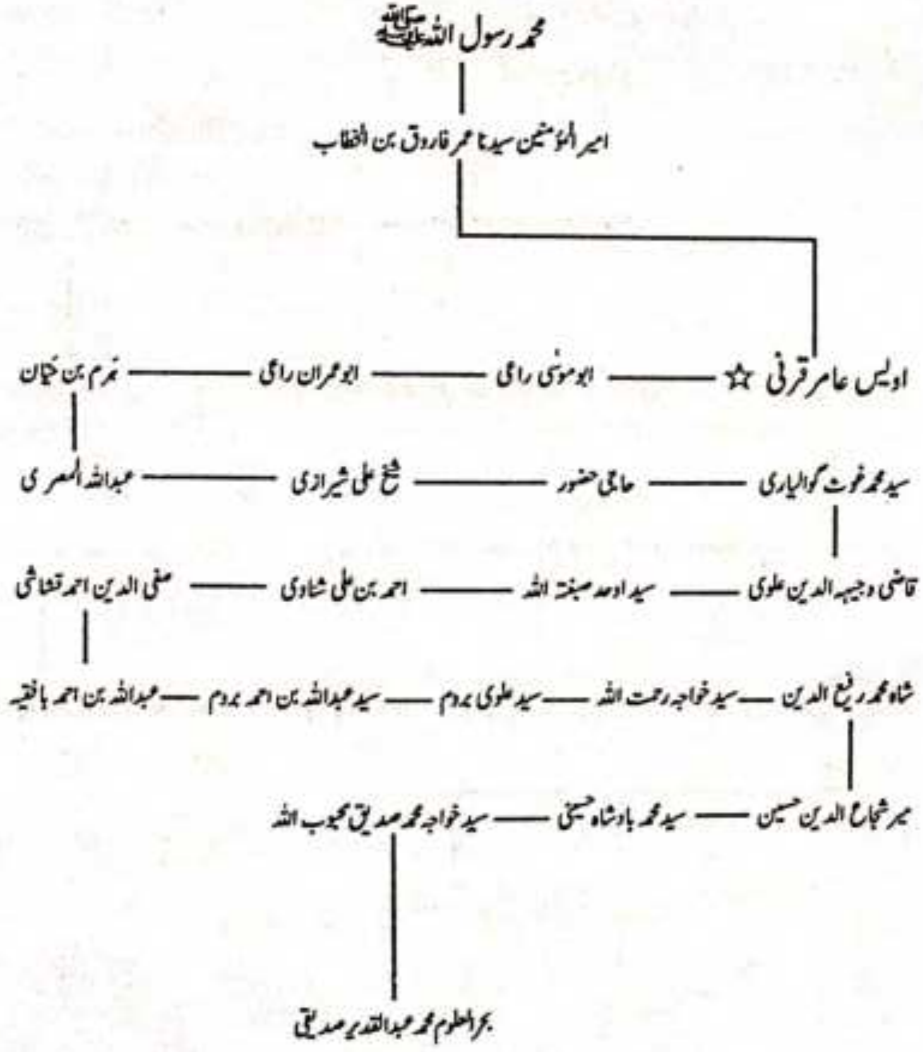

طریقہ جنیدیہ شاذلیہ

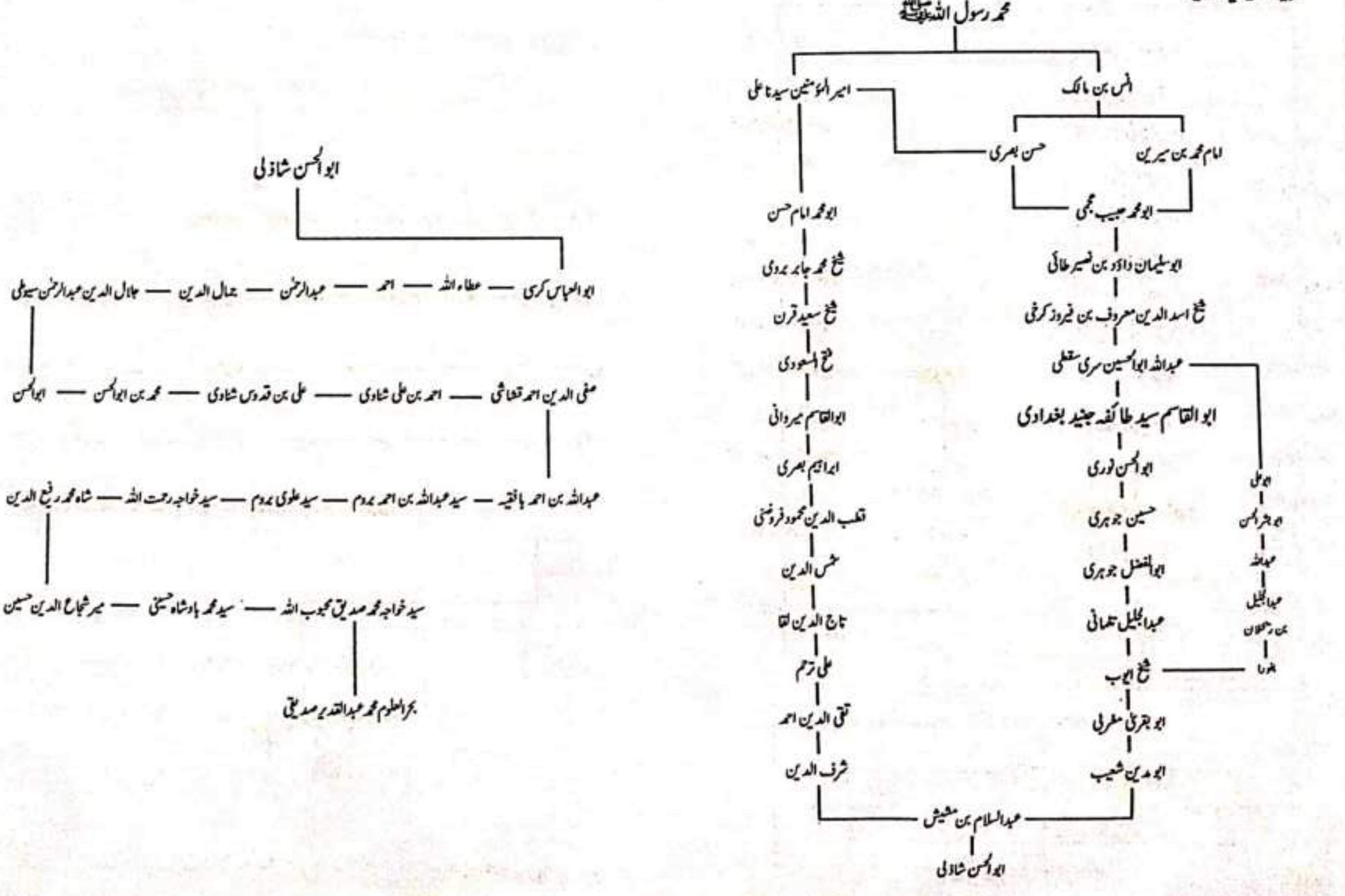

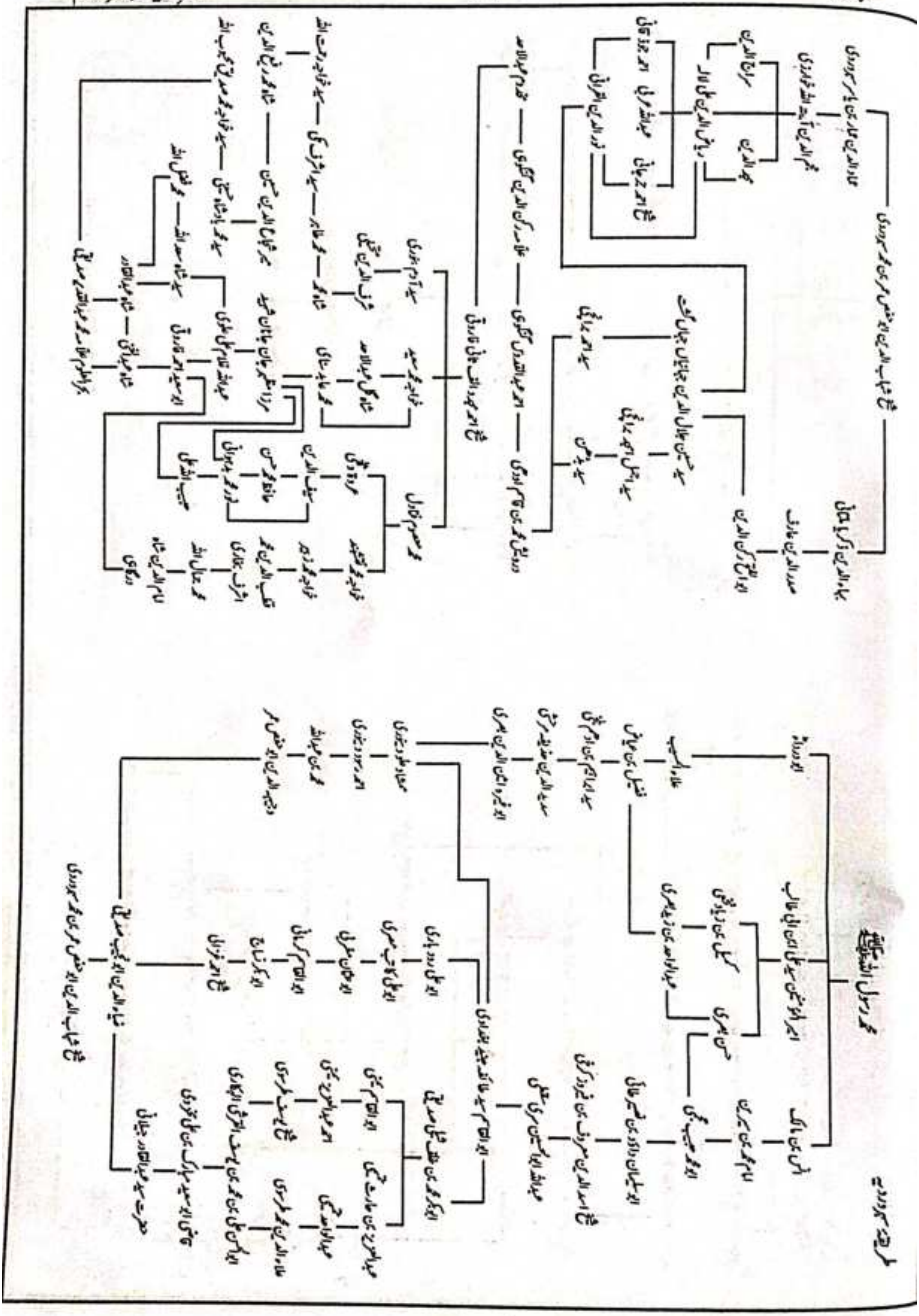

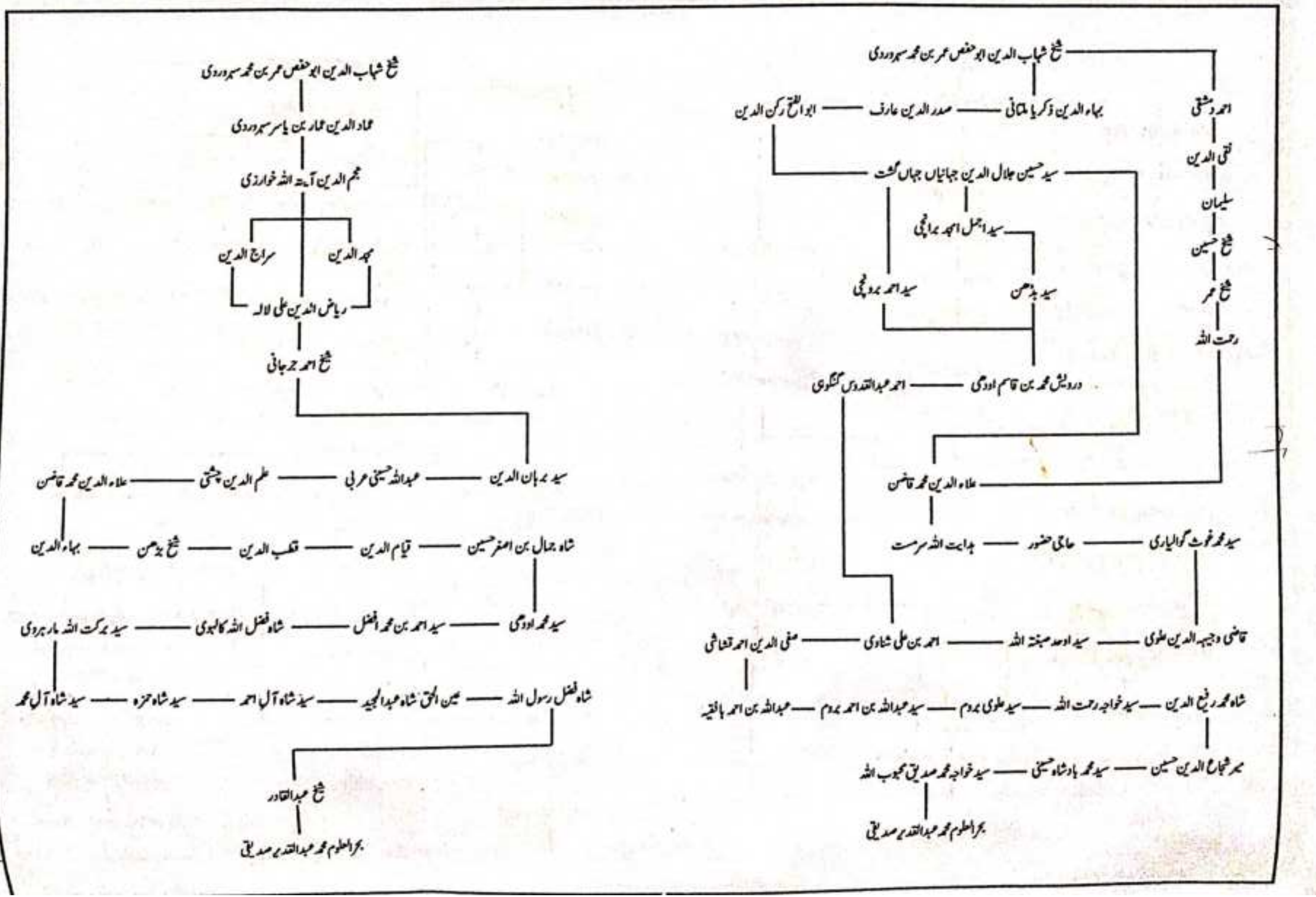
شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی
احمد دمشقی
تقی الدین
سلیمان
شیخ حسین
شیخ عمر
رحمت اللہ
بہاء الدین ذکریا ملتانی
صدر الدین عارف
ابوالفتح رکن الدین
سید حسین جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
سید اجمل اجہر برائچی
سید بڈھن
سید احمد بروجی
درویش محمد بن قاسم اودھی
احمد عبدالقدوس گنگوہی
علاء الدین محمد قاضن
سید محمد غوث گوالیاری
حاجی حضور
ہدایت اللہ سرمست
قاضی وجیہ الدین علوی
سید اوحد صبغۃ اللہ
احمد بن علی شناوی
صفی الدین احمد قشاشی
شاہ محمد رفیع الدین
سید خواجہ رحمت اللہ
سید علوی بروم
سید عبداللہ بن احمد بروم
عبداللہ بن احمد بافقیہ
میر شجاع الدین حسین
سید محمد بادشاہ حسینی
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ
بحرالعلوم محمد عبدالقدیر صدیقی
شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد سہروردی
عماد الدین عمار بن یاسر سہروردی
نجم الدین آیۃ اللہ خوارزمی
مجد الدین
سراج الدین
ریاض الدین علی لالہ
شیخ احمد جرجانی
سید برہان الدین
عبداللہ حسینی عربی
علم الدین چشتی
علاء الدین محمد قاضن
شاہ جمال بن اصغر حسین
قیام الدین
قطب الدین
شیخ بڈھن
بہاء الدین
سید محمد اودھی
سید احمد بن محمد افضل
شاہ فضل اللہ کالپوی
سید برکت اللہ مارہروی
شاہ فضل رسول اللہ
عین الحق شاہ عبدالمجید
سید شاہ آل احمد
سید شاہ حمزہ
سید شاہ آل محمد
شیخ عبدالقادر
بحرالعلوم محمد عبدالقدیر صدیقی

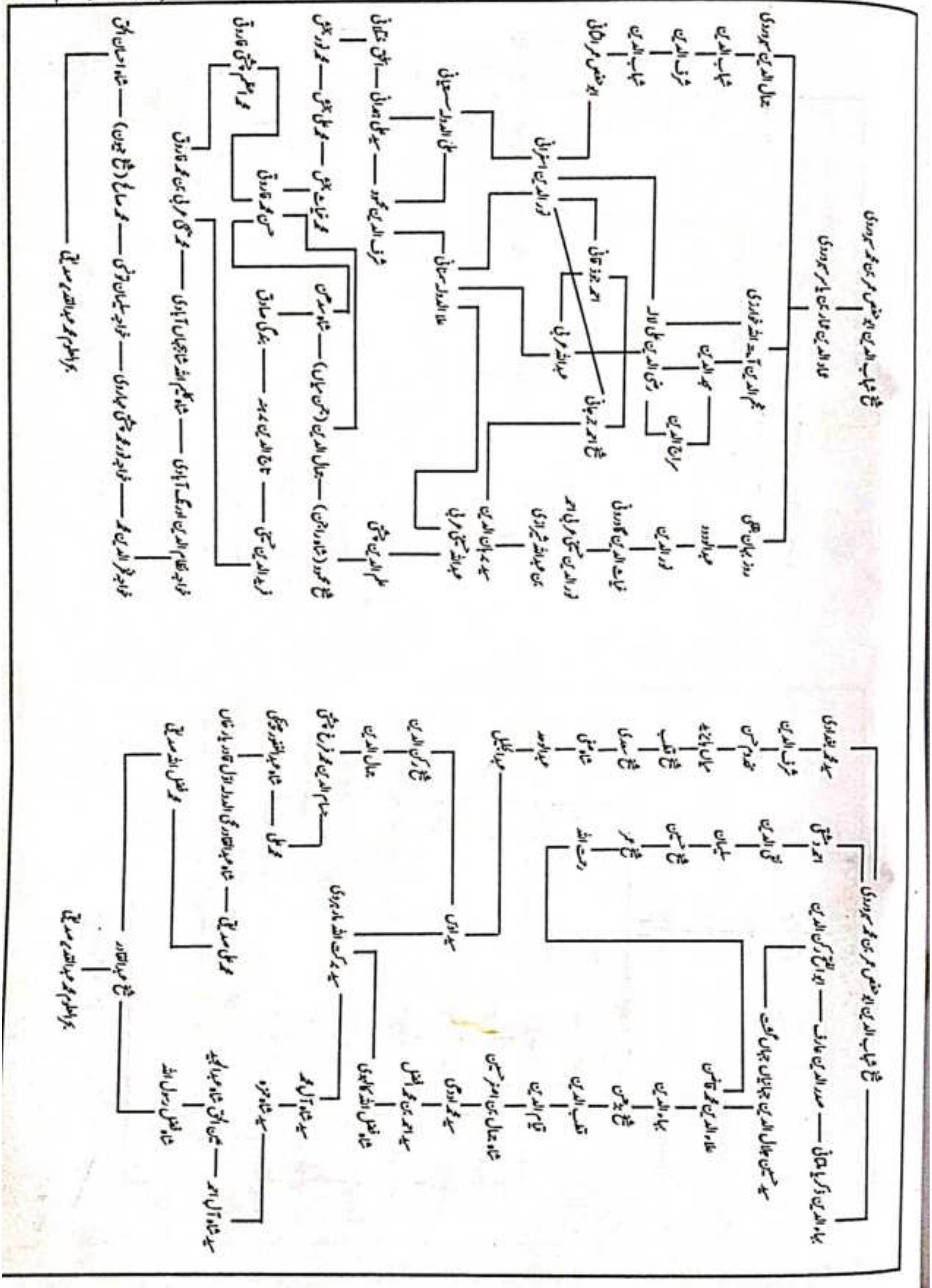

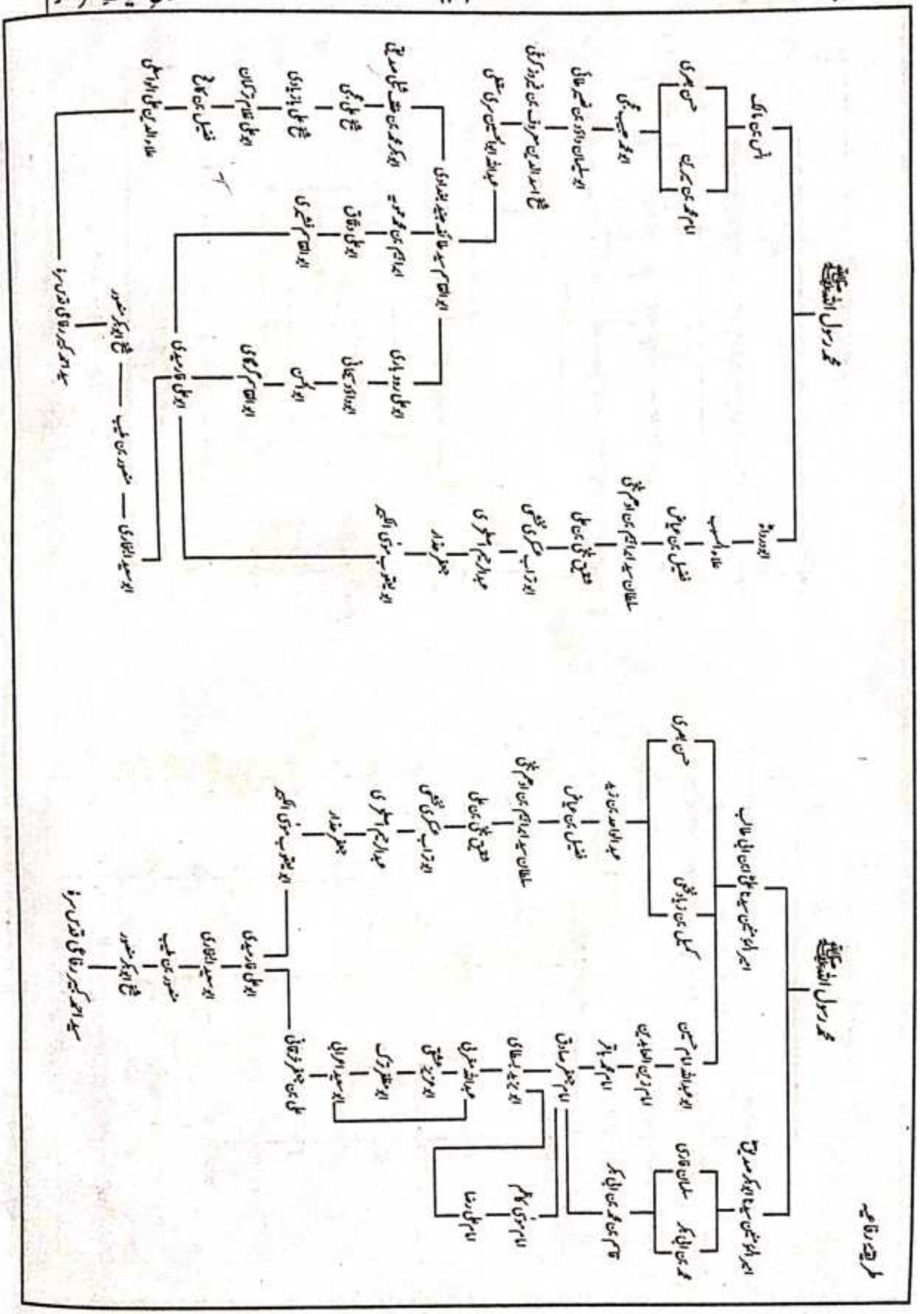

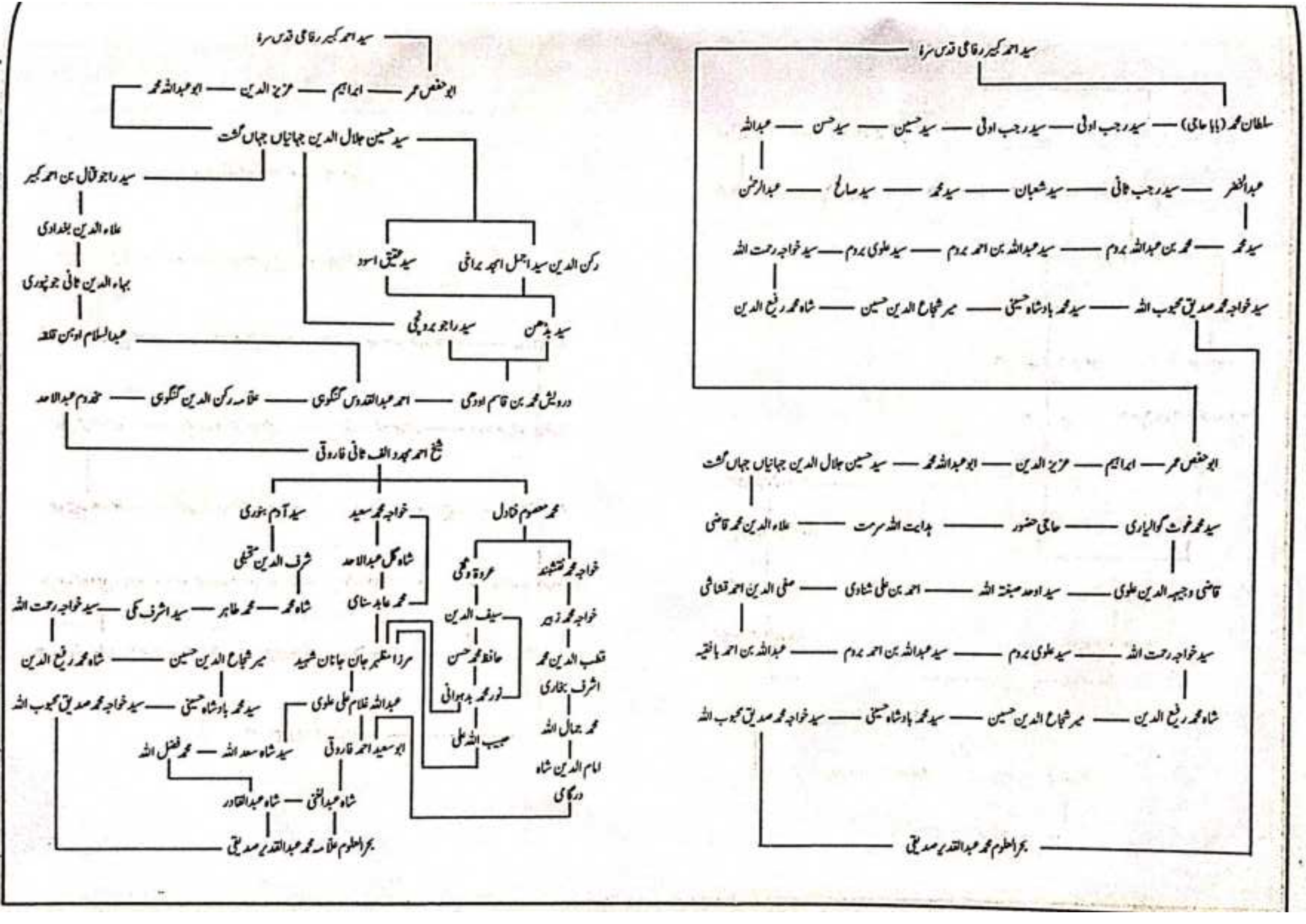
سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ
سلطان محمد (بابا حاجی)
سید رجب اولیٰ
سید رجب اولیٰ
سید حسین
سید حسن
عبداللہ
عبدالغفر
سید رجب ثانی
سید شعبان
سید محمد
سید صالح
عبدالرحمٰن
سید محمد
محمد بن عبداللہ بروم
سید عبداللہ بن احمد بروم
سید علوی بروم
سید خواجہ رحمت اللہ
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ
سید محمد بادشاہ حسینی
میر شجاع الدین حسین
شاہ محمد رفیع الدین
ابو حفص عمر
ابراہیم
عزیز الدین
ابو عبداللہ محمد
سید حسین جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
سید محمد غوث گوالیاری
حاجی حضور
ہدایت اللہ سرمت
علاء الدین محمد قاضی
قاضی وجیہ الدین علوی
سید اوحد صبغۃ اللہ
احمد بن علی شناوی
صفی الدین احمد قشاشی
سید خواجہ رحمت اللہ
سید علوی بروم
سید عبداللہ بن احمد بروم
عبداللہ بن احمد باقشیہ
شاہ محمد رفیع الدین
میر شجاع الدین حسین
سید محمد بادشاہ حسینی
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ
بحر العلوم محمد عبدالقدیر صدیقی
سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ
ابو حفص عمر
ابراہیم
عزیز الدین
ابو عبداللہ محمد
سید حسین جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
سید راجو قتال بن احمد کبیر
علاء الدین بغدادی
بہاء الدین ثانی جونپوری
عبدالسلام اودھن قلقہ
رکن الدین سید اجمل اجہر براقی
سید حقیق اسود
سید بڈھن
سید راجو بروچی
درویش محمد بن قاسم اودھی
احمد عبدالقدوس گنگوہی
علامہ رکن الدین گنگوہی
مخدوم عبدالاحد
شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی
محمد معصوم قنادل
خواجہ محمد سعید
سید آدم بنوری
خواجہ محمد نقشبند
عروۃ وثقیٰ
شاہ گل عبدالاحد
شرف الدین متقی
خواجہ محمد زبیر
سیف الدین
محمد عابد سنامی
شاہ محمد
محمد طاہر
سید اشرف مکی
سید خواجہ رحمت اللہ
قطب الدین محمد اشرف بخاری
حافظ محمد حسن
مرزا مظہر جان جاناں شہید
میر شجاع الدین حسین
شاہ محمد رفیع الدین
نور محمد بدہوانی
عبداللہ غلام علی علوی
سید محمد بادشاہ حسینی
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ
محمد جمال اللہ
حبیب اللہ علی
ابو سعید احمد فاروقی
سید شاہ سعد اللہ
محمد فضل اللہ
امام الدین شاہ درگاہی
شاہ عبدالغنی
شاہ عبدالقادر
بحر العلوم علامہ محمد عبدالقدیر صدیقی

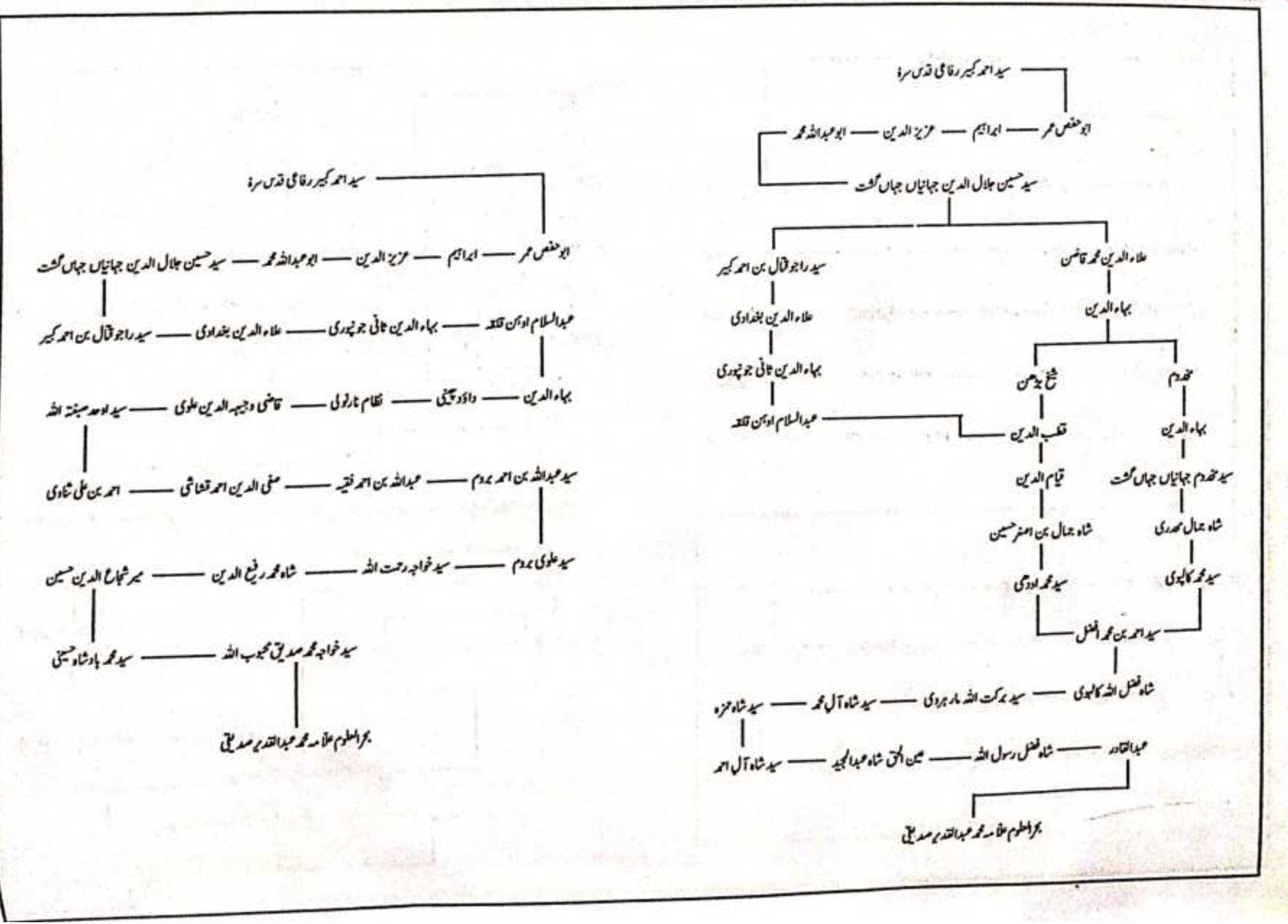
سید احمد کبیر رفاعی قدس سرۂ
ابو حفص عمر
ابراہیم
عزیز الدین
ابو عبداللہ محمد
سید حسین جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
علاء الدین محمد قاضن
سید راجو قتال بن احمد کبیر
بہاء الدین
علاء الدین بغدادی
بہاء الدین ثانی جونپوری
مخدوم
شیخ بڈھن
عبدالسلام اوبن قلقہ
بہاء الدین
قطب الدین
سید مخدوم جہانیاں جہاں گشت
قیام الدین
شاہ جمال بہری
شاہ جمال بن امیر حسین
سید محمد کالپوی
سید محمد اودھی
سید احمد بن محمد افضل
شاہ فضل اللہ کالپوی
سید برکت اللہ مارہروی
سید شاہ آل محمد
سید شاہ حمزہ
عبدالقادر
شاہ فضل رسول اللہ
عین الحق شاہ عبدالمجید
سید شاہ آل احمد
بحر العلوم علامہ محمد عبدالقدیر صدیقی
سید احمد کبیر رفاعی قدس سرۂ
ابو حفص عمر
ابراہیم
عزیز الدین
ابو عبداللہ محمد
سید حسین جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
عبدالسلام اوبن قلقہ
بہاء الدین ثانی جونپوری
علاء الدین بغدادی
سید راجو قتال بن احمد کبیر
بہاء الدین
داؤد چینی
نظام نارنولی
قاضی وجیہہ الدین علوی
سید ابو سعد صبغۃ اللہ
سید عبداللہ بن احمد بروم
عبداللہ بن احمد فقیہ
صفی الدین احمد قشاشی
احمد بن علی شناوی
سید علوی بروم
سید خواجہ رحمت اللہ
شاہ محمد رفیع الدین
میر شجاع الدین حسین
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ
سید محمد بادشاہ حسینی
بحر العلوم علامہ محمد عبدالقدیر صدیقی

طریقۂ غزالیہ

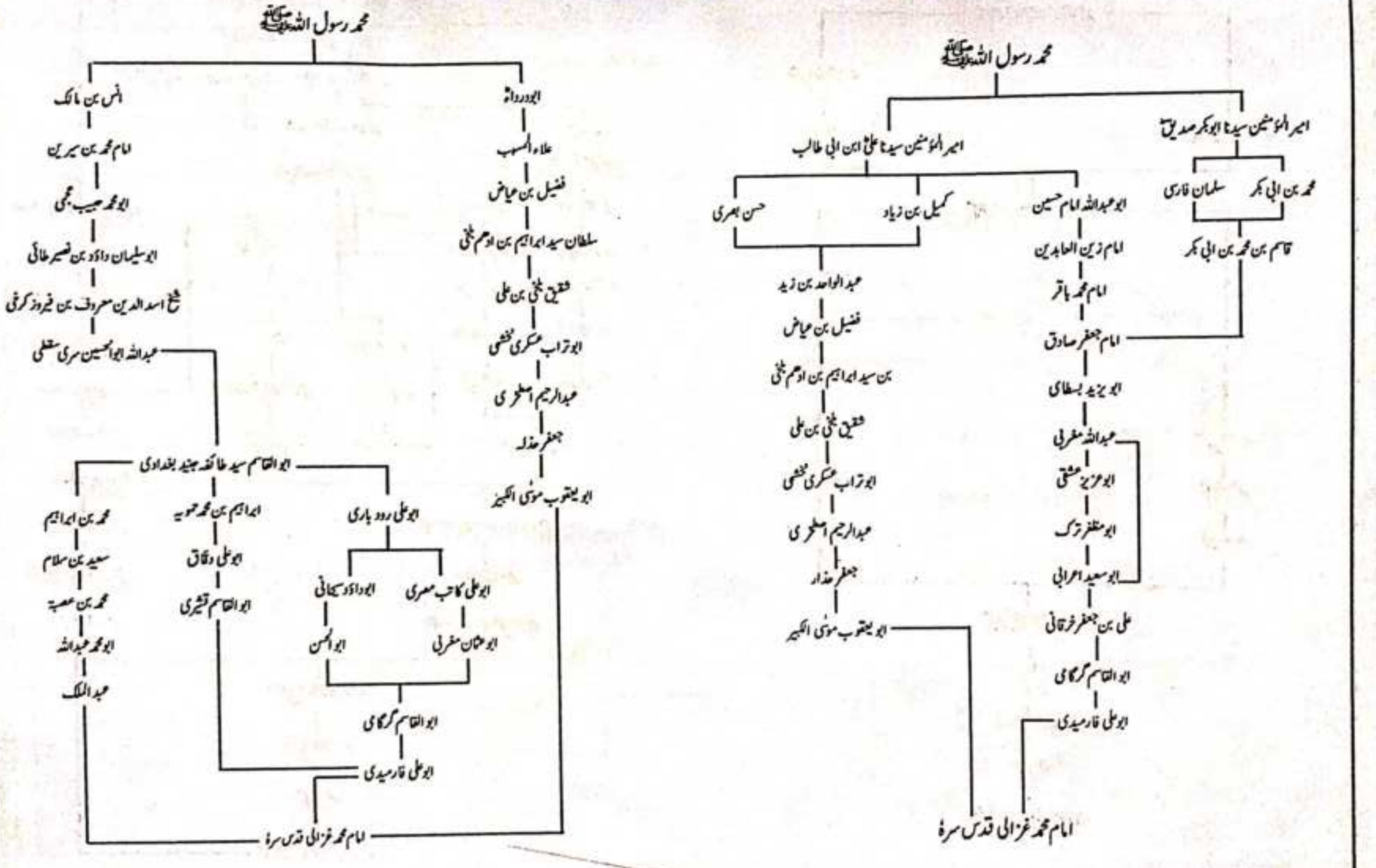

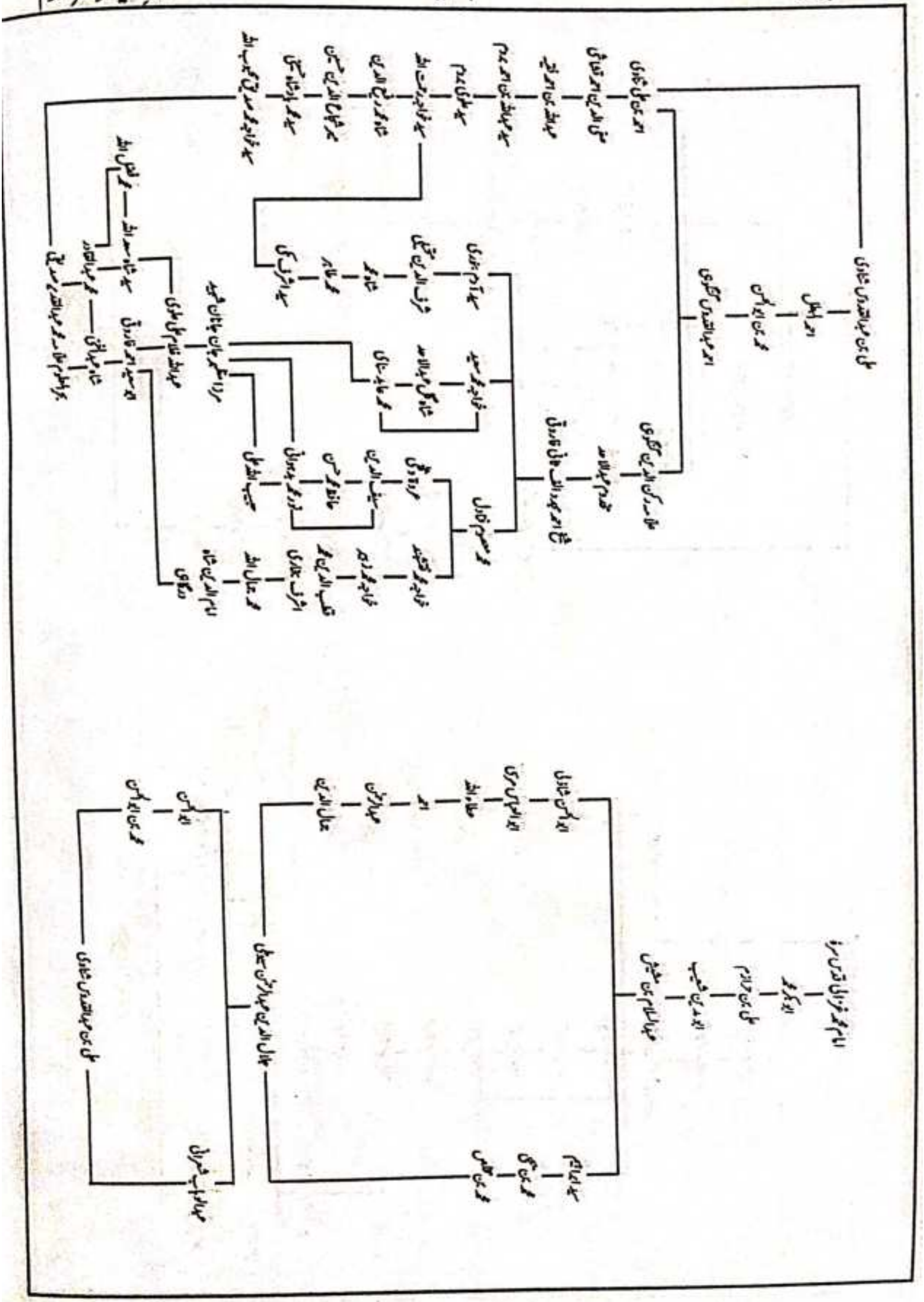

طریقہ قلندریہ

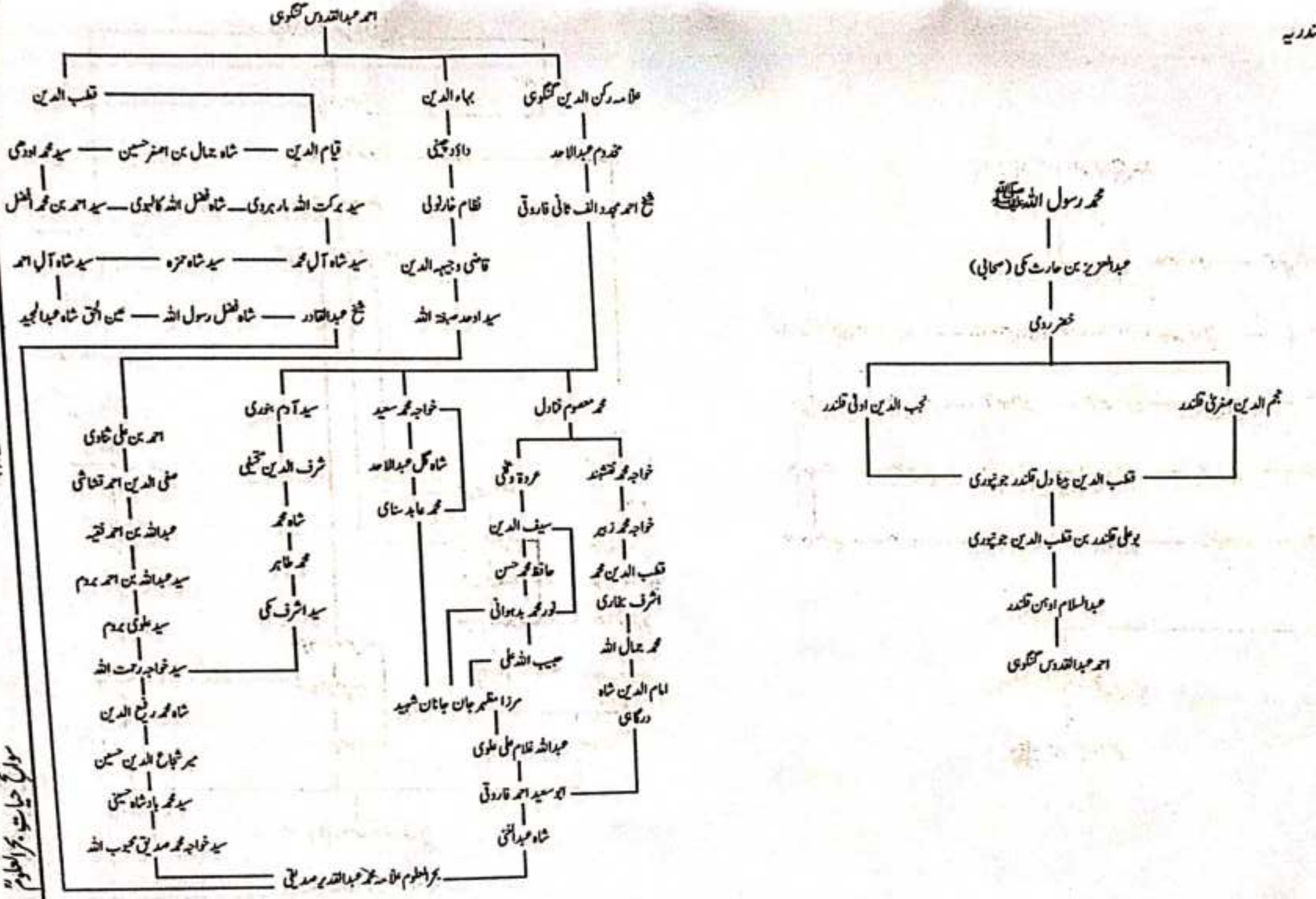

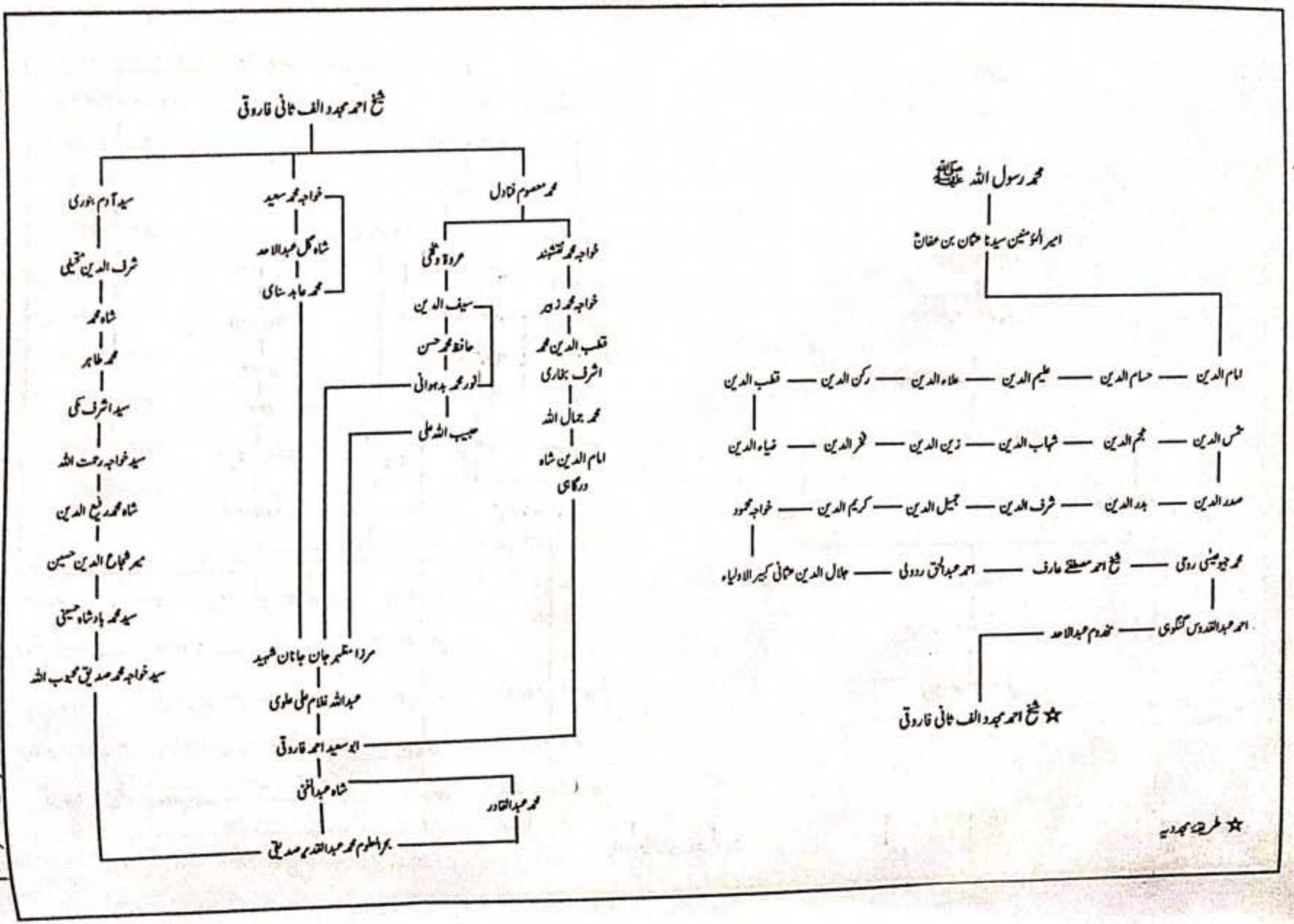
☆ طریقہ مجددیہ
محمد رسول اللہ ﷺ
امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفانؓ
امام الدین — حسام الدین — حلیم الدین — علاء الدین — رکن الدین — قطب الدین
شمس الدین — نجم الدین — شہاب الدین — زین الدین — فخر الدین — ضیاء الدین
صدر الدین — بدر الدین — شرف الدین — جمیل الدین — کریم الدین — خواجہ محمود
محمد جیو عیسیٰ رومی — شیخ احمد مصطفےٰ عارف — احمد عبدالحق ردولی — جلال الدین عثمانی کبیر الاولیاء
احمد عبدالقدوس گنگوہی — مخدوم عبدالاحد
☆ شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی
شیخ احمد مجدد الف ثانی فاروقی
محمد معصوم فاروقی
خواجہ محمد نقشبند
خواجہ محمد زبیر
قطب الدین محمد اشرف بخاری
محمد جمال اللہ
امام الدین شاہ درگاہی
عروۃ الوثقیٰ
سیف الدین
حافظ محمد حسن
نور محمد بدہوانی
حبیب اللہ ملی
خواجہ محمد سعید
شاہ گل عبدالاحد
محمد عابد سنامی
مرزا مظہر جان جاناں شہید
عبداللہ غلام علی علوی
ابو سعید احمد فاروقی
شاہ عبدالغنی
محمد عبدالقادر
بحر العلوم محمد عبدالقدیر صدیقی
سید آدم بنوری
شرف الدین مقبلی
شاہ محمد
محمد طاہر
سید اشرف مکی
سید خواجہ رحمت اللہ
شاہ محمد رفیع الدین
میر شجاع الدین حسین
سید محمد بادشاہ حسینی
سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ

☆ طریقہ اکبریہ

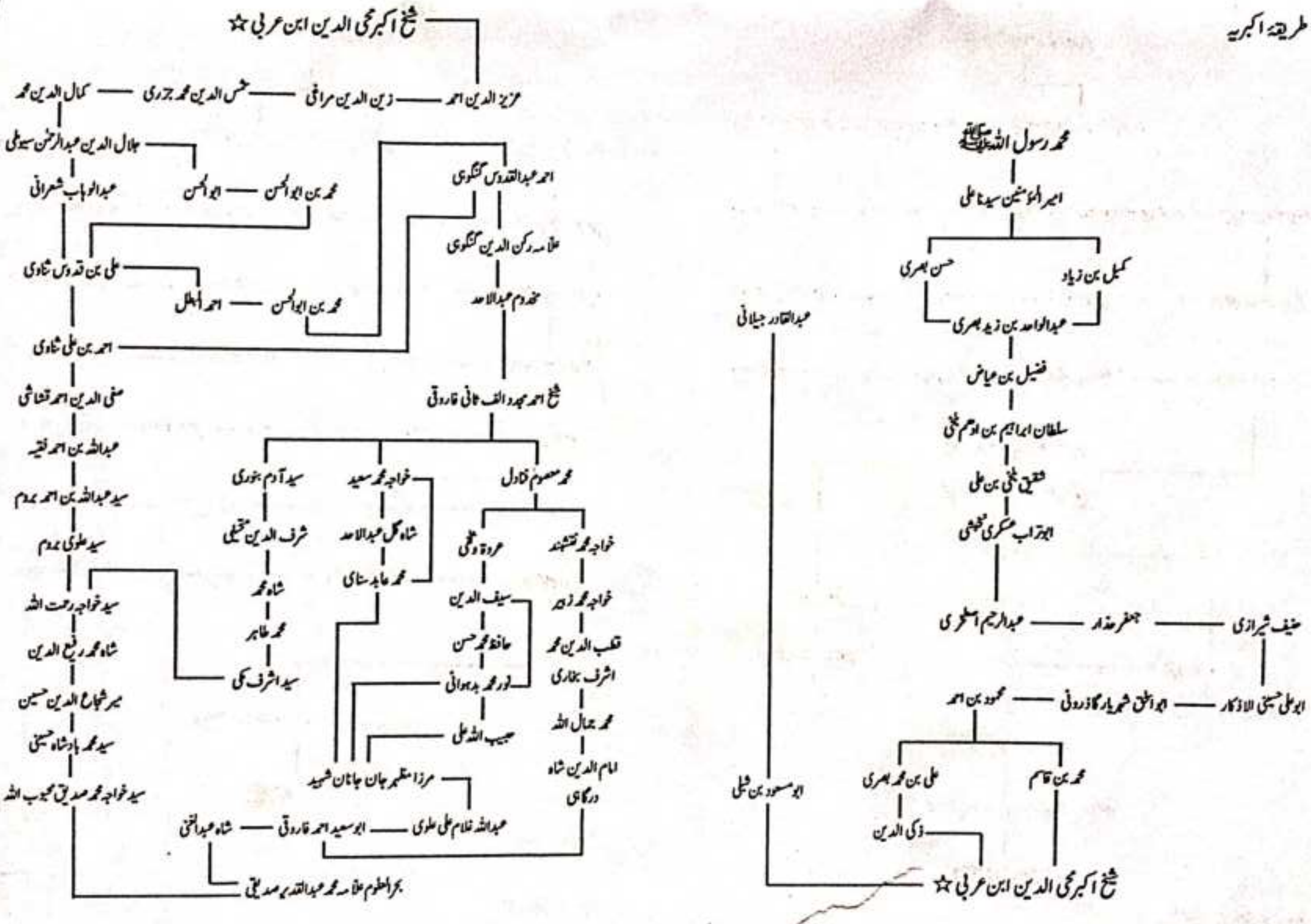

☆ طریقہ شاہ مداریہ

محمد رسول اللہ ﷺ

امیر المؤمنین خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبرؓ

عبداللہ عباس علمبردار صحابی

یمین الدین شامی — امین الدین شامی

معین الدین شامی

طیفور شامی

عبداللہ شامی

شیخ الشیوخ بدیع الدین محمد

قطب مدار شاہ مدار ☆

علاء الدین محمد قاضی — ہدایت اللہ سرمت — حاجی حضور — سید محمد غوث گوالیاری

صفی الدین احمد قشاشی — احمد بن علی شناوی — سید اوحد صبغۃ اللہ — قاضی وجیہ الدین علوی

عبداللہ بن احمد باقیہ — سید عبداللہ بن احمد بروم — سید علوی بروم — سید خواجہ رحمت اللہ — شاہ محمد رفیع الدین

سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ — سید محمد بادشاہ حسینی — میر شجاع الدین حسین

بحرالعلوم محمد عبدالقدیر صدیقی

☆ طریقہ شطاریہ

محمد رسول اللہ ﷺ

امیر المؤمنین خلیفہ رسول اللہ سیدنا صدیق اکبرؓ

سلمان فارسی — قاسم بن محمد بن ابی بکر — امام جعفر صادق — ابو یزید بسطامی

ابو سعید اعرابی — بومظفر ترک — بوعزیز عشق — عبداللہ مغربی

علی بن جعفر برقانی — قلی باخدا — محمد عاشق ماہ — محمد عارف ماہ — عبداللہ شطار ☆

سید محمد غوث گوالیاری — حاجی حضور — ہدایت اللہ سرمت — علاء الدین محمد قاضی

قاضی وجیہ الدین علوی — سید اوحد صبغۃ اللہ — احمد بن علی شناوی — صفی الدین احمد قشاشی

شاہ محمد رفیع الدین — سید خواجہ رحمت اللہ — سید علوی بروم — سید عبداللہ بن احمد بروم — عبداللہ بن احمد باقیہ

میر شجاع الدین حسین — سید محمد بادشاہ حسینی — سید خواجہ محمد صدیق محبوب اللہ

بحرالعلوم محمد عبدالقدیر صدیقی

فہرست خلفاء جو حضرت کے وصال کے وقت بقید حیات تھے

(الف) اقرباء حضرت

۱۔	محمد عبدالرحیم صدیقی صاحب حیرتؔ	فرزند و جانشین حضرت
۲۔	محمد ابوتراب علی صدیقی صاحب خاکیؔ	” ” ”
۳۔	ابوالقاسم محمد صدیقی صاحب مسلمؔ	” ” ”
۴۔	حسین شجاع الدین صدیقی صاحب حرتؔ	” ” ”
۵۔	حسن محی الدین صدیقی صاحب غیرتؔ	فرزند
۶۔	ڈاکٹر موسیٰ عبدالرحمٰن صدیقی صاحب	” پاکستان
● ۷۔	احمد عبدالشکور صدیقی صاحب	” کینڈا
● ۸۔	غوث محی الدین صدیقی صاحب	فرزند و موجودہ جانشین
۹۔	محمد انور الدین صدیقی صاحب	داماد (والد ماجد ابوالفیض محمد انوار الدین صدیقی)
۱۰۔	سید ولی اللہ قادری الجیلانی صاحب	”
● ۱۱۔	خواجہ ولی الدین صاحب	”
● ۱۲۔	قاضی احمد بشیر الدین صاحب فاروقی	” کینڈا
۱۳۔	حسن فضل اللہ صدیقی صاحب	نبیرہ (سعودی عرب)
● ۱۴۔	محمد عبدالرزاق صدیقی صاحب	”
۱۵۔	حسین عطاء اللہ صدیقی صاحب	”
۱۶۔	ابوالفیض محمد انوار الدین صدیقی	نبیرہ مولف کتاب عبداللہ
۱۷۔	محمد وقار الدین صدیقی صاحب	”
۱۸۔	احمد حسین صدیقی صاحب	برادر نسبتی
۱۹۔	محمد حسین صدیقی صاحب	فرزندِ برادرِ نسبتی

(ب) عام خلفاء

۲۰۔ کرنل حبیب علی صاحب	
۲۱۔ حبیب محمد صاحب	صوبہ دار مؤظف
۲۲۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب یاھو پاشا	پروفیسر انگریزی و مفسر قرآن بزبان انگریزی
۲۳۔ ڈاکٹر سید ضیاء الحق صاحب قادری الجیلانی	فزیشین، پاکستان
● ۲۴۔ ڈاکٹر ابو الحسن صدیقی صاحب	فزیشین
۲۵۔ خواجہ نصر اللہ صاحب	پروفیسر
۲۶۔ ڈاکٹر عبدالحفیظ قتیلؔ	پروفیسر
۲۷۔ مصباح الدین صاحب	(صدر مہتمم ناگرجونا ساگر)
● ۲۸۔ قاضی معین الدین صاحب	(نائب معتمد طباعت)
● ۲۹۔ انوار اللہ پاشا صاحب	(ایڈوکیٹ)
● ۳۰۔ ڈاکٹر اقبال علی خان	(فزیشین) پاکستان
۳۱۔ سید عبداللہ خاں صاحب	(صوبہ دار مؤظف)
۳۲۔ محمد حامد صدیقی صاحب	(پروفیسر)
۳۳۔ سید امام الدین صاحب	(میسبر)
۳۴۔ محمد رحیم الدین صاحب	(انجینیر)
۳۵۔ ثناء اللہ خاں صاحب	(فزیکل ڈائرکٹر نظام کالج)
۳۶۔ قاضی سید عبدالغفار صاحب	(موظف مجسٹریٹ)
۳۷۔ سید حافظ علی صاحب	(مہتمم کوتوالی)
۳۸۔ محمد مظہر الدین صدیقی صاحب	(مجسٹریٹ)
۳۹۔ احمد اللہ احمد قدیری صاحب	(مدیر التقدیر)
۴۰۔ علی احمد جان صاحب	
۴۱۔ واصل یزدانی صاحب	
۴۲۔ حبیب جعفر صاحب	
۴۳۔ سعید باحطاب صاحب	

۴۴۔ سید خواجہ نظام الدین صاحب
۴۵۔ سید سعادت اللہ حسینی (پاکستان)
۴۶۔ محمد صلح صاحب
۴۷۔ محمد وزیر صاحب (انجینیر برقی)
● ۴۸۔ عبدالحمید صاحب (ناظم آبرسانی پاکستان)
۴۹۔ عبدالحمید صاحب (تاجر اسلو)
● ۵۰۔ سید عبدالرزاق جیلانی (پاکستان)
● ۵۱۔ سید قطب الدین جیلانی (پاکستان)
۵۲۔ محمد صدیق صاحب (موظف مددگار اطلاعات عامہ)
۵۳۔ غلام محمد صاحب (اورنگ آباد)
● ۵۴۔ احمد خیر الدین صاحب (مدرس)
۵۵۔ ابراہیم قادری صاحب
۵۶۔ سید یوسف حسینی صاحب
۵۷۔ عبود بالشدق صاحب
۵۸۔ سید عبدالقادر جیلانی صاحب
۵۹۔ شمشاد حسین صاحب
● ۶۰۔ غلام محمد مرتضیٰ صاحب
● ۶۱۔ محمد عبدالقادر صدیقی صاحب (مہتمم کتب خانہ) (پاکستان)
● ۶۲۔ عبدالوہاب صاحب
۶۳۔ سید تقی الدین صاحب
۶۴۔ سید مصطفےٰ قادری صاحب (مدرس موظف)
۶۵۔ حامد علی صاحب وامق
۶۶۔ عبدالقادر صاحب (موظف مہتمم تعلیمات)
۶۷۔ حکیم محمد سالار صدیقی صاحب
۶۸۔ ناظر الحسن فاروقی صاحب (شیخ زاویۃ السند بیت المقدس)

۶۹۔ سجاد صاحب (رحمت آباد شریف)
۷۰۔ خسر صاحب سجادہ (رحمت آباد شریف)
۷۱۔ میسور حکیم محمد علی خاں
۷۲۔ خواجہ ابوتراب صدیقی
۷۳۔ برہان الدین احمد صاحب
۷۴۔ مظفر حسن خاں صاحب
۷۵۔ محمد یوسف صاحب
۷۶۔ جبیب سالم ●

(ج) وہ خلفاء جو حضرت کی زندگی میں وفات پاگئے۔

۱۔ سدی محبوب صاحب
۲۔ محمد حسین صاحب (استاد بنوٹ)
۳۔ علی سعیدی صاحب
۴۔ جبیب محمد العیدروس
۵۔ ڈاکٹر سید ولی الدین صاحب پروفیسر
۶۔ سید اسرار الرحمٰن صاحب
۷۔ سید برہان اللہ صاحب قادری
والد ماجد سید ولی اللہ صاحب قادری
۸۔ میر نصرت علی صاحب (ناظم عدالت)
۹۔ سید شرف الدین صاحب (میکی)
۱۰۔ مرزا حسن بیگ صاحب
۱۱۔ سید نجم الدین گیلانی صاحب
۱۲۔ قاضی احمد منیر الدین صاحب فاروقی
۱۳۔ امین الدین صاحب قادری عرف سرور پاشا
۱۴۔ میر اسد اللہ خاں صاحب
۱۵۔ محمد عبدالقادر معین الدین صاحب
(فرزند حضرت)
۱۶۔ قاضی احمد نصیر الدین فاروقی

نوٹ، جملہ خلفاء کی تعداد (۹۲) تھی۔ حضرت کے وصال کے وقت ۷۶ خلفاء بقید حیات تھے۔ زیر نظر کتاب عبداللہ کی طباعت کے وقت جو خلفاء بقید حیات ہیں ان کو (●) نشانات سے ظاہر کیا گیا ہے۔ بالالحاظ ترتیبِ خلافت فہرست مرتب کی گئی ہے کیونکہ تاریخ عطیہ خلافت ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہے۔ حضرت کے وصال سے تقریباً ایک سال پہلے میں نے فہرست مرتب کی اور حضرت کے ملاحظہ میں پیش کیا جو نام متروک تھے حضرت نے لکھوادیئے اب یہ فہرست ہر طرح مکمل ہے مزید اضافہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اس کی ایک نقل کرنل جبیب علی صاحب کو بھی دی گئی تھی۔

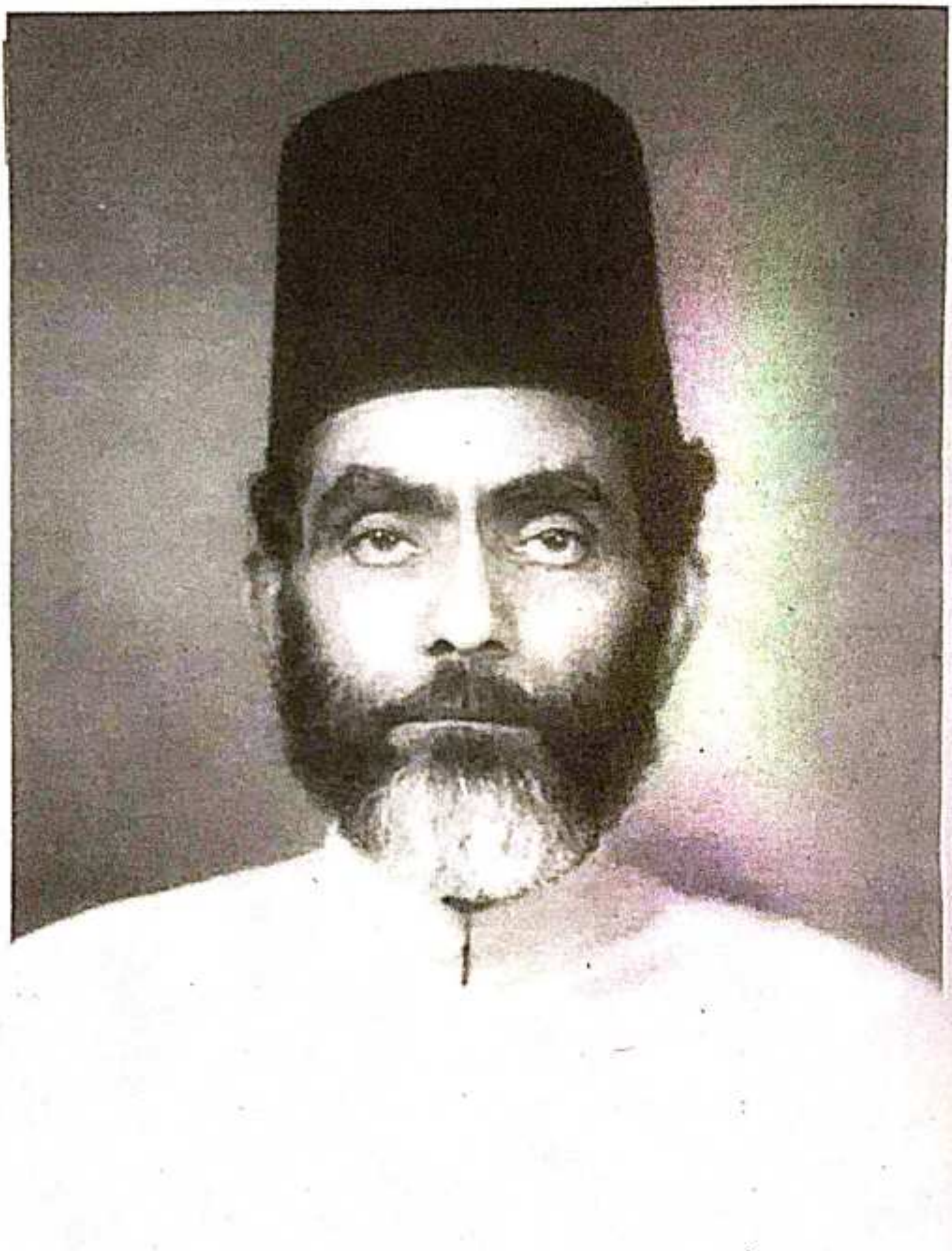

مولوی محمد انوار الدین صدیقی عمہ وخلیفۂ بحرالعلومؒ
مولف کتاب "عبداللہ"